یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.

منجانب.



سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الزماںؑ ادرکنیؑ

یا عباسؑ

Knowledge for All

SABIL-E-SAKINA

DvD Version

لبیک یا حُسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

NOT FOR COMMERCIAL

www.ziaraat.com

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

عالمی معاشرہ اور قرآنِ حکیم



حجۃ الاسلام
علامہ طالب جوہری مدظلہ

عالمی معاشرہ اور قرآنِ حکیم

حجۃ الاسلام علامہ طالب جوہری مدظلہ

مجموعہ تقاریر عشرہ محرم ۱۴۲۰ھ در نشتر پارک، کراچی

ناشران

پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

۲۷۹- بریٹو روڈ- کراچی فون: ۷۲۳۲۳۵۴

ملنے کا پتہ

محفوظ بک ایجنسی مارٹن روڈ کراچی

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk

نام کتاب: ____________ عالمی معاشرہ اور قرآن حکیم

مقرّر: ____________ علامہ طالب جوہری

مرتّبہ: ____________ اے ایچ رضوی

صحت: ____________ سید فیضیاب علی

مولوی سید اشرف علی عابدی

سن اشاعت بار اوّل: ________ اپریل ۲۰۰۰ء

سن اشاعت بار دوم: ________ مارچ ۲۰۰۱ء

تعداد: ____________ ۵۰۰

ناشر: ____________ پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ، کراچی

ملنے کا پتہ

محفوظ بک ایجنسی مارٹن روڈ کراچی

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk

علامہ طالب جوہری کا پیغام
پاک محرم ایسوسی ایشن کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ کون نہیں جانتا کہ سید الشہداء علیہ السلام کی عزاداری ہمارا ملی تشخص ہے۔ اس عزاداری کی بنیاد خود آلِ محمدؐ نے رکھی ہے اور ائمہ علیہم السلام اس کی بقا کے لئے کوشاں رہے ہیں۔ اور اپنے آثار و کردار سے اس کی اہمیت کو اجاگر کرتے رہے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ عزا کی یہ میراث نسلاً بعد نسلٍ ہم تک منتقل ہوتی رہی ہے جس کیلئے ہم خدائے قدوس کے شکر گزار ہیں۔

پاک محرم ایسوسی ایشن نے عزاداریٔ سید الشہداء کے سلسلے میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں اس کے علاوہ تعلیم، تبلیغ اور نشر و اشاعت کے سلسلے میں بھی اس کی خدمات گراں قدر اور قابلِ توجہ ہیں۔ اس ادارے کے افق پر پچاس سال کے عرصہ میں دیانتدار، معتبر اور روشن شخصیتوں کے شمس و قمر جگمگاتے رہے ہیں جن میں سے کچھ ہم میں نہ رہے اور آج جو چمک رہے ہیں خدا انہیں تا دیر سلامت رکھے۔ ان میں خصوصیت سے غلام نقی رضوی صاحب وہ بزرگ ہیں جن کی کم و بیش پوری زندگی اس ادارے کے انصرام و استحکام میں صرف ہو رہی ہے۔

اس ادارے نے بحمد اللہ اب کے برس اپنے پچاس سال انتہائی کامیابی کے ساتھ پورے کئے ہیں۔ اسکے تشکر کے طور پر یہ ادارہ یوم تکمیلِ دین کے نام سے ایک مقدس تقریب منعقد کر رہا ہے۔ میں اراکینِ گزشتہ کے بلندیٔ درجات کی دعا کے ساتھ ساتھ موجودہ اراکین کی توفیقاتِ دینی و دنیوی کے لیے دعا گو ہوں کہ انہوں نے عزاداری سے متعلق ادارے کی تقریب کو تکمیلِ دین کے حوالے سے منعقد کرنا چاہا ہے۔ عزاداری کا تکمیلِ دین سے جو رابطہ محکم ہے وہ معصومؑ کے ایک جملہ سے نمایاں ہے۔ جب امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ آپ محرم کو اتنی زیادہ اہمیت کیوں دیتے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: لئلا تنسونہ کما نسیتم الغدیر، ہم اس لئے اہمیت دیتے ہیں کہ کہیں تم غدیر کی طرح محرم کو بھی بھول جاؤ۔

مجھے امید ہے کہ یہ ادارہ ترقی کے مراحل طے کرتا رہے گا اور اپنے موجودہ مشاغل کے ساتھ ساتھ دیگر علمی اور تحقیقی مرحلوں میں بھی اپنے مخصوص انداز سے ملک و ملت کی خدمت انجام دیتا رہے گا۔

طالب جوہری

(۱۵ اپریل ۹۸ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

”عالمی معاشرہ اور قرآن حکیم“

گفتارِ مقدم

پاک پروردگار کی حتیٰ الامکان حمد و ثناء اور اس کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ اور ان کی آل اطہار پر بے پناہ درود و سلام کے بعد، ہم حسب وعدہ، نشتر پارک کراچی میں ۱۴۲۰ھ کے عشرۂ اوّل محرم الحرام میں ہونے والی مجالس کا ذخیرہ نذرِ قارئین کرام کر رہے ہیں۔ ان مجالس سے خطیبِ اعظم، شہنشاہ خطابت، مفسرّ قرآن، عالم و فقیہ، منبع رشد و ہدایت علامہ طالب جوہری صاحب مدظلہ نے بعنوان ”عالمی معاشرہ و قرآن حکیم“ خطاب فرمایا اور سورہ العلق کی ابتدائی آیات کو سرنامہ کلام قرار دیا۔

علامہ موصوف گزشتہ ربع صدی سے زائد پاک محرم ایسوسی ایشن (رجسٹرڈ) کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی مرکزی مجالس سے خطاب فرما رہے ہیں۔ اور سامعین کرام کے حضور قرآن و احادیث کی روشنی میں مختلف عنوانات کے تحت مقصدِ شہادت کا حقیقی رخ پیش کرنے کی جدوجہد میں مشغول ہیں۔ ان کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ ہے کہ اپنے عنوامات کے آغاز سے پہلے ”عزاداری سید الشہداء“ جو کہ ہمارا قومی تشخص ہے، اس کی اہمیت اور اس کی بقاء کے لئے سامعین کرام کی کوششوں کی طرف توجہ ضرور مبذول کرواتے ہیں۔ چنانچہ اس سال بھی انہوں نے پہلی مجلس میں جو ابتدائی کلمات ارشاد فرمائے وہ یوں ہیں ”عزیزانِ محترم ۱۴۱۹ھ کا آخری سورج کل شام ڈوب گیا اور آج ۱۴۲۰ ہجری کو پہلا دن ہے۔ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ اس دن سے ہماری فصل عزا کا آغاز ہو رہا ہے۔“

"پیغمبر اسلام نے ایک عجیب و غریب جملہ ارشاد فرمایا اور وہ جملہ اس قابل ہے کہ میرے محترم سننے والوں کی فکر میں ہمیشہ محفوظ رہے۔"

"میرا نبی فرما رہا ہے" "ان الفضل الحسین حرارة فی قلوب المونین لا نبرد ابداً۔" حسین کے قتل سے مومنوں کے دلوں میں ایک ایسی گرمی پیدا ہو گی جو قیامت تک ٹھنڈی نہیں ہو گی۔ قلوب مومنین میں قتل حسین سے ایک ایسی حدت پیدا ہو گی ایک ایسا جوش پیدا ہو گا جو قیامت تک ٹھنڈا نہیں ہو گا۔"

بات کو آگے بڑھاتے ہوئے علامہ سامعین کرام کی خدمت میں یہ پیغام دے رہے ہیں "یہ قلوب مومنین کی گرمی ہے جو تمہیں فرشِ عزا پر کھینچ کر لائی۔ اور سنو! موسم عزا طویل ہے۔ یہ فصلِ عزا طویل ہے۔ اس فرشِ عزا کو ضائع نہ ہونے دینا۔ حسینؑ کا نانا بڑا کریم تھا۔ حسینؑ بڑا سخی ہے حسینؑ کا باپ بہت بڑا سخی ہے حسینؑ کی ماں بہت بڑی سخی خاتون ہے۔ تو اس فصلِ عزا کو ضائع نہ ہونے دینا۔ مانگو جو مانگنا ہے۔"

ابتدائی کلمات کے بعد، علامہ موصوف، اپنے اصل موضوع سے متصل ہوئے فرماتے ہیں "عالمی معاشرہ اور قرآن حکیم" میں نے اس موضوع کو آگے بڑھانے کے لئے سورہ علق کی پہلی وحی ہے۔ پہلی وحی پیغمبر اکرم پر غار حرا میں جو پہلی وحی نازل ہوئی اس کی پانچ آیتیں اور میں نے سر نامہٗ کلام میں اس سورہ کی سات آیتیں پانچ پہلی وحی اور دو اس کے بعد کی محترم سننے والوں کی خدمت میں ہدیہ کیا۔"

اس کے بعد آنے والی ہر مجلس علامہ کی علمی صلاحیتوں اور قرآن و حدیث پر ان کی دسترس اور اصل مضمون پر ان کی گرفت کی ایک دلیل بن کر سامنے آتی جاتی ہے اور قارئین کرام کی دلچسپی کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ غرض کہ علامہ موصوف نے اپنے عنوان کو سامعین کرام پر واضح کرتے ہوئے نویں مجلس میں یوں خطاب فرمایا۔

عزیزان محترم "عالمی معاشرہ اور قرآن حکیم" کے عنوان سے ہم نے جس سلسلے گفتگو کا آغاز کیا تھا وہ سلسلہ گفتگو اختتام پذیر ہوا۔ قرآن مجید نے انسان کی عادت

پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ انسان "طغیان" کرنے کا عادی ہے۔ "طغیان" کے معنی اپنے کناروں سے نکل جانا۔ "طغیان" کے معنی اپنی حدوں کو توڑ دینا۔

"جب دریاؤں میں پانی بڑھ جاتا ہے اور دریا اپنے کناروں کی توڑ کر کھیتوں اور کھلیانوں میں داخل ہو جاتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ "طغیانی" آ گئی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دریا میں طغیانی آ گئی تو انسانیت کے کناروں کو توڑ دینے کا نام "طغیان"۔ انسانیت کے کناروں کو توڑ دینے کا نام ہے "طغیان" اور اس طغیان کا نتیجہ اچھا نہیں ہے۔"

آگے جاکر علامہ نے ان چند افراد و قوموں کی نشاندہی کی ہے جنھوں نے انسانی حدود کو توڑا اور اللہ سے سر کشی کی تو ان کا انجام مکمل تباہی تھی اور عالمی معاشرہ کو یہ پیغام دیا کہ "گورا ہو یا کالا، مشرق کا انسان ہو یا مغرب کا، اس براعظم کا ہو یا اس براعظم کا اس بات کو یاد رکھے کہ جس خدا نے کل کے ظالم کو نہیں چھوڑا وہ آج کے ظالم کو بھی چھوڑے گا نہیں"

ملک و ملت کے حوالہ سے علامہ فرماتے ہیں "ہم ملک و ملت کی تقویت چاہتے ہیں۔ اپنے ملک کو مضبوط دیکھنا چاہتے ہیں۔ اسی ملت اسلامیہ کو مضبوط دیکھنا چاہتے ہیں کہ آئندہ نسلیں مضبوط مسلمان پیدا ہوں۔ مضبوط پیدا ہوں لیکن ملک کے مستحکم ہونے کے لئے ضروری ہے کہ پورا جسم مستحکم ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ پورا جسم ٹھیک ہو۔ ہاتھ میں فالج ہو۔ پورا جسم ٹھیک ہو ٹانگ ٹوٹی ہوئی ہو بھئی سارے اعضا صحیح ہوں جب انسان صحیح ہو گا جتنے مسلک ہیں وہ جسم ملت کے اعضاء ہیں۔ اس لئے ہر مسلک کو جینے کا حق دے دو۔"

"ہم ملک و ملت کے لئے ہر تعاون کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ ہمارے اصول دین محفوظ رہیں۔ ہمارے شعائر مذہبی محفوظ رہیں۔ ہماری عزاداری محفوظ رہے۔ اور ہم تو ہیں ہی مظلوم کے ماننے والے ہم نے کبھی ظالم کو پسند نہیں کیا۔ ہم مظلوم پسند ہیں لیکن مظلوم کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ بزدل ہے مظلوم بزدل نہیں ہوتا۔ تو

جب مظلوم بزدل نہیں ہے تو ظالم اپنے کو بہادر نہ سمجھے۔"

یہ ہیں وہ پیغامات جن سے تمام مسالک اسلام کے علمائے کرام اور خصوصاً ہمارے اپنے نوجوان استفادہ کرتے ہوئے اپنے لئے آج کے معاشرہ میں ایک اعلیٰ مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ تو بھائیو! آگے بڑھو! اس پیغام کو عوام الناس تک پہنچاؤ اور خود اس پر عمل پیرا ہو کر یہ ثابت کر دو کہ کربلا والوں کی طرح جنہوں نے امام حسین کے ارشادات و فرامین پر عمل پیرا ہو کر "عمل سے علم" کو زندگی کے قالب میں ڈھالا تھا اسی طرح تم بھی ان پر عمل پیرا ہو کر اپنے لئے معاشرے میں ایک اعلیٰ مقام حاصل کر سکتے ہو کہ اسی میں اعلیٰ مراتب پوشیدہ ہیں۔" اللہ تمہیں خوشحال رکھے اور کوئی غم نہ دے سوائے غم حسینؑ کے۔

آخر میں ہم دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ علامہ طالب جوہری صاحب کو صحت کلی عطا فرمائے، ان کے علم اور صلاحیتوں میں اضافہ فرمائے تاکہ اسی طرح قوم کی رہنمائی کرتے ہوئے، عالمی و مقامی سطح پر قوم کے درجات میں اضافے کے لئے مفید کام کر سکیں۔ آمین۔

ہم شکر گزار ہیں جناب عنایت حسین رضوی، مالک محفوظ بک ایجنسی کے جن کے تعاون و اشتراک سے اس کاوش کو منظر عام پر لانے میں ہمیں کامیابی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے ادارہ کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین

احقر العباد

الحاج سید غلام نقی رضوی

صدر پاک محرم ایسوسی ایشن (رجسٹرڈ) و
مینیجنگ ٹرسٹی پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

۲۵/ مارچ ۲۰۰۰ء

سر نامۂ کلام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○
اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ ﴿۱﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ
عَلَقٍ ۚ ﴿۲﴾ اِقۡرَاۡ وَ رَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ ۙ ﴿۳﴾ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ ﴿۴﴾
عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ؕ ﴿۵﴾ کَلَّاۤ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ
لَیَطۡغٰۤی ۙ ﴿۶﴾ اَنۡ رَّاٰہُ اسۡتَغۡنٰی ؕ ﴿۷﴾ اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ
الرُّجۡعٰی ؕ ﴿۸﴾ (سُوۡرَۃُ الۡعَلَقِ : آیت ۱ تا ۸)

"(اے رسولؐ) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے (ہر چیز کو) پیدا کیا اسی نے انسان جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے علم کے ذریعے سے تعلیم دی۔ اسی نے انسان کو وہ باتیں بتائیں جن کو وہ کچھ جانتا ہی نہ تھا۔ سُن رکھو بے شک انسان جب اپنے کو غنی دیکھتا ہے۔ تو سرکش ہوجاتا ہے، بے شک تمہارے پروردگار کی طرف سے (سب کو) پلٹنا ہے۔"

(سُورۃ العلق ، آیت ۱ تا ۸)

مجلس اول

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○
اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾
اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ
مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ﴿۵﴾ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی ۙ﴿۶﴾ اَنْ رَّاٰهُ
اسْتَغْنٰی ؕ﴿۷﴾ اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی ؕ﴿۸﴾

عزیزان محترم ۱۴۱۹ ہجری کا آخری سورج کل شام کو ڈوب گیا اور آج ۱۴۲۰ ہجری کا پہلا دن ہے۔ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ اس دن سے ہماری فصل عزا کا آغاز ہو رہا ہے۔

پیغمبر اکرمؐ نے ایک عجیب و غریب جملہ ارشاد فرمایا اور وہ جملہ اس قابل ہے کہ میرے محترم سننے والوں کی فکر میں ہمیشہ ہمیشہ محفوظ رہے۔

میرا نبیؐ فرما رہا ہے۔ **ان لقتل الحسین حرارة فی قلوب المومنین لاتبرد ابدا۔** حسینؑ کے قتل سے مومنوں کے دلوں میں ایک ایسی گرمی پیدا ہوگی۔ جو قیامت تک ٹھنڈی نہیں ہوگی۔ قلوب مومنین میں قتل حسینؑ سے ایک ایسی حدت پیدا ہوگی۔ ایک ایسا جوش پیدا ہوگا جو قیامت تک ٹھنڈا نہیں ہوگا۔

میرے نبیؐ نے اس جملے میں اس بات کا اعلان کیا۔ بھئی! یہ جملے تمہارے ذہنوں میں محفوظ ہو جائیں۔ کہ قتل حسینؑ سے جو حرارت پیدا ہوگی۔ وہ ٹھنڈی نہیں ہوگی قیامت تک۔ قیامت تک کی بات وہی کرے گا جو علم غیب رکھتا ہو۔ سمجھ رہے ہو نا بات کو! تو ایک طرف میرے نبیؐ نے اپنے علم غیب کا اعلان کیا۔

اور عجیب بات ہے! دیکھو پیشین گوئی کا مطلب کیا ہے؟ اگر میں اس منبر سے اس وقت پیشین گوئی کروں۔ کہ ابھی تھوڑی دیر کے بعد رات آنے والی ہے۔ تو یہ پیشین گوئی نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ مطابق عادت ہے۔ یہ مطابق فطرت ہے۔

پیشین گوئی ہمیشہ حالات کے خلاف ہوتی ہے۔ اور واقعات کے خلاف ہوتی ہے۔ تو جو موافق مزاج ہو موافق عادت ہو وہ پیشین گوئی نہیں ہے۔ سمجھ رہے ہو بات کو۔ اچھا تو اب دیکھنا۔ کس وقت میرے نبیؐ نے یہ پیشین گوئی فرمائی۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ آرام سے سنتے جانا۔ ابتدائی تمہیدی گفتگو ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب آنے والا مدینے میں آتا تھا۔ تو پیغمبر اکرمؐ کے در دولت پر سلام کے لیے حاضر ہوتا تھا۔ تو آنے والے کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ شہزادوں کی چوکھٹ پر نہ جائے۔

ٹھیک ہے نا!۔ یعنی جو بھی رسولؐ کی ملاقات کو آیا۔ وہ شہزادوں سے ملاقات ضرور کرتا تھا۔ شہزادوں کی چوکھٹ پر ضرور آیا کرتا تھا۔ تو یہ جو پیشین گوئی ہے نا۔ یہ حالات کو دیکھ کر نہیں ہے۔ بھئی! بہت نازک مرحلہ فکر ہے اور اسی نازک مرحلہ فکر پر روک کر اپنے سننے والوں کو آگے لے جاؤں گا۔ یعنی اگر یہ ہوتا کہ حسینؑ مستقبل میں امامؑ بنیں گے۔ اور حسینؑ پوری کائنات کی قیادت اپنے ہاتھوں میں لے لیں گے۔ تو یہ حالات کو دیکھ کر پیشین گوئی ہوتی۔

اب یہ کیسے ممکن تھا؟ کہ آج کا سلام کرنے والا مسلمان۔ کل خیموں کو آگ لگائے گا۔ سمجھ رہے ہونا بات کو! ذرا! میں تمہیدی مرحلوں میں اپنے سننے والوں کو روکنا چاہ رہا ہوں۔ کہ یہ روایت واضح ہوجائے۔ تو پھر میں آگے بڑھ جاؤں۔ یہ قلوب مومنین کی گرمی ہے۔ جو تمہیں فرش عزا پہ کھینچ کر لائی۔

اور سنو! موسمِ عزا قلیل ہے۔ یہ فصلِ عزا طویل ہے۔ اس فصلِ عزا کو ضائع نہ ہونے دینا حسینؑ کا نانا بڑا کریم تھا۔ حسینؑ بڑا سخی ہے۔ حسینؑ کا باپ بہت بڑا سخی ہے۔ حسینؑ کی ماں بہت بڑی سخی خاتون ہے۔ تو اس فصل عزا کو ضائع نہ ہونے دینا۔ مانگو جو مانگنا ہے۔

میں کس طرح، کیسے اپنے سننے والوں کی خدمت میں عرض کروں؟ کچھ مسائل ہیں۔ اور ان مسائل کو اپنے سننے والوں کی خدمت میں ہدیہ کرنا ہے۔ مانگو! حسینؑ کے نانا سے، مانگو حسینؑ کی ماں سے مانگو، حسینؑ کے باپ سے مانگو، حسینؑ کے بھائی سے مانگو، حسینؑ سے مانگو۔ راہب آیا! بھئی سننا! راہب آیا حسینؑ، رسولؐ کی گود میں بیٹھے ہیں۔ بچہ ہے بیٹھا ہوا ہے۔ راہب آیا۔ اور عرض کی اللہ کے رسولؐ سب کچھ ہے۔ میرے پاس بیٹا نہیں ہے۔ اللہ کے رسولؐ آپ ایک بیٹا دے دیں۔

یعنی کمال کی بات ہے جہاں سننے والوں کو لے کر آگیا ہوں، عیسائی راہب آیا۔ اللہ کے رسولؐ میرے پاس سب کچھ ہے بیٹا نہیں ہے۔ مجھے ایک بیٹا دے دیں۔ ایک مرتبہ رسولؐ نے اُس راہب کی پیشانی دیکھی اور دیکھ کر کہنے لگے کہ تیری تقدیر میں بیٹا نہیں ہے۔ جیسے ہی زبان مطہر سے یہ جملہ نکلا کہ تیری تقدیر میں بیٹا نہیں ہے۔ گود میں بیٹھا ہوا بیٹا بولا۔ نانا میں نے اسے ایک بیٹا دیا۔

سن رہے ہو یہ جملے۔ نبیؐ نے ماتھا دیکھا عیسائی راہب کا اور فرمانے لگے تیری تقدیر میں بیٹا نہیں ہے۔ گود کا بیٹا بولا نانا میں نے اسے ایک بیٹا دیا۔ بڑی ذمے داری سے روایت کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں پیغمبرؐ نے کہا حسینؑ اس کی تقدیر میں بیٹا نہیں ہے۔ کہا نانا میں نے دو بیٹے دیئے۔ کہا حسینؑ یہ کر کیا رہے ہو۔ اس کی تقدیر میں بیٹا نہیں ہے۔ کہا نانا میں نے تین بیٹے دیئے۔

بھئی سن رہے ہو نا! عیسائی راہب نے مانگا تھا نانا سے۔ ملے نواسے سے۔ ہوتے ہوتے بات سات بیٹوں تک گئی اچھا نانا کہتا رہا کہ حسینؑ اس کے مقدر میں بیٹا نہیں ہے اور نواسہ بیٹے دیتا رہا۔ سات بیٹے دیئے۔ رکے رہو اب تم سوچو گے نا۔ کہ بھئی نانا کہہ رہا کہ راہب کی تقدیر میں بیٹا نہیں ہے۔ سوچو گے نا۔ ذرا اس طریقے سے سنو۔ جس طریقے سے آج میں بول رہا ہوں اور نواسہ کہہ رہا کہ میں نے ایک بیٹا دیا دو بیٹے دیئے تیسرا بیٹا دیا چوتھا بیٹا دیا یہ مسئلہ کیا ہے؟

تو سنو سورہ انعام قرآن مجید کا چھٹا سورہ ہے اور اُس سورہ کی دوسری آیت جا کر

دیکھ لینا۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰی اَجَلًاؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ (سورہ انعام آیت ۲)

میں نے پوری آیت نہیں پڑھی۔ اللہ نے تمہیں گیلی مٹی سے بنایا ہے اور گیلی مٹی سے بنانے کے بعد اللہ نے تمہاری موت کا ایک وقت معین کیا ہے۔ "قَضٰی اَجَلًا" موت کا ایک وقت معین کیا ہے۔ پھر بھی تم شک کر رہے ہو۔

"وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَهٗ" اور موت کا ایک اور بھی وقت ہے۔ جو فقط اس کے علم میں ہے کسی اور کے علم میں نہیں ہے۔ توجہ ہے ترجمہ پر یعنی ہر انسان کی موت کے دو وقت ہیں۔ ایک وہ جو فرشتوں کو بتا دیا۔ ایک وہ جو فقط اس کے علم میں ہے۔ کسی اور کے علم میں نہیں ہے۔ تو اگر دو وقت ہوں گے موت کے تو پھر پیدائش کے بھی تو دو ہی وقت ہوں گے نا؟

توجہ رکھنا۔ توجہ رکھنا۔ ابھی تو میں منزل تمہید میں ہوں اور منزل تمہید کو بہت زیادہ طویل نہیں کروں گا۔ لیکن یہ بات تم تک پہنچ جائے کہ دو وقت ہیں موت کے ایک فرشتوں کو بتا دیا ایک اللہ کے اپنے علم میں ہے اور اگر اب بھی نہ مانو تو کیا قرآن کی وہ آیت بھول گئے۔

یَمْحُو اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْکِتٰبِ (سورہ الرعد آیت ۳۹)

اللہ جس حکم کو چاہے مٹا دے اور اس کی جگہ دوسرا حکم رکھ دے۔ "عندہ ام الکتاب" اصل کتاب تو اس کے پاس ہے تو اللہ مٹاتا بھی ہے لکھتا بھی ہے۔ اگر یہ بات پہنچ گئی میرے سننے والوں تک تو یہیں تو مجھے لانا تھا آج کے مرحلہ فکر تک۔ کہ دو علم ہیں۔ ایک جو بتلا دیا دوسرا جو مٹایا پھر بتایا۔

بھئی! سنتے جانا ابھی تو میں روک رہا ہوں نا تمہید میں، اور یہ تمہید کام آجائے گی۔ کسی مرحلے پر۔ اگر میرے سننے والے میرے ساتھ چلے۔ تو دو علم ہیں اللہ کے۔ ایک وہ جو اس نے لوح محفوظ میں لکھ دیا۔ یہ ایک علم۔ اور پھر، اسے مٹا کر دوسرا لکھ

دیا۔ یہ دوسرا علم۔ تو اب یہ کیسے پتا چلے۔ کہ اللہ نبیوں کو جو علم دیتا ہے وہ علم حتمی ہے یا علم مشروطی ہے۔

بھئی توجہ رہے توجہ رہے!۔ دو قسم کے علم ہوگئے اللہ کے۔ ایک حتمی علم ہے۔ اس وقت تو مرنا ہی ہے جو حتمی علم ہے۔ اور اس وقت ٹل جانا ہے جو مشروط علم ہے۔ تو پوچھو گے نا کہ یہ میں نے کہاں سے کہہ دیا۔ تو بڑا مشہور واقعہ ہے اس منبر سے ۱۲۔ ۱۳ سال قبل اس واقعہ کو دہرایا تھا۔ تو اس لیے تمہارے سامنے آج دہرا رہا ہوں کہ یہ واقعہ حضرت داؤد علیہ السلام حضرت عیسیٰؑ دونوں سے منسوب ہے۔

ایک لکڑہارا اپنے سر پہ لکڑی کا گٹھر لیے ہوئے جا رہا تھا۔ عیسیٰؑ یا داؤدؑ کی نگاہ پڑی اور انہوں نے کہا کہ یہ آج رات تک مر جائے گا۔ اگر خدا نے چاہا تو یہ آج رات تک مر جائے گا، اب وہ لوگ، جنہوں نے اس جملے کو سنا نبی کی زبان سے کہ آج رات مر جائے گا وہ اس سراغ میں لگ گئے کہ دیکھیں مرتا ہے یا نہیں۔ یہ ہے ایمان بالنبوت۔ یہ تھا نبوت پر ان کا ایمان کہ سراغ میں لگ گئے۔

بھئی جب نبی نے کہہ دیا کہ اگر خدا نے چاہا تو یہ مر جائے گا تو مان لو! بھئی ضرورت کیا ہے کہ سراغ میں لگ جاؤ لیکن لگے دیکھنے کہ وہ مرا یا نہیں۔ مگر وہ مرا نہیں۔ صبح کو آئے۔ یا نبی اللہ! وہ لکڑہارا کہ جس کے لئے فرمایا تھا کہ خدا نے چاہا تو یہ مر جائے گا۔ وہ تو زندہ ہے۔ نبی نے کہا بلاؤ آیا۔ کہا کہ تو نے جو سر پر گٹھا اٹھایا ہوا تھا۔ وہ گٹھا کہاں ہے کہا کہ یا نبی اللہ میں نے ابھی اسے کھولا نہیں۔ نبی نے کہا! اسے میرے سامنے کھولو۔ اس نے کھولا۔ تو تاریخ انبیاء کا واقعہ ہے۔ اس میں سے ایک ناگ سرکتا ہوا نکلا اور چلا گیا۔

سن لیا تم نے واقعہ۔ بھئی! عجیب بات ہے؟ نبیؑ نے پوچھا۔ کہ اے شخص تو جب اپنے گھر واپس آیا تھا۔ تو تو نے اس وقت سے لے کر اب تک کوئی کام کیا۔ کوئی نیا کام کیا۔ کہا کہ یا نبی اللہ! ایک غریب آ گیا تھا اسے صدقہ دیا تھا۔

بھئی سنتے جاؤ! ایک غریب آ گیا تھا اسے صدقہ دے دیا۔ کہا صدقے نے بلا ٹال

دی۔ صدقے نے موت ٹال دی۔ بھئی چند روپے دے دیئے۔ موت ٹل گئی یا نہیں؟ توجہ! توجہ رہے۔ تو یہ وہ موت ہے جو ٹل جاتی ہے۔ لیکن جب آخری وقت آجاتا ہے حتمی۔ یہ ہے علم مشروط، شرط کے ساتھ۔ تو یہ موت ٹل سکتی ہے، اور جو آخری وقت ہو حتمی وہ ٹلتا نہیں ہے۔

اللہ! اپنے محبوب بندوں کو، علم حتمی بھی دیتا ہے۔ اور علم مشروط بھی دیتا ہے۔ میں چاہ رہا ہوں کہ میرے محترم سننے والے کہیں پہنچ جائیں اور وہیں پہنچانا مقصود ہے۔ پھر سننا۔ نوجوان دوستوں کو متوجہ کر رہا ہوں۔ اللہ کبھی حتمی علم دیتا ہے۔ جو یقیناً ہو گا۔ کبھی مشروط علم دیتا ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو ہو گا۔ اگر اللہ نے نہ چاہا تو نہیں ہو گا۔ اب کیسے پتا چلے کہ نبی جو کہہ رہا ہے۔ وہ علم حتمی ہے یا علم مشروط ہے۔

تو نبی کے جملے کو دیکھ لو۔ اگر ان شاء اللہ سے کہے۔ تو مشروط ہے چاہے ہو۔ چاہے نہ ہو۔ چلتے رہو چلتے رہو میرے ساتھ چلتے رہو اس لیے کہ چاہ رہا ہوں کہ ذرا سطح عمومی سے بلند بات ہدیہ کردوں اور پھر آگے جاؤں مگر بھئی توجہ رہے۔

اگر نبیؑ نے کوئی جملہ کہا تو ہم کیسے معلوم کریں کہ حتمی بات ہے یا شرطیہ بات ہے۔ تو اگر ان شاء اللہ سے کہے۔ تو شرطیہ ہے شاید ہو۔ یا شاید نہ ہو۔ اگر اللہ چاہے گا تو ہو گا نہیں چاہے گا تو نہیں ہو گا۔ اور اگر اس نے کہہ دیا کہ یہ ہو کے رہے گا یہ ہو کے رہے گا تو پھر یہ علم حتمی ہے۔ بھئی توجہ رہے۔ ذُوالعشیرہ کی دعوت میں، میرے نبیؑ نے یہ نہیں کہا کہ جو میری مدد کرے گا ان شاء اللہ خلافت دوں گا۔ نہیں حتمی دوں گا۔ صلوات!

بات پہنچ رہی ہے میرے محترم سننے والوں تک۔ بھئی توجہ رہے جو میری مدد کرے گا۔ اسے میں خلافت دوں گا۔ ان شاء اللہ دوں گا نہیں! یعنی خلافت مدد کرنے والے کی حتمی ہے۔ جاؤ جتنی کتابیں ملیں حدیث کی۔ مسلمان علماء کی لکھی ہوئی کتابیں۔ جتنی بھی ہیں ان سب میں دیکھ لینا۔ نبیؑ نے فرمایا میرے بعد، میرے بارہ خلیفہ ہوں

گے۔ ان شاء اللہ نہیں ہے۔ صلوات!

عجیب بات ہے! جو میری مدد کرے گا اسے خلافت دوں گا۔ ان شاء اللہ نہیں ہے۔ میرے بعد بارہ امام ہوں گے۔ بارہ خلیفہ ہوں گے۔ جاؤ بخاری شریف میں دیکھو، صحیح مسلم شریف میں دیکھو۔ روایت ہے یا نہیں۔ کنز العمال میں دیکھو، ملا علی متقی ؒ کی کتاب میں دیکھو۔

میرے بعد بارہ، خلیفہ ہوں گے۔ ان شاء اللہ ہوں گے۔ نہیں، بارہ کا آنا حتمی ہے۔ مہدیؑ ظہور کرے گا ان شاء اللہ نہیں۔ ظہور مہدی حتمی ہے۔ عیسیٰؑ نازل ہوں گے ان شاء اللہ نہیں۔ نزول عیسیٰؑ حتمی ہے۔ اور اب میرے نبیؐ نے آواز دی کل میں یقیناً خیبر میں علم دوں گا ان شاء اللہ۔ نہیں حتمی دوں گا۔

بھئی! اب جملہ آگیا ہے۔ تو سنتے جاؤ۔ اب رکنا نہیں مجھے۔ پھر راہب کے واقعہ کی طرف جانا ہے۔ **لاعطین رایت غداً رجلاً کراراً غیر فرارٌ** میں کل علم عطا کروں گا۔ کل میں علم عطا کروں گا ان شاء اللہ نہیں۔ تو علم کا ملنا حتمی ہے؟ اب ساری دنیا بھی زور لگالے تو یہ علم علیؑ کے علاوہ کسی نجس ہاتھ میں نہیں جاسکتا۔ صلوات۔

لاعطین رایت غدارجلا کرارا غیر فرار کل میں علم عطا کروں گا۔ تو اب میں نے کبھی کوئی آیت پڑھی تھی۔ لیکن استدلال لیتے جاؤ۔ قیامت تک اس استدلال کو یاد رکھنا "**لاعطین**" میں عطا کروں گا۔ ہے نا آیت "**اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ**"۔ ہم نے کوثر عطا کر دیا۔ ہم نے کوثر دیا نہیں ہے۔ عطا کر دیا۔ عطا کر دیا۔ ہم نے کوثر عطا کیا۔

توجہ رہے اچھا۔ تو وہاں کیا کہا سورہ والضحیٰ میں " **وَ لَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰىؕ** حبیب ہم تجھے اتنا عطا کریں گے۔ کہ تو راضی ہو جائے گا۔ عطا۔ عطا۔ دیا نہیں۔ میں نے بڑا فرق بتایا ہے مختلف تقریروں میں اور آج ایک فرق بتا کے پھر آگے بڑھوں گا۔ یہ فرق لینے جانا مجھ سے۔

بھئی عجیب بات یہ کہ عطا، دے دیا۔ عطا کر دیا۔ فرق کیا ہے؟ سلمانؑ نے دعا مانگی۔ پروردگار مجھے ایسی حکومت دے دے۔ جو میرے بعد کسی اور کو نہ ملے۔ جواب جانتے ہو کیا ہے قرآن میں؟

بھئی کمال کی بات ہے **رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ** (سورہ ص آیت ۳۵)۔ پروردگار مجھے ایسی حکومت دے دے ایسا ملک دے دے جو میرے بعد کسی اور کو نہ ملے۔ جواب آیا قرآن میں۔ **ھٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِکْ بِغَیْرِ حِسَابٍ**" (سورہ ص آیت ۳۹) "(سلمانؑ) ہم نے تمہیں حکومت دے دی چاہے رکھو۔ چاہے بانٹ دو۔ ہم نے حکومت دے دی۔ چاہے رکھو چاہے بانٹ دو۔ اب یہ تمہاری ملکیت ہے ہم پوچھیں گے نہیں۔ تو عطا، پانے والے کی ملکیت بن جاتی۔

بھئی توجہ رہے۔ توجہ رہے۔ عطا پانے والے کی ملکیت بن جاتی ہے۔ اسی لیے رسولؐ نے کل تک علم عطا نہیں کیا تھا۔ دیا تھا واپس لیا۔ اور اب جس کے ہاتھ میں جا رہا ہے۔ اسے عطا ہو رہا ہے۔ اب علم ہے علیؑ کی ملکیت اب قیامت تک علیؑ والوں کے گھروں پر لہراتا نظر آئے گا۔

سن رہے ہو نا! سن رہے ہو نا بھئی عجیب مرحلہ فکر ہے۔ میرے نبیؐ نے ماتھا دیکھ کر کہا۔ تیری تقدیر میں بیٹے نہیں ہیں۔ اور وہ جو گود میں بیٹھا ہوا ہے نواسہ۔ کہہ رہا ہے ایک بیٹا دیا، دوسرا دیا۔ تیسرا دیا۔ چوتھا دیا۔ پانچواں دیا۔ تو تم نے دیکھا نبیؐ کہہ رہے ہیں نہیں ہے۔ نواسہ کہہ رہا ہے میں نے دے دیا۔ یہ ہوا کیا؟ نبیؐ کہہ رہا تھا تقدیر مشروط ہے۔ نواسہ کہہ رہا تھا علم حتمی ہے۔ پہنچ گئی بات، پہنچ گئی بات۔

بھئی دیکھو! میں اس مرحلہ کو اس سے زیادہ آسان نہیں کر سکتا تھا۔ نبیؐ نے آواز دی علم مشروط ہے۔ حسینؑ بولا علم حتمی ہے۔ بھئی توجہ رہے توجہ رہے۔ حسینؑ نے علم حتمی سے جواب دیا۔ کہ اگر یہ مانگے گا۔ میرے نانا سے مانگے گا۔ جب نانا انکار کرے گا۔ تو پھر میں وسیلہ بن کر اسے دے دوں گا۔

بھئی سمجھ میں آ گئی نا بات! تو یا رسولؐ اللہ! یا رسولؐ اللہ! جب تھا اس کی تقدیر میں شرطیہ ہی صحیح۔ تو آپؐ ہی دے دیتے۔ کہا نہیں۔ اپنی گود میں حسینؑ کے لئے غدیر بنا رہا ہوں۔ صلوات۔

پہنچ رہی ہیں نا۔ پہنچ رہی ہیں باتیں۔ بھئی سننا، سننا خدا کی قسم سننا۔ اچھا تو سات بیٹے دیئے۔ سات بیٹے دے دیئے۔ ایک دیا۔ دو دیا۔ تین دیا۔ چوتھا دیا۔ پانچواں دیا۔ چھٹا دیا۔ ساتواں دیا۔ کہا بیٹے بس۔ اچھا تو یہ علم حتمی کی بات آ گئی۔ پیغمبر نے کہا بیٹے بس۔ عیسائی راہب نے حسینؑ کا چہرہ دیکھا اور کہنے لگا۔ آپؑ کسی دن میرے گھر زحمت فرمائیے گا۔ عجیب جملہ ہے تاریخ کا۔ آپؑ کسی دن میرے گھر زحمت فرمائیے گا۔ دیکھو ابھی تو وعدہ ہے۔ ہے نا! ابھی وعدہ ہے کہ تجھے سات بیٹے دیئے۔ ابھی دیئے تو نہیں نا۔ وعدہ ہے لیکن عیسائی تھا۔ چہرہ دیکھ کر پہچان گیا۔ ہم ہوتے تو شاید معجزہ دیکھ کر بھی نہ پہچان پاتے۔

فرزند رسولؐ آپ کسی دن میرے گھر آیئے گا۔ بچے نے نانا کی گود سے آواز دی کہ ہاں میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایک دن تیرے گھر آؤں گا۔ نبیؐ گزر گئے۔ سیدہؑ گزر گئیں۔ دیکھو یہ ہماری فصل عزا ہے۔ علیؑ اس دنیا سے گئے۔ حسنؑ بھی گئے۔ کربلا ہو گئی اور اب قیدیوں کا لٹا ہوا قافلہ چلا تمہارے سننے کے لئے یہ جملے پیش کر رہا ہوں۔ قیدیوں کا لٹا ہوا قافلہ چلا۔ چلتے چلتے ایک عیسائی کے دیر کے قریب یہ قافلہ پہنچا۔ فوج یزید نے بھی بیبیوں کو عیسائی کے دیر کی چھاؤں میں بیٹھنے کی اجازت دے دی۔ بیبیاں بیمار امامؑ کے ساتھ چھاؤں میں بیٹھ گئیں۔ اور وہ نیزے جن کی انیوں پر سر بندھے ہوئے تھے۔ انہیں دیوار سے لگا کر کھڑا کر دیا گیا۔

بھئی سنتے جاؤ خدا کی قسم۔ سنتے جاؤ۔ سورج ڈوبا۔ بیبیوں نے نمازیں پڑھیں۔ بیمارؑ نے نمازیں پڑھیں۔ آدھی رات کے قریب۔ دیکھو پورا سناٹا ہے۔ قیدیوں کے مجمعے میں پورا سناٹا ہے۔ امام سجدہ شکر میں ہیں، بیبیاں سسکیاں لے رہی ہیں کوئی آواز نہیں ہے۔ راوی کہتا ہے کہ اس لٹے ہوئے قافلے کے جو قیدی بیٹھے ہوئے تھے نا۔ ان

میں سے صرف ایک آواز بلند تھی کسی بچی کی آواز **وا ابتاہ! واحسینا۔ و ابتاہ! واحسینا!** میرا بابا میرا حسینؑ بس یہ آوازیں بلند تھی۔

بھئی سننا، سننا تمہیں کہیں لے جانا چاہ رہا ہوں۔ میرا بابا میرا حسینؑ ۔ وہ جو عیسائی تھا نا راہب اپنے دیر کے اندر وہ سو رہا تھا۔ اس کی زوجہ نے اُسے اٹھایا اور کہا سن باہر جو قیدی بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے کوئی حسینؑ کا نام لے لے کر رو رہا ہے۔ تو جیسے ہی وہ **"واہ حسینا"** کہتا ہے میرے دل میں خلجان پیدا ہوتا ہے۔ بھئی سننا۔ اجرکم علی اللہ۔

میرے دل میں ایک خلجان پیدا ہوتا ہے۔ کہ حسینؑ تو وہ ہے جس نے مجھے سات بیٹے دیئے ہیں۔ اب کچھ سمجھ میں آئی بات۔ حسینؑ تو وہ ہے جو مجھے سات بیٹوں کا دینے والا ہے۔ تو یہ جو بچی رو رہی ہے نا۔ حسینؑ کا نام لے کر مجھے پریشانی ہو رہی ہے۔ مجھے ہول ہو رہا ہے۔ کہیں میرے حسینؑ کو کچھ نہ ہو جائے۔ تو تم جاؤ۔ اور انہیں منع کر کے آؤ۔ کہ جس کا جی چاہے نام لے لے۔ مگر میرے حسینؑ کا نام نہ لے۔ اجرکم علی اللہ۔ اجرکم علی اللہ۔

راہب باہر آیا اور باہر آنے کے بعد شہزادی زینبؑ کے پاس آیا اور کہا بی بی ٹھیک ہے تم دیر کے کنارے رو۔ اور مجھے تمہارے رونے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن تمہارے بچوں میں سے کوئی بچہ حسینؑ کا نام لے کر رو رہا ہے اور حسینؑ کا ہم یہ احسان ہے۔ یہ جو سات بیٹے جوان ہیں نا میرے پاس یہ حسینؑ کے دیئے ہوئے ہیں تو دیکھو حسینؑ کا نام لے کر گریہ نہ کرو۔ کہا راہب جا اب یہ بچی حسینؑ کا نام لے کر نہیں روئے گی۔

رو رہے ہو۔ تم خوش قسمت ہونا۔ تم خوش قسمت تو ہونا حسینؑ کا نام لے کر رو رہے ہو۔ اچھا تو اب یہ بچی حسینؑ کا نام لے کر نہیں روئے گی۔ وعدہ کر لیا شہزادی زینبؑ نے۔ راہب واپس چلا۔ راہب دیر میں داخل ہونا چاہتا تھا کہ کہیں سے آواز آئی کہ راہب میرا اسلام قبول کر۔ اب جو راہب نے مڑ کر دیکھا ایک کٹے ہوئے سر

سے نور ساطع ہے۔ ایک چہرے سے نور ساطع ہے۔ راہب نے اس چہرے کو سلام کیا اور دوڑتا ہوا آیا خولی کے پاس۔

کہا کچھ دیر کے لیے یہ سر مجھے دے دے۔ بھئی سنو گے نا یہ جملہ۔ کچھ دیر کے لیے یہ سر دے دے۔ کہا نہیں میں نے تو عہد کیا ہے کہ میں یزید کے سامنے اسے کھولوں گا۔ تاکہ مجھے یزید سے انعام ملے۔ کہا کتنے انعام کی توقع ہے۔ کہا دس ہزار درہم۔ پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ جملے عرض کر رہا ہوں۔

راہب گیا دوڑتا ہوا پوری دس ہزار درہم کی پوٹلی اٹھا لایا۔ اور کہا یہ دس ہزار درہم لے لے۔ کچھ دیر کے لیے یہ سر دے دے خولی نے سر کھولا کچھ دیر کے لئے راہب کے ہاتھ میں دے دیا۔ راہب اس سر کو لیے ہوئے آیا۔ اپنی عبادت گاہ میں آیا اس حجرہ میں آیا جہاں اس کا مصلا تھا۔ اس نے مصلے کے اوپر سر کو رکھا۔ کہا اتنا تو پتہ چل گیا کہ آپ اللہ کے کوئی محبوب ہیں۔ لیکن کچھ بتلا تو دیں کہ آپ ہیں کون؟ سر سے آواز آئی کہ راہب تو نے مجھے نہیں پہچانا اور تو پہچان بھی نہیں سکتا۔ اس لیے کہ جب تو نے پہلی بار دیکھا تھا۔ تو میں اپنے نانا کی گود میں تھا۔

اجرکم علی اللہ! اجرکم علی اللہ! میں نے واقعتاً اپنے محترم سننے والوں کو زحمت دی۔ اب میں پورا واقعہ کیا بیان کروں۔ لیکن جملے سنتے جاؤ اب یہ راہب اس سر سے باتیں کر رہا تھا۔ کہ بس ہاتف غیبی نے آواز دی راہب آنکھوں کو جھکا لے۔ حوّاؑ آ رہی ہیں۔ سارہؑ آ رہی ہیں۔ بھیا آ رہے ہیں۔ راہب، آنکھوں کو جھکا کر۔ دو زانوں بیٹھ گیا۔ حوّاؑ آ رہی ہیں۔ سارہؑ آ رہی ہیں، ہاجرہؑ آ رہی ہیں۔ مریمؑ آ رہی ہیں۔ راہب دو زانوں ہو کر سر کو جھکا کر بیٹھا ہوا ہے۔ ایک مرتبہ آواز آئی۔ راہب آنکھوں کو بند کر لے اور کھڑا ہو جا۔ ارے حسینؑ کی ماں فاطمہؑ زہرا آ رہی ہیں۔

سن لیا نا! سن لیا تم نے بھئی یہیں لانا تھا۔ تم خوش قسمت ہو کہ آج کی طاقتیں تمہیں رونے کی اجازت دیتی ہیں۔ تم خوش قسمت ہو کہ تمہیں ماتم کی اجازت ہے۔ تم خوش قسمت ہو۔ کہ تمہیں حسینؑ کا نام لینے کی اجازت ہے۔ وہ بچی جو اپنے باپ کا نام

لے کر رو نہیں سکتی تھی۔ اس بچی کو اگر نگاہ میں رکھو۔ تو بہت خوش قسمت ہو۔

اب میں پوچھنا چاہ رہا ہوں اپنے سارے محترم سننے والوں سے۔ اتنے مصائب۔ اتنے شوائد۔ اتنی پریشانیاں۔ بھوک پیاس۔ بھئی حسینؑ بھی وہی کرتے جو ساری دنیا نے کیا۔ تو شاید یہ مصائب سامنے نہ آتے۔ بھئی ساری دنیا نے کیا کیا؟ ساری دنیا نے یزیدؑ کے ہاتھ میں بیعت کرلی۔ تو یہی تو ہوا نا۔

حسینؑ بھی وہی کر لیتے۔ تو نہ مصائب ہوتے نہ شرائد ہوتے۔ نہ پریشانیاں ہوتی۔ نہ مصیبتیں ہوتی۔ نہ بھوک ہوتی نہ پیاس ہوتی۔ تو اتنا طے ہو گیا۔ کہ جو ساری دنیا نے کیا وہ میرے حسینؑ نے نہیں کیا۔ اور جو میرے حسینؑ نے کیا وہ ساری دنیا نے نہیں کیا۔ تو آج جو دین ہے اسے اکیلے میرے حسینؑ نے بچایا۔

دیکھو بہت نازک مرحلہ فکر ہے۔ جس نازک مرحلہ فکر پر اپنے سننے والوں کو روکنا چاہ رہا ہوں۔ آج جو دین ہے۔ آج جو کلمہ ہے۔ آج جو قرآن ہے۔ آج جو اسلام کا نام ہے۔ وہ اکیلے حسینؑ کے دم سے ہے۔ بھئی یہیں میں روکنا چاہوں گا۔ اپنے سارے سننے والوں کو کہ ساری دنیا یزیدؑ کی بیعت کرلے حسینؑ نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ کیوں ممکن نہیں ہے اس لیے کہ حسینؑ ہے قرآن کریم اور یزیدؑ ہے انسانی معاشرہ۔ معاشرہ قرآن کی پیروی کر سکتا ہے۔ قرآن معاشرے کی پیروی نہیں کر سکتا۔

ہم اس مرحلے پہ اپنے موضوع سے متّصل ہوئے۔ عالمی معاشرہ اور قرآن حکیم۔ میں نے اس موضوع کو آگے بڑھانے کے لیے سورہ علق کا انتخاب کیا۔ سورہ علق پہلی وحی ہے۔ پہلی وحی پیغمبر اکرمؐ پر غار حرا میں نازل ہوئی اس کی پانچ آیتیں۔ میں نے سرنامہ کلام میں اس سورہ کی سات آیتیں پانچ پہلی وحی اور دو اس کے بعد کی اپنے محترم سننے والوں کی خدمت میں ہدیہ کیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیمO اقرا باسم ربک الذی خلقO حبیب پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے خلق کیا ہے۔ **خلق الانسان من**

علقO تمہارے رب نے انسان کو جمے ہوئے خون سے خلق کیا۔ حبیب پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے خلق کیا۔ بھئی پڑھا لکھا مجمع میرے سامنے ہے۔

پہلی وحی ہے۔ پہلی وحی ہے۔ حکم کیا ہے۔ پڑھو اپنے رب کے نام سے۔ میرا محمدؐ مڑ کر نہیں پوچھتا کہ یہ رب ہے کون؟ میرا نبیؐ مڑ کر نہیں پوچھتا۔ بھئی اگر مجھ سے پہلی مرتبہ بات کریں۔ اور کہیں پڑھو اپنے رب کے نام سے تو میں پوچھوں گا۔ مڑ کر میرا رب ہے کون؟ بھئی ذرا رب تو بتلا دو۔ رسول کو پہلی مرتبہ بتلایا گیا کہ اپنے رب کے نام سے پڑھو اور رسول نے مڑ کر نہیں پوچھا یہ ہے کون؟ یعنی رسول آنے سے پہلے رب کو مانتا بھی تھا جانتا بھی تھا۔ پہنچ رہی ہے بات، پہنچ رہی ہے بات۔

میں آگے تشریح کروں گا۔ کہ تمہارے معاشرے کی بنیادیں کیا ہیں؟ اور ظاہر ہے تمہارے شہر کے معاشرے کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ میں تو اس گلوبل فہرست میں جو معاشرہ پایا جاتا ہے۔ اس پوری زمین پر جو معاشرہ پایا جاتا ہے اس معاشرہ کی بات کر رہا ہوں **الذی علم بالقلم** جس نے قلم سے لکھنا سکھلایا۔ اور انسان کو سب کچھ سکھلا دیا جو انسان نہیں جانتا تھا۔

کلا ان الانسان لیطغی عجیب بات ہے دیکھو قرآن ہے عجیب بات ہے دیکھو انسان بڑی سرکشی کرنے والی مخلوق ہے۔ انسان بڑی سرکشی کرتا ہے۔ **ان ر اہ استغنیٰ** جب وہ محسوس کرتا ہے کہ ہم مستغنی ہو گئے اور ہم کسی کے محتاج نہیں رہے۔ تو سرکشی پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

بھئی عجیب بات ہے انسان سرکش اس وقت بنتا ہے۔ جب محسوس کرتا ہے کہ ہم تو غنی ہو گئے۔ تو غنی ہونا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ غنی ہو جانا، مستغنی ہو جانا، بے نیاز ہو جانا۔ حاجت مند نہ رہنا۔ اچھی بات نہیں ہے۔ اس کے بعد آواز دی کتنے ہی غنی ہو جاؤ کتنے ہی بے نیاز ہو جاؤ۔ کتنی ہی بڑی طاقت کیوں نہ بن جاؤ۔ **''ان الیٰ ربک الرجعیٰ''** تمہیں واپس تو رب ہی کی بارگاہ میں جانا ہے۔

رکے رہو۔ اس لیے کہ اب دامن وقت میں زیادہ گنجائش بھی نہیں ہے۔ لیکن

یہاں روکوں گا اپنے سننے والوں کو۔ بھئی ان آیات میں انسان کے سفر پر گفتگو ہے۔ انسان کی زندگی پر یہ تمہیدیں ہیں۔ انسان کی زندگی مسلسل تگ و دو ہے۔ انسان کی زندگی مسلسل تگ و تاز و تلاش ہے۔ انسان کی زندگی مسلسل سفر میں ہے۔

تم سمجھو میری بات کو۔ ابھی سمجھو، دیکھو؟ اگر انسان سفر نہ کر رہا ہوتا۔ تو جو بچہ جتنا بڑا پیدا ہوا تھا۔ دو برس بعد بھی اتنا ہی بڑا ہوتا۔ پہنچ گئی بات، پہنچ گئی بات۔ میرے محترم سننے والوں تک۔ تو انسان مسلسل سفر میں ہے۔ تم بیٹھے ہوئے ہو مگر سفر کر رہے ہو۔ پہچانو کہ بھئی یہ بیٹھے ہوئے ہو سفر کیسے۔ اچھا تو بتاؤ سفر کے معنی کیا ہوتے ہیں؟ ''سفر کے معنی حالت بدل جائے۔'' بھئی آج اس زمین پہ تھے۔ کل اُس زمین پہ ہیں۔ حالت بدل گئی بھئی یہی ہے نا سفر آج مٹی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کل پلین (جہاز) میں بیٹھیں ہوئے ہیں۔ حالت بدل گئی۔ اسی کا نام ہے سفر۔ سفر کے معنی ہیں حالت بدل جائے۔ تو تم اس وقت بیٹھے ہوئے ہو مگر سفر کر رہے ہو۔ اس لیے کہ جب آئے تھے تو وہ ثواب تمہارے پاس تھا جو مجلس کے بعد ملے گا؟ یہی ہے نا۔ عجیب بات ہے۔

سنتے جاؤ! سنتے جاؤ! اس لیے کہ سلسلہ فکر معین ہے۔ عجیب مرحلہ ہے۔ کہ ہر انسان قبر میں ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جانا یہ سفر ہے۔ لیکن جب قرآن کی تاریخیں اٹھا کر دیکھو گے۔ تو تمہیں پتا چلے گا۔ کہ ایک زمانے سے دوسرے زمانے میں داخل ہو جانا یہ بھی سفر ہے۔

تو ہر انسان، ہر انسان۔ ہر انسان مسلسل سفر میں ہے۔ زمانے میں بھی سفر کر رہا ہے۔ زمین پر بھی سفر کر رہا ہے اور اب عالمی معاشرے نے آواز دی۔

وَقَالُوْا مَاهِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ۔

(سورہ جاثیہ آیت ۲۴)

خدا کی قسم یہ آیت ہدیہ کر رہا ہوں دیکھو عالمی معاشرہ، گلوبل کا معاشرہ ہے نا۔ پوری دنیا کا معاشرہ۔ کس طریقے سے قرآن مجید نے اس کے قول کو نقل کیا ہے۔

"مَاھِیَ الَّا حَیَا تُنَا الدُّنْیَا" یہ بڑی بڑی طاقتوں والے۔ یہ بڑے بڑے لوگ۔ یہ کہتے ہیں **مَاھِیَ الَّا حَیَا تُنَا الدُّنْیَا**۔ کوئی آخرت نہیں ہے۔ کوئی حیات بعد الموت نہیں ہے۔ کوئی برزخ نہیں ہے کچھ نہیں ہے۔

"مَاھِیَ الَّا حَیَا تُنَا الدُّنْیَا" بس یہی دنیا کی زندگی ہے۔ بس یہی دنیا کی زندگی ہے۔ **"نَمُوْتُ وَنَحْیَا"** مرتے ہیں، پیدا ہوتے ہیں، مرجاتے ہیں۔ مرنا جینا۔ جینا مرنا اور آنا جانا جو کچھ بھی ہے جو کچھ بھی ہے اسی دنیا میں ہے۔ **"وما یُھْلِکُنَآ اِلَّا الدَّھْرُ"** اور ہمیں زمانہ ہلاک کرتا ہے زمانہ گزرتا جاتا ہے۔ اور ہم ہلاک ہوتے جاتے ہیں۔

تو یہ ہے عالمی معاشرے کا فلسفہ کہ حیات بعد الموت کچھ نہیں۔ برزخ کچھ نہیں۔ حشر کچھ نہیں۔ قبر کے سوال و جواب کچھ نہیں جو ہے وہ اس دنیا میں ہے۔ جو ہے وہ اس دنیا میں ہے۔ یہیں آئے، پیدا ہوئے، رہے، مرگئے۔ تو پھر کوئی اور آجائے گا ہماری جگہ پر۔ یہ ہے عالمی معاشرہ کا فلسفہ۔

اور اب قرآن نے آواز دی۔ **اقرا باسم ربک الذی خلق**O اپنے اُس رب کے نام سے پڑھو۔ جس نے خلق کیا۔ **خلق الانسان من علق** O دیکھو تم سفر کر رہے ہو نا؟ رکے رہنا۔ رکے رہنا اس لیے کہ یہاں کچھ کہنا چاہ رہا ہوں اور دامن وقت میں زیادہ گنجائش نہیں ہے۔ تم سفر کر رہے ہو نا اگر سفر کر رہے ہو۔ تو سفر کے لیے ضروری ہے کہ ایک وہ مقام ہو جہاں سے چلے اور دوسرا وہ مقام ہو جہاں تک جائے۔ جہاں سے چلے وہ ہے آغاز، جہاں تک جائے وہ ہے اختتام سفر۔ یہ انجام سفر ہے۔ عالمی معاشرے نے کہا کوئی آغاز نہیں، کوئی اختتام نہیں۔

اور اب قرآن نے آواز دی۔ **خلق الانسان من علق۔**

ہم نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ یہ ہے انسان کا آغاز۔

"ان الیٰ ربک الرجعیٰ" کچھ بھی کرو دنیا میں، جھک مار کر اس کی بارگاہ میں جانا ہے۔ یہ ہے تمہارا انجام۔ بس بس میرے دوستو میرے عزیزو آج تمہیدوں پر

ختم کر رہا ہوں۔ اور اب ظاہر ہے کہ کھل کر بات ہوگی۔ موضوعات کے اوپر زیادہ وضاحت کے ساتھ کچھ گفتگو کروں گا۔ لیکن روک رہا ہوں اس مرحلے پر۔

دیکھو بھئی سننا "**ماھی الا حیاتنا الدنیا**" یہ ہماری دنیا کی زندگی۔ بس یہی ہے۔ عالمی معاشرہ کا فلسفہ دنیا کی زندگی بس یہی ہے۔ "**نموت و نحیاء**" پیدا ہوتے ہیں، مرتے ہیں۔ "**وما یھلکنا الا الدّھر**"۔ کیا ہے زمانہ ہے۔ زمانہ گزرتا رہتا ہے ہم مر جاتے ہیں، یہ ہے عالمی معاشرے کا فلسفہ۔

اور اب قرآن حکیم کا فلسفہ **خلق الانسان من علق**۔ اللہ نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ توجہ رہے۔ یہ جو پیدا ہوا ہے نا۔ یہ جمے ہوئے خون سے اور جانا کہاں ہے؟ **ان الی ربک الرجعی** تمہیں پلٹ کر اللہ کی بارگاہ میں جانا ہے۔

بھئی طے ہوگئی نا بات۔ اب عجیب بات ہے۔ بھئی سننا۔ اور اس مرحلے پر کچھ جملے ہدیہ کروں گا۔ اور آج کی حد تک اپنے سننے والوں سے اجازت لے لوں گا۔ یہ جمے ہوئے خون سے بننے والا۔ یہ جاہل بھی آیا کمزور بھی آیا۔ رکنا رکنا رکنا اس مرحلے پر اور میں دو آیتیں ہدیہ کروں گا اپنے سننے والوں کو:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

(سورہ نحل آیت ۷۸)

اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس کیفیت میں باہر نکالا کہ تمہارے پاس ذرہ برابر علم نہیں تھا۔ جاہل آئے۔ پھر آنکھیں دی کان دیئے دل دیا۔ تاکہ علم حاصل کرو۔ اللہ کی بارگاہ میں شکر ادا کرو۔ جاہل آئے۔ جمے ہوئے خون سے آئے ہونا۔ جاہل آئے۔ توجہ رہے۔ جمے ہوئے خون سے آئے ہو اس لیے جاہل آئے۔

اور پھر اسی قرآن نے آواز دی۔ "**وخلق الانسان ضعیفاً**" (سورہ نساء آیت ۲۸)۔ یہ بڑا کمزور ہے۔ یہ انسان بڑا کمزور ہے۔ پیدا ہوا چیونٹے نے کاٹ لیا۔ وہ

ہٹا نہیں سکتا چیونٹے کو۔ ماں ہٹائے، باپ ہٹائے ٹھیک ہے سن لیا تو جو کمزور پیدا ہوا تھا وہ اتنا مضبوط بن گیا۔ کہ اس نے اپنی خلائی گاڑی چاند پر اتار دی۔

بس میرے دوستو! خدا کی قسم رکنا۔ جو کمزوری سے چلا تھا۔ کہاں سے چلا تھا۔ کمزوری سے چلا تھا۔ اس نے اپنی خلائی گاڑی چاند پہ اتار دی۔ اس کے سیارے مریخ کے پیچھے پہنچ گئے۔ اور وہاں کے سیاروں کی تصویریں لے لے کر دنیا میں بھیج رہے ہیں۔ کمزور تھا کہاں پہنچا اور جو جاہل تھا۔ آغاز جہالت میں اس نے ایٹم بم بنالیئے۔ اس نے میزائل بنالیئے۔ اس نے زمین و آسمان کی طنابیں کھینچ لیں۔ اس نے یونیورسٹیاں بنالیں۔ اس نے کتابیں لکھیں۔ اس نے علم کو فروغ دیا۔

بھئی رکے رہنا۔ خدا کی قسم اس مرحلے کے لیے اپنے سارے سننے والوں کو زحمت دی تھی۔ اور اس مرحلے پر بات کو روک رہا ہوں اب دامن وقت میں گنجائش نہیں ہے۔ میں ہوں یا تم چلے ہیں جہالت سے کتنا علم لے لیا۔ اور چلے ہیں کمزوری سے کتنے طاقتور بن گئے؟ ایک لمحے میں دنیا کے جس ملک سے چاہو بات کرلو یہ تمہاری طاقت ہے۔ یہ تمہارا علم ہے۔

میں یہی تو بتانا چاہ رہا تھا۔ کہاں کی تصویریں۔ تم اپنے حجرے میں بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہو۔ یہ طاقت بھی ہے یہ علم بھی ہے۔ تو چلے تھے کمزوری سے کتنے طاقتور ہوگئے۔ اور چلے تھے جہالت سے کتنے عالم ہوگئے۔ تو جو آغاز میں جاہل تھا۔ وہ اب کتنا عالم ہے؟ اور جو آغاز میں کمزور تھا وہ اب کتنا طاقتور ہے؟ تم نے دیکھ لیا انسانی معاشرہ۔ تو اب جسے اللہ نے آغاز ہی میں عالم بنایا ہو؟

پہنچ گئی بات، پہنچ گئی۔ بھئی تم چلے تھے جہالت سے کتنے عالم بن گئے تو جو آغاز سے عالم ہو کتنا بڑا عالم ہوگا۔ تم چلے تھے کمزوری سے کتنے طاقتور بن گئے۔ تو جو آغاز ہی سے طاقت لے کر چلا ہو۔ کتنا طاقتور ہوگا۔ اب تم پوچھوگے نا مجھ سے کہ یہ آپ نے کیا کہہ دیا۔ کہ آغاز میں علم۔ آغاز میں طاقت۔ ارے اگر آغاز میں اگر عالم نہ ہوتا۔ تو ہتھیلیوں پر آکر قرآن نہ پڑھتا۔ صلوات۔

کیا کمال کی بات ہے! کیا کمال کی بات ہے! ابھی اپنے سننے والوں تک دوسری دلیل بھی پیش کروں گا۔ آغاز میں طاقت پوچھو گے نا کہ آغاز میں طاقت کہاں سے آگئی ہے آغاز کا علم تو سمجھ میں آجائے۔ اگر آغاز میں علم نہ ہوتا اور علم سے نہ چلا ہوتا۔ تو نبی کی ہتھیلیوں پر نبی کے ہاتھوں میں آکر سورہ مومنون کی تلاوت نہ کرتا۔

یعنی عجیب کمال ہوگیا! عجیب کمال ہوگیا! ابھی قرآن نازل نہیں ہوا جب علی تیرہ برس کے ہوجائیں گے۔ جب غار حرا میں پہلی وحی آئے گی اور اس کے برسوں کے بعد سورہ مومنون آئے گا۔ بھئی توجہ رہے سورہ مومنون لوح محفوظ میں ہے۔ علی میرے محمدؐ کے ہاتھوں پر آئے۔ اور میرے محمدؐ کی صورت دیکھی۔

کیا کمال کی بات ہے! تاریخ نویسوں نے یہ جملہ لکھا ہے۔ بھئی سنو گے۔ کہ تین دن تک پیدا ہونے کے بعد علیؑ نے خانہ کعبہ کی چہار دیواری کے اندر آنکھیں نہیں کھولیں۔ ایک مرتبہ نبی آئے لاؤ چچی میری امانت دے دو۔ چچی میری امانت دے دو۔

تاریخیں متفق ہیں۔ کہ ادھر علیؑ آغوش محمدؐ میں آئے ادھر آنکھیں کھولی۔ یعنی پہلی زیارت علیؑ نے رُوئے محمدؐ کی کی۔ بھئی پہلی زیارت نبیؐ کے چہرے کی کی تھی۔ اب نبی اجر دیں تو کیا دیں؟ مسکرا کر کہنے لگے۔ نبی! مسکرا کر کہنے لگے۔ **خصصتنی بالنظر الیه خصصتنی بالعلم** علیؑ تو نے نگاہ میرے ساتھ مخصوص کی میں نے اپنا علم تیرے ساتھ مخصوص کر دیا۔ صلوات۔

بس۔ بس میرے دوستو! میرے عزیزو! تقریر کو اس مرحلے پر روک رہا ہوں تو علیؑ کے ولادت پر۔ بھئی توجہ رہے علی کا سورہ مومنون پڑھنا رسولؐ آئے اور رسولؐ نے کہا کہ یا علیؑ کچھ پڑھو۔ کہنے لگے یا رسولؐ اللہ میں کیا پڑھوں۔ توریت سے پڑھوں۔ زبور سے پڑھوں۔ انجیل سے پڑھوں، قرآن سے پڑھوں؟ تاریخ ہے تاریخ، پیغمبرؐ نے مسکرا کر کہا یا علیؑ قرآن سے کچھ پڑھ دو۔

اچھا تو کیا نعوذ باللہ، نعوذ باللہ علیؑ افضل ہوگئے۔ رسولؐ نے تو پیدائش کے وقت

قرآن نہیں سنایا تھا۔ اور علیؑ نے پیدا ہوتے ہی قرآن سنا دیا۔ بھئی وہ تو محمد رسولؐ اللہ کا شاگرد ہے نا۔ علیؑ جس کا نام ہے۔ بھئی اگر محمدؐ قرآن سنا دیتے تو تصدیق کون کرتا کہ یہ قرآن ہے؟اس لیے ایسے نے سنایا کہ صاحب قرآن تصدیق کرے۔ صلوات۔

بھئی اگر میرا نبیؐ کسی گود میں تلاوت کر دیتا تو مشرک بھی کہتے کہ نامعلوم کیا کہہ گیا ہے۔ ٹھیک ہے نا تو ایسے سے تلاوت کرواؤں گا کہ جو صاحب قرآن گواہی دے دے کہ یہ قرآن ہے۔

اور اب جاؤ تاریخیں متفق ہیں جن تاریخوں میں یہ لکھا کہ علیؑ نے رسول کی گود میں آکر تلاوت کی انہوں نے سورہ بھی مینشن (Mentoin) کیا ہے سورہ مومنون۔ اچھا تو اس قرآن میں سورہ منافقون بھی ہے۔ اچھا اس قرآن میں سورہ کافرون بھی ہے۔ یہ سورہ مومنون ہی کیوں مخصوص کیا؟ یا علیؑ پڑھنے کے لئے کوئی اور سورہ لے لیتے۔ کہا بھئی میں ہوں مومنوں کا امیر۔ اب جو منافقون کا امیر ہے وہ جانے۔ صلوات۔

تقریر تمام ہوگئی۔ دامن وقت میں گنجائش نہیں ہے بس اب دو یا چار دقیقے۔ تم جہالت سے چلے علم تک آئے وہ چلا ہی علم سے۔ تم کمزوری سے چلے تم کمزوری سے طاقت تک آئے وہ چلا ہی طاقت سے ہے اب پوچھو گے نا کہ یہ میں نے کہاں سے کہہ دیا کہ علم والی بات تو ثابت ہوگئی کہ گود میں آکر قرآن پڑھ رہے ہیں یہ طاقت کہاں سے آگئی تو بھئی تقریر کو مکمل کرنے لگا ہوں اگر علم سے نہ چلا ہوتا تو محمد کی گود میں تلاوت نہ کرتا اور اگر طاقت سے نہ چلا ہوتا تو گہوارہ میں اژدھے کے دو ٹکڑے نہ کرتا۔ صلوات۔

میرے دوستو! میرے عزیزو! یہ پورا گھرانہ ہے بس یہیں لانا تھا اور آج گفتگو تمہیدی تھی اور میں نے تمہیں بڑی زحمت دی اور ظاہر ہے کہ باتیں ہیں میرے پاس۔ اور سخن ہائے گفتنی ہے میرے پاس اور وہ میں عرض بھی کروں گا۔ لیکن آج کی حد تک بات کو مکمل کرنے جا رہا ہوں۔

یہ پورا گھرانہ ایسا ہے جو علم سے چلا ہے۔ یہ پورا گھرانہ ایسا ہے جو طاقت سے چلا ہے۔ وہ جو کہتا تھا کہ کربلا کے میدان میں وہ بے طاقت نہیں تھا وہ جو جوان بیٹے کا لاشہ اٹھا کر لا رہا تھا وہ بے طاقت نہیں تھا چاہتا تو زمین و آسمان کو الٹ کر رکھ دیتا، ٹھیک ہے نا اور وہ جو ۲۸ رجب کو مدینہ چھوڑ رہا تھا وہ بے علم نہیں تھا اسے سب کچھ معلوم تھا۔ سب کچھ معلوم تھا۔

بس دو جملے فقط دو جملے اس سے زیادہ زحمت مصائب نہیں دوں گا۔ اس لیے کہ زمانہ طویل ہے اور جس زمانے میں مصائب پڑھے جائیں گے۔ لیکن آج کی حد تک جو جملہ کہنا چاہ رہا ہوں وہ بات کو مکمل کرنے کے لئے ہے۔ جب حاکم مدینہ کے دربار میں حسینؑ کی آواز بلند ہوئی اور بنی ہاشم اس دربار میں داخل ہوئے ہیں تو حسینؑ نے عباسؑ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے یہی تو کہا تھا نا کہ بھیا عباس اب مدینہ رہنے کے قابل نہیں رہا۔ سفر کی تیاری کرو۔

بس میرے دوستو، میرے عزیزو! تقریر تمام ہو رہی ہے۔ بھیا مدینہ رہنے کے قابل نہیں رہا اب سفر کی تیاری کرو۔ دو مرتبہ حسینؑ نے یہ جملہ کہا ہے عباس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا ہے، اور جب بیت الشرف میں داخل ہوئے ہیں دولت سرا میں تو بی بی زینبؑ دروازے پہ کھڑی ہوئی تھی۔

کہا بھیا! کیا ٹھہری۔ کہا بہن اب مدینہ رہنے کے قابل نہیں رہا۔ تم سفر کی تیاری کرو۔ ادھر عباسؑ مشغول ہوئے ادھر شہزادی زینبؑ مشغول ہوئی۔ بس۔ بس میرے عزیزو! میرے دوستو! نصف شب کو آخری جملے سنو اور مجھے اجازت دے دو۔

راوی کہتا ہے۔ کہ حسینؑ ابن علیؑ بیت الشرف سے باہر آئے۔ بڑے اطمینان اور بڑے سکون کے ساتھ قبر مطہر رسولؐ پہ پہنچے تو دونوں ہاتھ رسولؐ کی قبر مطہر پر رکھے۔ اور کہا **السلام علیک یا جداہ** نانا آپ کو میرا سلام ہو۔ نانا آپ کو میرا سلام ہو۔ اور اس کے بعد کہا نانا **خذنی الیک**۔ نانا مجھے اپنے پاس بلا لو۔ بس تقریر تمام ہو گئی۔

نانا۔ نانا مجھے اپنے پاس بلالو۔ یہ کہہ کر حسینؑ نے گریہ کیا۔ روتے روتے آنکھ لگ گئی اب مقتل کا جملہ سنو گے؟ حسین نے خواب میں دیکھا۔ نانا آئے سینے سے لگایا کہا حسینؑ میرے پاس آنے کی اتنی جلدی کیا ہے۔ تجھے اپنے رشتہ داروں میں دو عورتیں عزیز ہیں نا، بہنوں میں سب سے زیادہ عزیز زینبؑ ہے اور بچیوں میں سب سے زیادہ عزیز سکینہ ہے۔

تو حسین ایک دن وہ آئے گا، جب سکینہ طمانچے کھائے گی۔ اور زینب کے بازوؤں میں رسی باندھی جائے گی۔ بس۔ **اجرکم علی اللّٰہ۔**

ادھر حسینؑ کی آنکھیں کھلی۔ کلمہ استرجع بیان کیا۔ **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون**۔ یہ کہہ کر، بس آخری جملہ ہے۔ بھائی کی قبر مطہر پر آئے۔ بھائی سے خدا حافظ ہوئے۔ اور اس کے بعد آئے اماں کی قبر پر اور دوڑتے ہوئے آئے۔

جملہ سنو گے؟ اماں میں آگیا۔ میری اماں میں آگیا۔ یہ کہتے ہوئے حسین آئے۔ دونوں ہاتھ قبر پر رکھے۔ کہا **السلام علیک یا اُما**۔ اماں آپ پر میرا سلام ہو۔

راوی کہتا ہے کہ قبر مطہر سے آواز ائی۔ وعلیک السلام یا غریب الدیار۔ ارے ماں کے پیاسے بچے، اے ماں کے پردیسی بچے۔ اے ماں کے یتیم بچے تجھے بھی ماں کا سلام پہنچے۔

وسیعلمون الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم•

مجلس دوم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○
اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾
اِقۡرَاۡ وَ رَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ
مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ؕ﴿۵﴾ کَلَّاۤ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَیَطۡغٰۤی ۙ﴿۶﴾ اَنۡ رَّاٰہُ
اسۡتَغۡنٰی ؕ﴿۷﴾ اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجۡعٰی ؕ﴿۸﴾

عزیزان محترم سورہ علق جس کی ابتدائی آٹھ آیتوں کی تلاوت کا شرف حاصل کیا گیا۔ ترتیب نزول کے اعتبار سے۔ قرآن مجید کا پہلا سورہ ہے۔ پہلا سورہ، سورہ علق اور ترتیب نزول کے اعتبار سے آخری سورہ، سورہ نصر۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○
اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾ وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ
دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۲﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَ اسۡتَغۡفِرۡہُ ؕ
اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

خلقت سے تذکرہ شروع ہوا۔ دین کے مکمل ہو جانے کے بعد تذکرہ تمام ہوا۔ یعنی پورا قرآن ان دو سورتوں کے درمیان میں ہے۔

"اقرا باسم ربک الذی خلق"○ پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے خلق کیا۔

"خلق الانسان من علق"۔ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے خلق فرمایا۔

"اقرا" پڑھو **"وربک الاکرم"** تمہارا رب بہت کریم ہے۔

"**الذی علم بالقلم**" جس نے قلم سے لکھنا سکھلایا۔ (پہلی وحی میں قلم کا تذکرہ ہے)۔

"**علم الانسان مالم یعلم**" اس نے انسان کو وہ کچھ سکھادیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ اس کے باوجود "**ان الانسان لیطغیٰ**" انسان سرکشی اختیار کرتا ہے۔ کب۔

"**ان راہ استغنیٰ**" جب وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھ لے۔ جب وہ اپنے آپ کو بے نیاز پالے۔ جب اپنے آپ کو مستغنی پالے۔ تو انسان میں سرکشی آجاتی ہے۔ اور انسان بھول جاتا ہے کہ۔

"**ان الیٰ ربک الرجعیٰ**" واپسی تو اُسی کی بارگاہ الٰہی میں ہونی ہے! انسان بھول جاتا ہے کہ واپس تو اُسی کی بارگاہ میں جانا ہے۔

کل میں نے عرض کیا کہ آغاز انسانیت، جما ہوا خون اور اختتام انسانیت اللہ کی بارگاہ میں پہنچ جانا۔ اب اگر یہ بات واضح ہوگئی تو یہ پہلی وحی ہے۔ پہلی وحی جو میرے نبیؐ پر غار حرا میں نازل ہوئی۔

تو یہیں تو روکونگا اپنے سننے والوں کو۔ اسی مقام پر روکونگا اور روکنے کے بعد دو جملے اپنے سننے والوں کی خدمت میں ہدیہ کروں گا۔ پہلی وحی۔ اس سے پہلے کوئی وحی نہیں آئی تھی نبیؐ پر۔ تو نہیں آئی تھی نا؟ اچھا تو عجیب بات یہ ہے۔ کہ جب پہلی وحی آئی تو بڑی آب و تاب کے ساتھ۔ اور بڑی تفصیل کے ساتھ سیرت لکھنے والوں نے اس واقعہ کو لکھا ہے۔ کہ جب پہلی وحی آئی تو پیغمبرؐ وحی الٰہی کے جلال سے گھبرائے ہوئے اپنے گھر میں آئے۔

خدیجۃ الکبریٰؑ نے پیغمبرؐ کی صورت دیکھی اور کہا کہ آپؐ کے چہرے پر پریشانی کے آثار کیوں ہیں۔ پیغمبرؐ نے واقعہ کو بیان کیا کہ میں غار میں بیٹھا ہوا عبادت کر رہا تھا۔ کہ اتنے میں ایک پیکر نورانی میرے سامنے آگیا اور اس نے آنے کے بعد کہا۔

اقراء باسم ربک الذی خلق○ علم الانسان مالم یعلم

تو مجھے پریشانی ہے کہ وہ مسئلہ کیا تھا؟ کہا کہ مت گھبرائیں خدیجہؑ کہہ رہی ہیں رسولؐ سے مت گھبرائیں۔ آپؐ کو گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ چلیں آپؐ میرے ساتھ چلیں میرے چچا زاد بھائی کے پاس۔

بس ذرا سا وقت لونگا اپنے محترم سننے والوں کا اور پھر آگے بڑھ جاؤں گا میرے بھائی کے پاس چلیں۔ بھائی کا نام معلوم ہے ورقہ۔ اِدھر سے آواز آئی اور یہ میرے بڑے پرانے سننے والے ہیں چکوال کے انہوں نے نے کہا ورقہ ابن نوفل۔ تو اب نام بھی لوگوں کو یاد ہے۔ عیسائی عالم ہے عیسائی راہب ہے۔ خدیجہ کا چچا زاد بھائی ہے۔ توریت کا عالم ہے۔ انجیل کا عالم ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کو لے کر خدیجۃ الکبریٰ ورقہ کے پاس گئیں۔

بھئی کمال ہو گیا پوری کتاب کی تصدیق ایک ورقہ ابن نوفل کرے گا۔ ورقہ نے پورا واقعہ سنا اور واقعہ سننے کے بعد کہا کہ محمدؐ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بھئی توجہ رہے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ فرشتہ تمہارے پاس وحی لے کر آیا تھا۔ اور آج سے تم نبیؐ ہو گئے۔

بھئی عجیب کمال کی بات ہے! عجیب کمال کی بات ہے! کہ میری آج تک یہ سمجھ میں نہ آیا کہ ورقہ وحی الٰہی کو پرکھنے کا ماہر کب سے بن گیا۔ پہنچ رہی ہے بات میرے سننے والوں تک۔

جملے سننا اور ان جملوں کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لینا۔ ورقہ ابن نوفل کی تصدیق سے پہلے۔ پیغمبر اکرمؐ کے اوپر پریشانی تھی۔ اضطراب تھا۔ بے یقینی کی کیفیت تھی! کیفیت؟ نعوذ باللہ۔ نعوذ باللہ اپنی نبوت پر شک تھا کہ میں نبی ہوا بھی یا نبی نہیں ہوا؟ بھئی توجہ رکھنا اس لیے کہ کسی مرحلے تک جانا ہے۔

ورقہ کے کہنے کے بعد۔ پیغمبر کو اطمینان ہو گیا۔ اطمینان ہو گیا کہ ہاں میں نبیؐ

ہوں اور یہ عمل نبوت کا تھا۔ میری نگاہ میں سیرت لکھنے والوں کو اس واقعہ پر نظر ثانی کرنی چاہئے اس لیے کہ میرا نبیؐ وہ نہیں ہے جسے فرشتہ آکر نبیؐ بنادے۔ میرا نبیؐ وہ ہے کہ ''کُنتُ نبیّاً و آدمُ بَینَ الماءِ و الطِّین۔'' بھئی بڑا نازک مرحلہ فکر ہے۔ بھئی میں پہلی وحی کے مرحلے پر اپنے سننے والوں کو روک رہا ہوں۔

''ورقہ ابن نوفل'' قابل احترام ہیں۔ کہ انہوں نے میرے نبیؐ کی نبوت کو سمجھ لیا۔ اس لیے قابل احترام ہیں کہ میرے نبیؐ کی نبوت کو جان لیا۔ میرے نبیؐ کو ضرورت نہیں تھی کہ ورقہ سے تصدیق ہو توجہ رکھنا۔ ورقہ سے تصدیق ہو۔ لیکن ایک بات تمہارے غور کرنے کی بھی ہے، اور میرے بھی غور کرنے کی ہے۔

کہ جب جبرئیلؑ آئے غار حرا میں اور کہا یا رسول اللہؐ پڑھیں۔ تو رسولؐ نے کیسے پہچانا کہ یہ جبرئیل ہے۔ اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ کوئی اور آجائے اور جبرئیلؑ کی صورت بنا کر کہہ دے کہ میں جبرئیلؑ ہوں۔ تو نبیؐ نے کیسے پہچانا کہ یہ آنے والا غار حرا میں یہ جبرئیلؑ ہے۔

اب دیکھو میں اگر علمی بحثوں میں چلا جاؤں تو بڑا وقت صرف ہوگا۔ پہلے سوال کو جو قائم کیا ہے اسے سمجھ لو۔ نبیؐ نے کیسے پہچانا کہ یہ آنے والا جبرئیلؑ ہے؟ تو اب میں اس سوال کو سوال کے ذریعے ہی حل کروں گا۔

تم مجھے کیسے پہچانتے ہو کہ میں طالب جوہری ہوں۔ تم مجھے کیسے پہچانتے ہو کہ میں طالب جوہری ہوں۔ بھئی سوال مُہمل ہے اس لیے کہ برسہا برس ہوگئے پچیسواں سال ہوگیا ہے اس منبر پر عشرہ پڑھتے ہوئے۔ برس ہا برس سے دیکھ رہے ہونا۔ تو یہ سوال مہمل ہے کہ کیسے پہچانا کہ میں طالب جوہری ہوں؟ ویسے ہی یہ سوال مہمل ہے کہ کیسے پہچانا کہ یہ جبرئیلؑ ہے۔ ارے جبرئیلؑ بن رہا تھا محمدؐ دیکھ رہا تھا۔ صلوات

تو اب! اب نظر ثانی کرنی چاہئے سیرت لکھنے والوں کو اس واقعہ کے اوپر کہ کیا ورقہ کی تصدیق سے میرا نبیؐ۔ نبیؐ بنا ہے۔ لیکن اس کے مقابلے میں ایک واقعہ اور ملتا ہے۔ اور انہی تاریخوں میں ملتا ہے۔ کہ جب پہلی وحی نازل ہوئی اور پیغمبر اکرمؐ جلال

وحی الٰہی سے متاثر غار حرا سے باہر آئے۔ (جاؤ دیکھو تاریخوں میں یہ واقعہ ہے یا نہیں؟)

غار حرا سے باہر آئے تو سیدھے خدیجہ کے گھر نہیں گئے۔ ابوطالب کے دروازے پر آکر کھڑے ہوگئے۔ بھئی دیکھنا تصدیق کے لئے نہیں گئے ہیں۔ دق الباب کیا ابوطالب کے دروازے پر۔ ابوطالب نے دروازہ کھولا۔ کہا بھتیجے بات کیا ہے۔ کہا چچا وہ امر آگیا۔ چچا وہ امر آگیا۔

فماذا عندک یا عم تاریخ کے عربی الفاظ کو ذہن میں رکھنا۔ چچا اب آپ کی رائے کیا ہے۔ کہ میں اعلان کروں یا نہیں کروں؟۔ امر آگیا آپ کی رائے کیا ہے۔ یعنی امر الٰہی کے آنے کے بعد بھی نبیؐ کو ابوطالب کی رائے کی ضرورت ہے صلوات۔

اب اس بیدار اور باشعور مجمع سے سوال کرنا چاہ رہا ہوں۔ اگر چچا منع کر دیتے تو آج وہ مسلمان بھی نہ ہوتے جو ابوطالب کو کافر سمجھتے ہیں۔ دیکھئے! جو پوچھ رہے ہیں کہ **فماذا عندک یا عم** چچا آپ کی رائے کیا ہے۔ چچا آپ کا حکم کیا ہے۔ انہوں نے حکم ماننے کے لئے تو پوچھا ہے نا۔ بھئی حکم کو اس کان سے سن کر اس کان سے اڑا دینے کے لئے نہیں پوچھا۔ تو اگر چچا منع کر دیتا۔ تو آج وہ مسلمان بھی نہ ہوتے۔ جو چچا کو کافر کہہ رہے ہیں۔

لیکن چچا نے منع نہیں کیا۔ کہنے لگے بھتیجے جا اور اپنے رب کی توحید کا اعلان کر دے۔ **ماسبقت لسان الا قد قطعتہ** بھتیجے مطمئن رہنا۔ اگر کوئی زبان تیرے خلاف دراز ہوئی۔ تو یہ ابوطالب اسے گدی سے کھینچ لے گا۔ صلوات

یہ پہلی وحی سمجھ میں آگئی۔ **اقراء باسم ربک الذی خلق**۔ خلقت بھی ہے ربوبیت بھی۔ اور۔

الذی علم بالقلم۔ علم الانسان مالم یعلم تعلیم بھی ہے۔ تو پہلی ہی وحی میں تخلیق، تربیت، تعلیم اور پھر یہ آواز دی کہ تمہیں جمے ہوئے خون سے

ترقی دے کر ہم نے صاحب علم بنادیا۔ تواب نتیجہ تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ تم شکر کرو۔ تم اطاعت کرو۔ تم بندگی کی منزل میں آجاؤ۔ لیکن تمہارا طاغی مزاج ہے۔ کہ جب اپنے آپ کو بے نیاز پاتے ہو۔ کہ اب ہم کسی کے محتاج نہیں رہے۔ تو تم سرکشی اختیار کرنے لگتے ہو۔

بھئی سرکشی انسان کا بنیادی مزاج ہے۔ اور میں اپنے موضوع سے متصل ہوگیا۔ میں چاہوں گا کہ میرے محترم سننے والے اس مقام پر رک جائیں۔

"**کلا ان الانسان لیطغیٰ**"۔ انسان کا مزاج ہے کہ وہ سرکشی کرتا ہے۔ حدوں کو توڑ دیتا ہے۔

"**ان راہ استغنیٰ**" یہ مزاج اس وقت عمل کرتا ہے۔ جب انسان اپنے آپ کو بے نیاز پائے، کسی کا محتاج نہ پائے۔ تواب جو جس کا محتاج ہوگا اس کی اطاعت کرے گا، اگر تم بندوں کے محتاج ہو تو بندوں کی اطاعت کرو گے۔ اگر خالق کے محتاج ہو تو خالق کی اطاعت کرو گے۔

بھئی یہیں تو ضد بتلائی۔ استغنیٰ کی ضد اطاعت، اطاعت کی ضد استغنیٰ۔ رکے رہنا! اس لیے اس مرحلے پر کچھ کہنا چاہ رہا ہوں میں۔

کلا ان الانسان لیطغیٰ یاد رکھو۔ انسان کے مزاج میں طغیان ہے۔ انسان کے مزاج میں سرکشی ہے۔ کیوں۔

"**ان راہ استغنیٰ**" اس لیے کہ وہ اپنے آپ کو مستغنیٰ دیکھتا ہے۔ تو سارا جھگڑا اس عالمی معاشرے میں استغنیٰ اور احتیاج کا ہے۔ بھئی سمجھنا۔ موضوع کے بھی تو کچھ تقاضے ہوتے ہیں اور ان تقاضوں کو پورا کرنا ہوتا ہے۔ اگر تم ہر ایک کے محتاج بن جاؤ تو ہر ایک کے آگے سر جھکانا ہوگا اور اگر ایک کے محتاج بن جاؤ تو ہر ایک سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔

سمجھ رہے ہو بات کو سنو خدا کی قسم سنو۔ دعائے کمیل میں۔ میرے مولا علیؑ ابن طالبؑ نے آواز دی۔ دیکھو کس جگہ پر امیر المومنین نے کس مقام پر آنے کے

بعد اطاعت اور طُغیان کا مسئلہ حل کیا ہے۔

یامن اسمہ دو آء اے وہ اللہ جس کا نام ہی دوا ہے۔

وذکرہ شفآء اے وہ خدا کہ جس کا ذکر ہی شفا ہے۔

طاعتہ غنیً اور اے وہ اللہ جس کی اطاعت استغنیٰ ہے۔ اگر اس کی اطاعت کرو گے دنیا سے مستغنی ہو جاؤ گے۔ اور اگر اس سے مُستغنی نہیں ہوئے تو دنیا کی اطاعت کرنی پڑے گی۔ کبھی پتھر کے آگے جھکو گے کبھی اقتدار کے آگے جھکو گے۔ کبھی اپنے افسر کے آگے جھکو گے۔ کبھی چھوٹے چھوٹے صاحبان اقتدار کے آگے تمہیں اپنے سر تسلیم کو خم کرنا ہو گا کیوں؟ اس لیے کہ اس سے بے نیاز ہو گئے۔

تو اب قرآن حکیم کا فیصلہ ''سب سے بے نیاز ہو جاؤ''۔ احتیاج اس کی بارگاہ میں رہے۔ اور ''عالمی معاشرے'' کا فیصلہ کہ ''وہ کچھ نہیں ہے''۔ ہم جس سے چاہیں گے طلب کرلیں گے۔ اپنی حاجتوں کو۔

بھئی اگر یہ بات واضح ہو گئی۔ تو ایک جملہ سنو اور یہ جملہ اس قابل ہے۔ کہ اسے اپنے ذہنوں میں محفوظ رکھ لو۔ میں آپ کا محتاج آپ میرے محتاج۔ ہر شخص نیاز مند ہے۔ کوئی کام دوسرے کے بغیر انجام نہیں پاتا ٹھیک ہے نا اس میں دو رائے نہیں ہیں۔ اب میں منزل تمہید سے آگے بڑھنے والا ہوں لیکن یہ بات میرے سننے والوں تک پہنچ جائے۔

کوئی انسان بے نیاز نہیں ہے۔ نیاز کے معنی حاجت۔ کوئی انسان احتیاج کے بغیر نہیں ہے۔ ہر ایک کو دوسرے سے حاجت بھی ہوتی ہے۔ نیاز مندی بھی ہوتی ہے۔ احتیاج بھی پیدا ہوتی ہے۔ تم مجھ سے کام کرواؤ گے میں تم سے کام کرواؤں گا۔ تو بھئی جو کام کر رہا ہے۔ وہ کہلاتا ہے مطیع۔

بھئی توجہ۔ توجہ۔ اطاعت کرنے والے یعنی میں نے تمہاری اطاعت کی۔ تم نے میری اطاعت کی۔ اب ایک دنیا کا۔ بہت بڑا فلسفی اس نے ایک فارمولا دیا اور اس فارمولا کو دے کر آگے بڑھ جانا چاہ رہا ہوں۔

اصول یہ ہے کہ تم اگر میرے محتاج رہے۔ تو پھر ہر ایک کے محتاج ہو جاؤ گے اور اگر اس کے محتاج ہوگئے۔ تو ساری محتاجیت سے جان چھٹ جائے گی۔ کسی نے اس فلسفی سے پوچھا کہ یہ بتا کہ تو علیؑ کو امام مانتا ہے تو تو خدا کو بھی نہیں مانتا کہنے لگا میرے پاس دلیل ہے۔

استغناه عن الكل، استغنه عن الكل واحتياج الكل اليه۔

دليل على انه امام الكل بھئی میرے پاس دلیل یہ ہے۔ وہ کسی کی ڈیوڑھی پر نہیں گیا سارے اسی کی ڈیوڑھی پر آتے رہے۔ صلوات۔

سن رہے ہونا۔ بھئی بہت توجہ رہے۔ اب یہیں سے تو میں آگے بڑھنا چاہ رہا ہوں۔ **یامن اسمه دوآء وذكره شفآء وطاعته غنیً**۔ اے وہ کہ جس کی اطاعت استغنا ہے۔ تو استغنا کے مقابلے میں ہے اطاعت۔ اطاعت کے مقابلے میں ہے استغنیٰ آج "عالمی معاشرے" کا دعویٰ ہے۔ کہ ہمیں کسی اطاعت کی ضرورت نہیں ہے۔

ہم نے چاند کو مسخر کرلیا۔ ہم نے سورج کو مسخر کرلیا۔ ہم نے اپنے علم کی بنیاد پر۔ ساری توانائیاں نچوڑ لی اور نچوڑنے کے بعد اب ہم خود کفیل ہوگئے۔ اب ہمیں کسی اطاعت کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ہے عالمی معاشرہ۔

اور اب قرآن حکیم نے آواز دی

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ط

(سورہ نساء آیت ۶۹)

پوری پوری آیتوں کو ترجمہ نہیں کروں گا۔ دیکھو جو بھی اطاعت کرے خدا کی، جو بھی اطاعت کرے رسول کی۔ ہم وعدہ کرتے ہیں۔ کہ اسے انعام یافتہ لوگوں کے ساتھ قیامت میں رکھیں گے۔

اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ (سورہ نساء۔۵۹) پوری آیت کا ترجمہ نہیں کروں گا۔ اطاعت کرو اللہ کی اطاعت کرو رسول کی۔ یہ استغنی کے مقابلے میں حکم دیا جارہا ہے۔ سن رہے ہو نا اور اب ایک عجیب کمال کا جملہ

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ (سورہ نساء آیت ۸۰) جس نے رسولؐ کی اطاعت کی۔ گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ جس نے رسولؐ کی پیروی کی اس نے اللہ کی پیروی کی اگر ذرا برابر بھی۔ رسولؐ کے قول و عمل میں لغزش کا امکان ہوتا تو اللہ رسولؐ کی پیروی کو اپنی پیروی قرار نہیں دیتا۔

پہنچ رہی ہے نا پہنچ رہی ہے بات، میرے محترم سننے والوں تک باتیں تو پہنچ رہی ہیں نا۔ مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اب روکوں گا استغنی سے آیا ہوں اطاعت کے اوپر۔ جس نے رسولؐ کی اطاعت کی۔ اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ یعنی رسولؐ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ بس اسی بات کو تو ابلیس نہیں سمجھا تھا۔

وہ آدمؑ کے حکم کو اللہ کا حکم نہیں سمجھتا تھا۔ آدمؑ کے حکم کو الگ رکھتا تھا۔ اللہ کے حکم کو الگ رکھتا تھا۔ یعنی فرق کر رہا تھا کہ آدمؑ جو کہے وہ اور ہے۔ اللہ جو کہے وہ اور ہے۔ بھئی ابلیس تو ابلیس ہے۔ بہت سوں نے تو بعد میں بھی فرق کیا کہ رسولؐ جو کہے کچھ اور ہے خدا جو کہے کچھ اور ہے۔ صلوات

سن رہے ہو نا۔ پہنچ رہی ہیں باتیں میرے محترم سننے والوں تک۔ آج کا پیغام پہنچ رہا ہے نا۔ دیکھو حدود فکر معین ہے، اور ان معین حدود فکر میں مجھے بہت دور تک تمہیں لے کر جانا ہے، اور میرے پاس گھنٹے بھی محدود ہیں۔ انہی گھنٹوں میں اس بات کو بھی مکمل کرنا ہے۔ تو اب میں پہنچا ہوں اطاعت تک اور پھر جاؤں گا استغنی کی طرف لیکن بات آج کی حد تک مکمل ہو جائے۔

بھئی سنا خدا کی قسم "مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ" جس نے رسولؐ کی اطاعت کی۔ کوئی بھی رسولؐ ہو میں اپنے رسولؐ کی بات نہیں کر رہا۔ کوئی

بھی رسولؐ ہو۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے آئے۔ اللہ کی طرف سے ہو۔

جس نے بھی رسولؐ کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔ ہو گئی نا بات مکمل۔ اب یہیں تو روکوں گا اپنے سارے سننے والوں کو۔ بھئی عجیب کمال یہ ہے۔ کہ خدا تم تک آتا نہیں اور تم خدا تک جاتے نہیں ہو۔

اور یہی وہ نازک مرحلہ ہے۔ جہاں سننے والوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہ رہا ہوں۔ اگر تم یہ سمجھو کہ اگر خدا ادھر سے تمہارے پاس آجائے۔ تو اسلام کا تصور توحید ختم ہو جائے۔ سمجھ رہے ہو بات کو؟ اچھا تو تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھ رہا ہوں۔ تمہیں روزہ اللہ سے ملا؟ نماز اللہ سے ملی؟ اچھا اب میرے محترم سننے والوں کی رائے متضاد ہو گئی۔ کچھ کہہ رہے ہیں ہاں۔ کچھ کہہ رہے ہیں نہیں! میرا اللہ آیا تھا تمہیں روزہ دینے روزہ رکھو! اچھا حج کرانے اللہ آیا تھا کہ حج کریں؟

بھئی کمال ہو گیا کوئی بھی شریعت کا حکم تمہیں اللہ سے نہیں ملا۔ اللہ کا کوئی حکم تمہیں اللہ سے براہ راست نہیں ملا۔ اب میرے پاس لفظ نہیں ہیں۔ اس لیے جملہ کہہ رہا ہوں بھئی اللہ اگر تم تک آجائے تو اللہ نہ رہے۔ اور تم اگر اللہ تک چلے جاؤ تو تم نہ رہو۔

بھئی ٹھیک ہے نا لیکن ضرورتیں دونوں کی ہیں۔ ہمیں ہے حکم لینے کی ضرورت۔ اسے حکم دینے کی ضرورت۔ دیکھو اس سے زیادہ آسان نہیں کر سکتا تھا میں۔ جتنا آسان کر کے بیان کر رہا ہوں۔ میں اپنے سننے والوں کی خدمت میں۔

اچھا اب اللہ کو ضرورت ہے بھئی اللہ تو غنی حمید ہے۔ بھئی مستغنی اصلی غنی تو وہی ہے۔ ضرورت تمہارے حوالے سے ہے۔ کہ تم تک حکم پہنچانا چاہ رہا ہے۔ تو اسے ہے حکم دینے کی ضرورت اور تمہیں ہے حکم لینے کی ضرورت۔ تم جا نہیں سکتے کہ حکم لے لو۔ اس لیے ایسا چاہیئے کہ جو حکم لے کے دے۔

میں تو عجیب مرحلہ پر لے جانا چاہ رہا ہوں۔ تم اس تک جا نہیں سکتے کہ خود حکم لے لو۔ اس لیے ایسا وسیلہ چاہیئے کہ اس سے لے کے تمہیں دے دے اور وہ تم تک آ

نہیں سکتا کہ تمہیں حکم دے۔ اسی لیئے اسے ایسا چاہیئے۔ کہ کوئی اس سے لے کر تمہیں دے دے۔ تو فقط تمہیں وسیلہ کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے اللہ کو بھی وسیلہ کی ضرورت ہے۔ صلوات۔

اسی لیے اب تک یہ بحث کر رہے تھے۔ کہ ہم وسیلہ مانے یا نہ مانیں۔ بھئی تمہاری مرضی ہے مانو یا نہ مانو۔ بھئی اللہ کو تو وسیلہ کی ضرورت ہے۔

تو توجہ رہے۔ تمہیں حکم لینے کے لیے وسیلہ چاہیئے۔ اس لیے کہ تم اس تک جا نہیں سکتے ہو۔ اسے حُکم دینے کے لیے وسیلہ چاہیئے۔ اس لیے کہ وہ تم تک آ نہیں سکتا۔ اگر وہ تمہارے پاس آجائے۔ تو بشر ہو جائے خدا نہ رہے۔ اور اگر تم اس کے پاس چلے جاؤ تو خدا بن جاؤ بشر نہ رہو۔ اور ضرورت دونوں کی ہے۔ یعنی وہ بھیجے تم قبول کرو۔ تو اب ایسا آئے جو ایک طرف سے اس جیسا ہو دوسری طرف سے تم جیسا ہو۔ صلوات

سمجھ رہے ہو نا۔ وسیلہ کو نہیں سمجھاؤں گا۔ اس لئے کہ وسیلہ پہ میں نے بڑی باتیں کی ہیں۔ مجھے تو آگے جانا ہے۔ تو ایک طرف سے اس میں بشریت پائی جائے۔ بولا تمہیں دے نہیں سکتا۔ اور ایک طرف سے نورانیت ضروری ہے وہ میں لے نہیں سکتا۔

بھئی کمال ہو گیا خدا کی قسم کمال ہو گیا۔ تو اب جو بھی آیا۔ وہ ایک رخ سے تمہارے جیسا۔ ایک رخ سے خدا جیسا۔ بھئی میں تو کسی کی تقصیر کو بھی درست نہیں سمجھتا۔ جو کچھ بھی کہے۔ میرے لیے قابل قبول ہوتا ہے۔ اس لیے کہ میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے۔ میں اختلاف کرنے کا تو قائل ہی نہیں ہوں۔ بھئی جب ذات کے دو رخ ہو گئے۔ ایک بندوں جیسا ایک خدا جیسا تو پھر اختلاف کس بات کا؟ جس نے بندوں کی طرف سے دیکھا اس نے کہا ہم جیسا ہے اور جس نے خدا کی طرف سے دیکھا وہ نصیری تک کہنے لگا خدا جیسا۔ صلوات۔

عجیب مرحلہ ہے۔ عجیب مرحلہ ہے۔ تو یعنی میرا آج کا میسج (Message) پہنچ گیا نا۔ بھئی مجھے تو نہ نُصیریوں سے کوئی اختلاف ہے۔ اور نہ ان سے کوئی اختلاف

ہے جو کہتے ہیں ہم جیسا۔ بھئی اپنی طرف سے دیکھ لو گے تو ہم جیسا ہی نظر آئے گا۔ یعنی بات سمجھ رہے ہو نا۔ میں انہیں بالکل الزام نہیں دیتا اس لیے کہ دیکھا ہی اپنی طرف سے ہے۔ نگاہ میں قوت ہوتی تو کہیں اور سے بھی دیکھتے۔ میں بالکل الزام دینے کا عادی نہیں ہوں۔ اچھا تو جس نے بشریت کی طرف سے دیکھا بشر جیسا لگا۔ جس نے الوہیت کی طرف سے دیکھا۔ دھوکا کھا گئی نا نصیری کی نگاہ۔ دھوکہ کھا گئی نا۔

آج کا پیغام میں نے دے دیا۔ اور اب اسی مقام سے آگے جانا چاہ رہا ہوں۔ بشریت بھی ہے۔ نورانیت بھی ہے۔ میرا نبیؐ نور تھا۔ اگر نور نہ ہوتا۔ بھئی توجہ رہے۔ فیصلہ کرنے جارہا ہوں۔ اگر نور نہ ہوتا۔ تو اس سے پیغام لے نہیں سکتا۔ اور میرا نبی بشر بھی تھا۔ اور اگر بشر نہ ہوتا تو تمہیں پیغام دے نہیں سکتا تھا۔ بھئی کیا کمال کی بات ہوگئی۔ بس یہیں اپنے سننے والوں کو روک لوں گا تو میرا نبی بشر بھی ہے۔ نور بھی ہے۔ کیا؟ ایک نور۔

بھئی توجہ رہے۔ توجہ رہے آج تک جھگڑا ہو رہا ہے۔ کہ نبیؐ نور تھا یا نور نہیں تھا۔ لیکن عیسائی نے اختلاف نہیں کیا۔ کہنے لگا چہرے پر ایسا نور دیکھ رہا ہوں۔ بھئی! میری درخواست یہ نہیں ہے۔ کہ تم رسول کو ویسا مانو جیسا رسولؐ ہے۔ لیکن کم سے کم عیسائیوں سے تو بلند ہو جاؤ۔

کمال ہو گیا نا۔ کمال ہو گیا۔ **"اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰهِ"**۔ اب ظاہر ہے کہ رکوں گا نہیں اور اب میرے پاس دامن وقت میں بہت زیادہ گنجائش نہیں ہے۔ تیزی کے ساتھ گزر رہا ہوں۔ اب میں پہنچتا ہوں محمدؐ کی نورانیت تک۔

اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ۞ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنۡ مِّنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ ۞ فَمَنۡ حَآجَّکَ فِیۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الۡعِلۡمِ فَقُلۡ تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَ اَبۡنَآءَکُمۡ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَکُمۡ وَ اَنۡفُسَنَا وَ اَنۡفُسَکُمۡ ثُمَّ نَبۡتَهِلۡ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ ۞ (سورہ آل عمران ۶۱-۶۰-۵۹)

یہ عیسائی عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہہ رہے ہیں۔ کہہ دے حبیبؐ کہ عیسیٰ کی مثال آدم کی مثال ہے۔ تو چونکہ عیسیٰ کا باپ نہیں تھا چونکہ خدا کا بیٹا کہہ رہے ہو۔ آدم کی تو نہ ماں تھی نہ باپ تھا۔ بولو کتنی واضح دلیل ہے۔

کتنی واضح دلیل ہے۔ نہیں مانی نا۔ عیسائیوں نے نہیں مانی۔ یعنی اتنی واضح دلیل کے بعد بھی عیسائیوں نے بات نہیں مانی۔ اور رب کی طرف سے حق آنے کے بعد بھی چھپانے والے بنے تو اب آواز دی کہ علم آگیا۔

تو حبیب ہم نے دلیل دے دی انہوں نے نہیں مانی۔ تو اب قیامت تک کے لیے اصول ہے کہ اگر کوئی دلیل کو نہ مانے تو اب بحث نہیں ہو گی۔ لعنت بھیج کر الگ ہو جاؤ لعنت بھیج کر۔ صلوٰت۔

ذرا یہ رخ بھی تو دیکھنا۔ حبیب واضح دلیل۔ کھلی ہوئی دلیل۔ واضح دلیل۔ برہان مضبوط۔ اس کے آنے کے بعد اگر کوئی نہ مانے۔ تو اب بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ حبیب لعنت بھیج کر الگ ہو جاؤ۔ یعنی یہ سنت رسول ہے۔

کیا کمال کی بات ہے۔ مباہلہ نہیں بیان کر رہا ہوں میں۔ میں تو بات کو مکمل کرنے جا رہا ہوں۔ سنت رسول ہے۔ دلیل کے بعد اب بات نہیں ہو گی۔ لعنت بھیج کر الگ ہو جائیں گے۔ کیا کمال کی بات ہے۔ یعنی لعنت بھی ایسے نہیں بھیجیں گے کہ گھر میں بھیج دیں۔ مجمع جمع کر کے لعنت بھیجیں گے۔

عجیب بات ہے۔ مجمع جمع کر کے۔ حبیب ادھر سے عیسائی آئیں ادھر سے تو جا۔ اور جانے کے بعد بیچ میں با آواز بلند لعنت ہو۔ بھئی آیت سمجھ میں آئی۔

"فقل تعالوا ندع ابناء نا" ادھر سے آواز آئی بیٹوں کو لاؤ۔ نہیں تین سے زیادہ بیٹوں کو لاؤ **"ابناء"** جمع کا صیغہ ہے۔ تم اپنے تین سے زیادہ بیٹوں کو لاؤ۔ میں اپنے تین سے زیادہ بیٹوں کو لاؤں گا۔ تم اپنی تین سے زیادہ عورتوں کو لاؤ۔ میں اپنی طرف سے تین سے زیادہ عورتوں کو لے کر آؤں گا۔ تم اپنے تین سے زیادہ نفسوں کو لے کر آؤ۔

"**اَنفُسَنَا وَ اَنفُسَکُمْ**" میں تین سے زیادہ لے کر آؤں گا۔ اچھا تو لے گئے تین سے زیادہ؟ بیٹوں میں دو۔ عورتوں میں ایک۔ نفسوں میں ایک تو یا تو یہی عدد قرآن میں آجاتا۔ بھئی یہی گنتی قرآن میں آجاتی۔ کہ میں اپنے دو بیٹے لاؤں گا۔ ایک عورت لاؤں گا۔ اور ایک نفس لاؤں گا۔ تم بھی اپنے دو بیٹے لاؤ ایک عورت لاؤ ایک نفس لاؤ۔ نہیں جتنے بیٹے ہیں سب لاؤں گا۔ اور آیت کا مزاج یہی ہے جتنی عورتیں ہیں سب لاؤں گا۔ جتنے نفس ہیں سب لاؤں گا۔

بھئی توجہ رہے۔ تم بھی سب لے کر آؤ۔ تو آیت میں اگر گنتی آجاتی۔ تو یار کہتے کہ ہمارا تو تذکرہ ہی نہیں تھا۔ ٹھیک ہے نا بھائی پہنچ رہی ہے نا بات۔ اگر گنتی آجاتی۔ تو سب یہی کہتے کہ ہمارا تذکرہ تو نہیں تھا۔ ہم جاتے کیسے؟ اس لیے حکم کو عام کردیا کہ اب جو لعنت بھیجنے کی صلاحیت رکھتا ہو وہ جائے۔

بس! بس میں نے تقریر تمام کردی اس سے زیادہ زحمت ساعت نہیں ہے۔ اس لئے کہ پانچ دقیقہ تو مصائب کے بھی ہیں نا۔ لیکن بات مکمل ہوجائے۔ تمہیں کچھ معلوم ہے ہزاروں مرتبہ تم نے مباہلہ سنا۔ اور میں نے سینکڑوں مرتبہ مباہلہ بیان کیا ہوگا۔ قسم کھا کر کہہ رہا ہوں کہ ان واقعات کو دہرا نہیں رہا ہوں۔ میں استدلال دینا چاہ رہا ہوں۔ اور بات مکمل ہوجائے اس مرحلے پر۔ عیسائی راہب نے کہا تھا۔

جاؤ دیکھو تاریخ کی کتابوں میں "**ان باھلنا باھلبیۃ فلا تباھلوہ و ان باھلنا بقومہ فباھلوہ**" عیسائی راہب کہنے لگا اپنی قوم والوں سے کہ ذرا نگاہ رکھنا محمدؐ پر اگر اپنی قوم کے ساتھ آئے تو مباہلہ کرلینا لیکن اگر اپنے اہل بیت کے ساتھ آئے تو خبردار مباہلہ نہ کرنا۔ ہم بھی تیار ہیں یعنی عیسائی ہے۔ مگر قوم کو بھی پہچانتا ہے اہلبیت کو بھی پہچانتا ہے۔ بات پہنچ گئی۔

پیغمبر نے پہلے سے سلمانؓ کو بھیج دیا تھا کہ جا کے کانٹے صاف کردینا۔ سلمانؓ کو پہلے بھیج دیا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اہلبیتؑ کے فضائل کے اثر میں صحابیت کا اثر کم ہوجائے۔ دیکھو کیا مقام ہے صحابیت کا۔ سلمانؓ کو پہلے بھیج دیا۔ کانٹے صاف کرو چادر

تان دو۔ یعنی صحابیت کا رول ہے کردار ہے۔ مباہلہ کے میدان میں چادر ٹانگو۔ دری صاف کرو۔ اچھا واقعاً اہتمام ہوا۔ اہتمام کیا تھا سلمانؓ نے ٹھیک ہے نا، اور اب پیغمبر گئے اور جانے کے بعد بیٹھ گئے اب میں اس مقام پر بیان کو روک رہا ہوں۔

ایک مرتبہ اس بوڑھے عیسائی نے جو مشورے دے رہا تھا۔ اب اس نے وہ چہرے دیکھے۔ اچھا بھئی کس کے؟ کس کے؟ پیغمبر کا چہرہ دیکھا۔ دیکھا نا۔ اچھا علی کا چہرہ دیکھا، یا حسنؑ کا چہرہ دیکھا، یا حسینؑ کا چہرہ دیکھا۔ سیدہؑ پیچھے بیٹھی ہوئیں تھیں اور برقع میں تھیں چہرے کے دیکھنے کا امکان ہی نہیں تھا۔

چار چہرے دیکھے۔ چار چہرے دیکھے نا۔ اس نے کہا خبردار خبردار ذرا پہلے یہ تو معلوم کرو کہ یہ جو نبیؐ کے ساتھ آئے ہیں یہ ہیں کون؟ کہا بھئی ایک بیٹی ہے دو نواسے ہیں اور ایک چچازاد بھائی ہے۔ جو داماد بھی ہے۔ یعنی داماد ہونا ثانوی حیثیت ہے۔ بنیادی صفت وہی ہے۔ میں اب چیلنج تو کیا کروں لیکن یہ کہ صرف ایک مقام پر ہے کہ چچازاد بھائی ہے جو داماد بھی ہے۔ ورنہ باقی سارے مقامات پر تاریخوں میں چچازاد بھائی کا تذکرہ ہے۔ داماد کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ تو نبی ہے، اس کی بیٹی ہے۔ اس کے دو نواسے ہیں۔ اور ایک اس کا چچازاد بھائی ہے۔ سن لیا نا تم نے بس جیسے ہی اس نے غور سے دیکھا صُورتوں کو تو کہنے لگا۔

"لا اریٰ وجوھاً لوا سلا ان یضبل جبل من مکانٍ ا امنلا من مکان۔" میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ اس پہاڑ کے سرکنے کی دعا مانگیں تو پہاڑ اپنے مقام سے سرک جائے گا۔ بھائی توجہ رہے۔ ایسا چہرہ دیکھ رہا ہوں۔ نہیں ایسے چہرے۔ ایسا چہرہ نہیں۔ بلکہ ایسے چہرے۔ کہ جیسا نُور محمدؐ کے چہرے میں ویسا ہی نور علیؑ کے چہرے میں ویسا ہی نُور حسنؑ و حسینؑ کے چہرے میں صلوٰت۔ سمجھ رہے ہو۔ بس بات تمام ہو گئی۔

بھئی اب سمجھ میں آیا کہ وہ نُور کس طریقے سے منتقل ہوتا رہا۔ اور پھر عرض کروں گا نُور ہونا ضروری ہے ورنہ اِدھر سے لے نہیں سکتا۔ اور بشر ہونا ضروری ہے

ورنہ دے نہیں سکتا۔

"انّی لا اریٰ وجوھاً" میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر پہاڑ کے سرکنے کی دعا مانگیں تو وہ پہاڑ اپنی جگہ سے سرک جائے۔ جیسا چہرہ رسولؐ کا ویسا علیؑ کا ویسا حسنؑ کا ویسا حسینؑ کا یعنی چہرے کا معیار ایک ہے نا؟ بھائی کمال ہو گیا۔ بھئی کمال ہو گیا کہ عیسائی نے ایک مرتبہ دیکھا اور چہروں کو پہچان گیا اور آپ برسوں بیٹھے رہے اور مطلق نہ پہچان سکے۔ صلوٰت۔

عجیب مرحلہ ہے بس بس میرے دوستو! میرے عزیزو! کل پانچ دقیقہ ہے۔ اور انہی پانچ دقیقوں میں بات کو مکمل ہو جانا ہے۔ حسنؑ گئے، رسولؐ کا ہاتھ تھام کے۔ حسینؑ گئے رسولؐ کی گود میں مباہلہ میں۔ گود میں اٹھا کر دکھلا دیا کہ بیٹے جب بھی میری صداقت پر آنچ آجائے تو، تو بھی اسی طریقے سے نکلنا۔

بس بس اب اس سے زیادہ زحمت میں دینا نہیں چاہ رہا ہوں۔ بیٹے جب یہ میری صداقت پر آنچ آئی تو میں نکلا اور میں نے گود میں تجھے منظر دکھلا دیا۔ منظر دکھلا دیا کہ جب تیری صداقت پر آنچ آجائے۔ تو تو بھی نکل جانا اور دیکھ بیٹے کیا عجیب و غریب بات ہے جس طریقے سے مباہلہ ہونے سے پہلے میں نے سلمان کو بھیج دیا تھا۔ ویسے ہی تو مباہلہ شروع ہونے سے پہلے مسلم کو بھیج دینا۔

اجر کم علی اللّٰہ۔ دیکھو میرے دوستو! میرے عزیزو! میرے پاس اب وقت ہی نہیں ہے کہ میں تفصیلات میں جاؤں لیکن ایک جملہ، میں اپنے حافظے کی بنیاد پر کہہ رہا ہوں، مجھے یہ چھبیسواں سال ہے۔ اس منبر پر بیٹھے ہوئے میں نے پہلی تقریر چہلم کی کی تھی۔ اور مسلسل پچیس سال آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی بھی اس منبر سے اس شہزادے کا تذکرہ کیا ہو، جس کا نام ہے مسلم ابن عقیل۔

بس دو جملے سنو اور مجھے اجازت دے دو۔ اس لیے کہ مجلس کو مغرب سے قبل ختم ہونا ہے۔ اور مجلس کے اختتام پر زیارت بھی پڑھی جائے گی۔ پڑھتے ہونا۔

السّلام علیک یا ابا عبداللّٰہ پڑھتے ہو نا زیارت؟ یہ زیارت مجلس کا جُز ہے۔

السّلام علیک یا ابا عبداللّٰہ ہے نا مجلس کا جُز زیارت؟ تو زیارت بھی ہوگی تو میں چاہتا ہوں کہ اذان سے قبل مجلس بھی مکمل ہو جائے زیارت بھی مکمل ہو جائے ٹھیک۔

بس شہزادے کا تذکرہ آگیا تو دو جملے سنو۔ یاد ہے نا یہ مسلمؑ کس کا بیٹا ہے؟ عقیلؓ کا۔ اچھا تو یہ عقیلؓ کون ہیں؟ میں تعارف کرادوں یہ وہی ہیں کہ علیؑ نے کہا تھا کہ عقیلؓ میرے لیے ایک بہادر خاندان سے ایک بہادر خاتون کا انتخاب کرو میں اس سے شادی کروں اور ایک بیٹا پیدا ہو تاکہ وہ کربلا میں عاشور کے دن حسینؑ کے کام آئے۔

اور عقیلؓ کے کہنے سے علیؑ نے امُ البنّین سے شادی کی۔ عباسؑ پیدا ہوئے۔ سب کو پتا ہے نا۔ اچھا اب مجھے بتاؤ یہ ہزاروں افراد بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہزاروں افراد کھڑے ہوئے ہیں ان سب سے پوچھ رہا ہوں۔

علیؑ نے کیا کہا؟ کہا عقیل سے کہ میرے لیے ایک بہادر خاندان سے بہادر خاتون کا انتخاب کرو یہی کہنا نا علیؑ نے؟

بھئی! عجیب بات ہے علیؑ جو امام وقت تھے کیا خود انتخاب نہیں کر سکتے تھے؟ بھئی سوال ہے کیا خود انتخاب نہیں کر سکتے تھے؟ پھر یہ مسلمؑ سے کیوں کہا؟ تو شاید علیؑ کی تمنا یہ ہو کہ جیسا میں چاہتا ہوں کہ میرے گھر میں ایک بہادر بیٹا پیدا ہو۔ جو حسینؑ کے کام آئے تو یہی تمنا عقیلؑ کے دل میں آجائے۔ بھئی یہی سبب ہے عقیلؑ کے گھر میں مسلم پیدا ہوا علیؑ کے گھر میں عباسؑ پیدا ہوا۔

تم نے گریہ کیا۔ مجلس تمام ہوگئی عقیلؓ کے گھر میں مسلمؑ پیدا ہوا علیؑ کے گھر میں عباسؑ پیدا ہوا دونوں بڑے بہادر بلکہ مجھے معاف کر دینا اگر میں یہ جملہ کہوں۔ دونوں برابر کے بہادر۔ میں نہیں کہہ رہا ہوں میں نہیں کہہ رہا ہوں۔ جاؤ اللہ تمہیں

کربلا میں عباسؑ کی زیارت کرنا نصیب کرے جاؤ عباسؑ کی ضریح پر اور زیارت پڑھو عباسؑ کی۔

السلا م علیک ایھا العبد الصالح المطیع للّٰہ و لرسولہ ولامیر المومنین ولفاطمة والحسن والحسین سلام ہو آپ پر آپ اطاعت کرنے والے ہیں اللہ کی اطاعت کرنے والے ہیں رسولؐ کی اطاعت کرنے والے ہیں علیؑ کی اطاعت کرنے والے ہیں فاطمہؑ زہرہ کی اطاعت کرنے والے ہیں حسنؑ کی اطاعت کرنے والے ہیں حسینؑ کی۔ یہ ہے عباسؑ کی زیارت کا آغاز اور جب زیارت سے فارغ ہو جاؤ تو جاؤ مسلمؑ کی زیارت کرو پڑھو زیارت بعینہ یہی جملے ہیں۔

السلا م علیک ایھا العبد الصالح المطیع للّٰہ و لرسولہ ولامیر المومنین ولفاطمة والحسن والحسین۔ پہنچ گئی بات کتنی مشابہت ہے عباسؑ میں اور مسلمؑ میں عباسؑ کے بیٹے بھی کربلا میں شہید ہوئے۔ مسلم کے بیٹے بھی کربلا میں شہید ہوئے عباسؑ بھی پیاسا مارا گیا مسلمؑ بھی پیاسا مارا گیا۔ اور ایک نشانی ایسی ہے عباسؑ کی جو ہر مجلس میں ہے۔ ایک نشانی عباسؑ کی ہر مجلس میں ہے۔ یہ عباسؑ کا علم تمھیں ہر مجلس میں ملے گا اور ایک نشانی مسلمؑ کی۔

السّلام علیک یا ابا عبداللّٰہ۔

اجرکم علی اللّٰہ ۔ اجرکم علی اللّٰہ ۔ حسینؑ کرسی پر تشریف فرما ہیں شہزادی زینب پردہ پکڑے ہوئے کھڑی ہوئی ہیں۔

ایک مرتبہ حسینؑ کھڑے ہوئے کہنے لگے **وعلیک السلام یا اخی** بھیا تجھے آخری سلام ہو شہزادی زینبؑ نے پوچھا کہ بھائی یہاں تو کوئی موجود نہیں ہے یہ کس کو آپ جواب سلام دے رہے ہیں۔ کہا آہستہ بولو۔ بہن ارے مسلمؑ نے تلوار کے نیچے سے سلام کیا۔ **السّلام علیک یا ابا عبداللّٰہ ۔**

تیسری مجلس

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝١ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢
اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ۝٣ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ
مَالَمْ یَعْلَمْ ۝٥ کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰٓی ۝٦ اَنْ رَّاٰہُ
اسْتَغْنٰی ۝٧ اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجْعٰی ۝٨

عزیزان محترم ! ''عالمی معاشرہ اور قرآن حکیم'' کے عنوان سے ہم نے جس سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا ہے۔ وہ سلسلہ گفتگو اپنے تیسرے مرحلے میں داخل ہو رہا ہے۔ یہ آیات جن کی تلاوت کا شرف میں بار بار حاصل کر رہا ہوں۔ یہ سورہ علق کی ابتدائی آٹھ آیتیں ہیں۔ کہا یہ جاتا ہے کہ پانچ آیتیں پہلی وحی میں نازل ہوئی اور بعض مفسرین کا خیال یہ ہے۔ کہ پورا کا پورا سورہ ۱۹ آیتوں پر مشتمل ہے۔ یہ پہلی وحی میں نازل ہوا۔ میں نے جن آیتوں کی تلاوت کا شرف حاصل کیا ہے ان آیات میں پروردگار نے پہلے خِلقت کا تذکرہ کیا۔ تربیت کا تذکرہ کیا۔ تعلیم کا تذکرہ کیا۔ اور پھر اس کے بعد۔ انسانی مزاج پر گفتگو کی۔

کلا ان الانسان لیطغی انسان بڑا سرکش ہے انسان سرکشی اور طغیانی کرنے لگتا ہے۔ ان راہ استغنیٰ جب کہ وہ اپنے آپ کو مستغنی دیکھے۔ جب وہ مستغنی پاتا ہے۔ تو سرکشی اختیار کرتا ہے۔ قرآن مجید کا یہ اصول اتنا جامع اور اتنا ہمہ گیر ہے کہ تاریخ انسانی کا کوئی زمانہ ایسا نہیں ہے جب انسان کی سرکشی تاریخ کے ریکارڈ کی صورت میں نہ آئی ہو۔ اتنا جامع اور اتنا ہمہ گیر اصول ہے قرآن مجید کا۔

کلا ان الانسان لیطغیٰ انسان کا مزاج ہے وہ سرکشی کرنے لگتا ہے۔

کب "**ان راہ استغنیٰ**" جبکہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھے جبکہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز پائے۔ مستغنی پائے جب وہ سرکشی کرتا ہے۔

بھئی! عجیب مرحلہ ہے۔ کہ یہ مزاجِ سرکشی آج بھی عالمی معاشرے کا مزاج ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ کہ سرکشی کل تھی آج نہیں ہے۔ اور ایسا نہیں ہے کہ سرکشی آج ہو۔ کل نہ ہو۔ یعنی عالمی معاشرے کا مزاج ہے۔

یہی سبب ہے کہ پہلا اولوالعزم نبی۔ پہلا رسولؑ پہلا صاحب شریعت۔ حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ صاحب شریعت ہیں۔ رسول ہیں۔ اور ان سے رسالت کا آغاز ہے۔

سورہ نوحؑ۔ قرآن مجید کا اکہتر واں سورہ اور اس کا آغاز **بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖۤ اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَکَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ○ قَالَ یٰقَوۡمِ اِنِّیۡ لَکُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ○** پہلی اور دوسری آیت۔ سننے کے قابل ہیں یہ آیتیں۔ بھئی دیکھنا! ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا اور یہ کہہ کر بھیجا "**اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَکَ**" انذار کر اپنی قوم کا۔ انذار کے معنی ڈرانا۔ پروردگار نے آواز دی۔

فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیۡنَ وَ مُنۡذِرِیۡنَ (سورہ بقرہ آیت ۲۱۳) اللہ انبیاء کو اس لئے بھیجتا ہے کہ وہ خوش خبری سنائیں اور ڈرائیں۔ تو انذار کے معنی ڈرانا۔ ہم نے نوح کو بھیجا کہ ڈراؤ۔ ڈراؤ اپنی قوم کو قبل اس کے کہ تمہارے اوپر عذاب الیم نازل ہو جائے۔ کہہ دو ان سے کہہ دو کہ ڈر جاؤ۔ ڈر جاؤ قبل اس کہ کہ تم پر عذاب الیم نازل ہو جائے۔ نوحؑ آیا اور نوحؑ نے آنے کے بعد کہا۔

اے میری قوم والو سنو "**انی لکم نذیر مبین**" (سورہ نوح آیت ۲) ہم آئے ہیں تمہاری طرف۔ میں آیا ہوں تمہاری طرف۔ ڈرانے کے لئے۔ بھئی عجیب بات ہے۔ نوحؑ کو خوشخبری دینے کے لئے نہیں بھیجا ڈرانے کے لئے بھیجا۔

بھئی! عجیب بات ہے۔ یہ نہیں کہا کہ جاؤ نوحؑ اور اپنی قوم کو خوشخبری

دو۔ نہیں بلکہ ڈراؤ۔ اس لئے بھئی کام دونوں ہیں خوشخبری بھی دے اور ڈرائے بھی۔ لیکن بگڑی ہوئی قوم میں بنیادی کام خوشخبری نہیں ڈرانا ہے۔ صلوات

سمجھ رہے ہو بات کو! بات پہنچ رہی ہے نا!۔ جو قوم بالکل بگڑ چکی ہو۔ جو سرکش ہو۔ جو طاغی ہو۔ جس میں طغیانیت ہو۔ اس قوم میں بنیادی کام ڈرانا ہے۔ توجہ رہے۔ **"ان انذر قومک"** جہاں قوم بگڑے گی وہاں بشارت نہیں ہوگی نذارت ہوگی۔ وہ نوحؑ تھا **انذر قومک** اور یہ محمدؐ ہے۔

وانذر عشیرتک الاقربین (سورہ شعراء آیت ۲۱۴) وانذر میرے نبیؐ سے بھی یہی کہا گیا۔ **"انذر"** محمدؐ ڈراؤ، بھئی بہت توجہ رہے۔

اس لئے کہ بہت نازک مراحل سے اپنے سننے والوں کو لے کے جانا چاہ رہا ہوں ہوں۔ تو ڈرانا شروع ہوا نوحؑ سے اور ڈرانا رکا آکر۔ محمدؐ عربی پر۔ بھئی یہی ہے نا۔ یعنی پوری انسانیت پر "انذار" آیا ہے۔ پوری انسانیت کو ڈرایا گیا ہے۔ اور اب ڈرانے کے مقابلے میں جب ردِ عمل ہوئے تو دو ردِ عمل ہوئے۔

فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ حَقَّتۡ عَلَيۡهِ الضَّلٰلَةُ (سورہ نحل آیت ۳۶) جب ہمارے رسول آئے۔ بھئی بڑی مشہور آیت ہے۔ اور میں نے بار بار اس آیہ مبارکہ کو کوٹ (Quote) کیا ہے۔

وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِىۡ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَ اجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ‌ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ هَدَى اللّٰهُ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ حَقَّتۡ عَلَيۡهِ الضَّلٰلَةُ

(سورہ نحل آیت ۳۶) ہم نے جب رسول بھیجے اور ہمارے رسولوں نے ڈرایا۔ تو کچھ وہ تھے جو ہدایت پر آگئے۔ کچھ وہ تھے جن پر گمراہی مسلّط ہوگئی۔ تو ہر رسول کے بعد ردِ عمل دو ہیں یا مکمل گمراہ یا مکمل ہدایت یافتہ۔ بات پہنچ رہی ہے نا۔

یعنی ہر رسول کے بعد دو ردِ عمل ہیں یا مکمل ہدایت پا جائے۔ یا مکمل گمراہ ہو جائے۔ اور اب اُس "انذار" کے مقابلے میں قرآن مجید نے جملے کوٹ کیے۔ کہ تو میں کیا کہتیں رہیں رسولوں کے آنے پر کیا بھول گئے۔

مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (سورہ یٰسین آیت ۱۵)جب رسولؑ نے کہا کہ ہم تمہارے اللہ کے رسولؑ بن کر آئے ہیں۔ تو قوم کہنے لگی کہ۔

مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ بھئی تم تو ہم جیسے بشر ہو۔ اور اللہ نے کچھ نازل نہیں کیا۔ اور تم تو ہم جیسے بشر ہو۔ یہ ہدایت یافتہ کا قول نہیں ہے۔ بلکہ گمراہ کا قول ہے۔

مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ جب قوموں کے سامنے رسولؑ آئے۔ تو قومیں کہنے لگیں کہ تم تو ہم جیسے بشر ہو۔

وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ اور رحمان نے کچھ نازل نہیں کیا۔ رحمان نے کچھ نہیں بھیجا۔ نہ وحی ہے نہ کتاب ہے۔ یہ تم جو وحی کا تذکرہ کر رہے ہو۔ یہ تم جو کتاب کے نازل ہونے کا دعویٰ کر رہے ہو۔ یہ سب غلط۔ یہ سب غلط۔ آواز دی دیکھو؟ ردِ عمل آرہا ہے رسولوں کے آنے کے بعد۔ ان کی قوم کی طرف سے۔ ان کے معاشرے کی طرف سے۔

وَمَا قَدَرُو اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ (سورہ انعام آیت ۹۱) یہ عجیب لوگ ہیں یہ عجیب انسان ہیں۔ اللہ تک کی قدر نہیں کی۔ اور کہنے لگے۔ کہ اللہ کسی بشر پر کوئی شے نازل نہیں کرتا۔ بھئی عجیب بات ہے۔

اِذْ قَالُوْ امَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ (سورہ انعام آیت ۹۲) اللہ نے کسی بشر پر کوئی شے نازل نہیں کی۔ بھئی سنتے جارہے ہونا۔ کہ یہ ردِ عمل ہے۔ جو قوموں کی طرف سے آرہا ہے۔ تو نوحؑ کی قوم نے کہا۔ کچھ نازل نہیں کیا۔ آرام سے سننا آرام سے۔ اس لئے کہ بڑے نازک مرحلے پہ لے آیا ہوں میں۔

قوم ابراہیمؑ نے کہا اللہ نے کچھ نازل نہیں کیا۔ یہ قائدہ کلیہ ہے قرآن کا۔ کہ جب موسیٰؑ نے کہا میں رسول ہوں۔ تو قوم کہنے لگی کچھ نازل نہیں کیا۔ عیسیٰؑ نے کہا میں رسول ہوں۔ تو قوم کہنے لگی۔ کچھ نازل نہیں کیا۔ بھئی توجہ رہے۔ تو قوموں کا مزاج یہ ہے۔ کہ جب رسول آئے۔ تو کہہ دو کہ۔

وَمَآ اَنۡزَلَ الرَّحۡمٰنُ مِنۡ شَیۡءٍ رحمٰن نے کوئی شے نازل نہیں کی ہے۔ تو کافروں کا قول کیا ہے؟ رحمٰن نے کوئی شے نازل نہیں کی ہے۔ نوحؑ کے زمانے میں، ابراہیمؑ کے زمانے میں، موسیٰؑ کے زمانے میں، عیسیٰؑ کے زمانے میں، محمدؐ رسول اللہ کے زمانے میں جب بھی آیت پڑھی گئی۔ جب بھی قرآن پیش کیا گیا۔ جب بھی توریت پیش کی گئی۔ جب بھی انجیل پیش کی گئی۔ قوم نے یہی کہا۔

کہ **وَمَآ اَنۡزَلَ الرَّحۡمٰنُ مِنۡ شَیۡءٍ** اللہ نے کچھ نازل نہیں کیا۔ بھئی یہی تو وہ بات تھی۔ کہ جب لٹا ہوا قافلہ دربار یزیدؒ میں آیا۔ دیکھو بڑے نازک مرحلہ پہ لے آیا ہوں میں۔ جب لٹا ہوا قافلہ دربار یزیدؒ میں آیا تو یزیدؒ حسینؑ کے سر کو دیکھ کر شعر پڑھنے لگا۔

لعبت ہاشم بالملک فلا   خبر جاء ولا وحی نزل۔

بنی ہاشم نے حکومت کے لئے ڈھونگ رچایا تھا۔ ورنہ کیسی وحی کیسا فرشتہ۔ کوئی فرشتہ نہیں آیا۔ کوئی وحی نہیں آئی۔ تو وہ جو سب کہتے ہوئے آئے تھے۔

لعبت ہاشم بالملک فلا خبر جاء کوئی خبر کوئی نبّوت نہیں **ولا وحی نزل۔** کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔ ماضی کے صیغے ہیں۔ یعنی انکار کر رہا ہے وحی الٰہی کا۔ بھئی توجہ رہے۔ انکار کر رہا ہے۔ وحی الٰہی کا۔ اب یہ وحی الٰہی کا انکار، نوحؑ کا انکار ہے۔ ابراہیمؑ کا انکار ہے۔ موسیٰؑ کا انکار ہے۔ عیسیٰؑ کا انکار ہے۔ محمدؐ کا انکار ہے۔ اس لئے کہ ہر زمانے میں ان پیغمبروں کے مقابلے میں یہی کہا گیا۔ کہ کوئی وحی نہیں آئی۔ کوئی خبر نہیں آئی کوئی نبوت نہیں۔ اب اگر یزیدؒ کو کوئی جواب نہ دے؟ سن رہے ہو نا۔ سن رہے ہو۔ صلوات۔

دیکھو یزیدؒ کہہ رہا ہے۔ کہ کوئی وحی نہیں آئی۔ کبھی اس وحی کا انکار نہیں کر رہا ہے وہ تو کہتا ہے **"فلا خبر جاء"** کوئی خبر نہیں آئی کوئی نبی نہیں آیا۔ **"ولا وحی نزل"** کبھی کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔ تو یزیدؒ نے نمائندگی کر دی۔ ان سارے افراد کی۔ جو انبیاء کا انکار کرتے رہے، اب کون نمائندگی کرے ان انبیاء کی جو گزر گئے؟ دیکھ رہے ہو نا۔

اب یزید کے اس نعرے کو کون توڑے۔ جو منکرین خدا کا نعرہ ہے۔ کہ کوئی وحی نہیں کوئی نبوت نہیں۔ اسی دربار میں اسی مقام پر علیؑ کی بیٹی کھڑی ہوئی اور کھڑے ہو کر جو خطبہ دیا ہے۔ اس میں کہا کہ

یزیدؑ انک لاتمحو ذکرنا ولا تمیت ولاینا۔ یزیدؑ تیری یہ ہمت نہیں ہے کہ ہمارے ذکر کو مٹا دے۔ اور ہمارے گھر میں نازل ہونے والی وحی کا انکار کر دے۔ بھئی خدا کی قسم سننا۔ تیری یہ مجال نہیں ہے۔ بھئی رک جاؤ اگر یہ جواب نہ آتا۔ تو دین آدمؑ ختم ہو جاتا۔ دین نوحؑ ختم ہو جاتا۔ دین ابراہیمؑ ختم ہو جاتا۔ بہن نے دربار میں اعلان کر کے بتلایا۔ کہ جیسے بھائی وارث آدمؑ ہے۔ ویسے بہن بھی وارث آدمؑ ہے۔ صلوات

عجیب مرحلہ ہے۔ بھئی پہنچ رہی ہے نا بات! میرے محترم سننے والوں تک؟ دیکھو موضوع کے کچھ تقاضے ہیں نا۔ "عالمی معاشرہ اور قرآن حکیم۔" اور تم اس ملک کے سب سے زیادہ پڑھے لکھے شہر کے۔ پڑھے لکھے شہری ہو۔ تو اس لئے میں اب عادت بنا رہا ہوں۔ کہ ان نامانوس موضوعات پر گفتگو کی جائے۔ جن سے کان عموماً آشنا نہیں ہیں۔

"عالمی معاشرہ" یہ کوئی منبر کا موضوع ہے۔ لیکن ہر موضوع منبر کا ہے۔ اگر دین سے متصل ہو۔ سمجھ رہے ہو نا اور میں اپنے ایک اجنبی دوست کو۔ اسی منبر سے ایک جواب بھی دے دوں۔ میں نے دو دن تک۔ آیت کی تلاوت کی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیمO اقرا باسم ربک الذی خلق

(سورہ علق آیت ۱) میں شکر گزار ہوں۔ اپنے اس دوست کا۔ گمنام دوست کا۔ اس نے ٹیلی فون پہ مجھ سے کہا۔ کہ سارے قرآن میں لکھا ہے کہ **"اقرا باسم ربک"** تو ٹھیک ہے میں نے دو دن تک "باسم" سے تلاوت کی۔ **"باسم ربک"** سے استدلال کروں گا۔ لیکن یہ یاد رہے۔ کہ یہ بھی ایک قرات ہے۔ **"باسم ربک"** ایک قرات ہے۔ اگرچہ شاذ صحیح لیکن قرات ہے منبر پر آنے والا قرآن کو کافی نہیں

سمجھتا مگر جانتا ہے۔ قرآن کو جانتا ہے۔ اگرچہ کافی نہیں سمجھتا۔ اس لئے کہ سنّت کے بغیر واقعاً قرآن کافی نہیں ہے۔

تو اب میں اس مرحلہ فکر سے آگے بڑھنا چاہ رہا ہوں۔ طغیانیت قوموں کا مزاج۔ سر کشی قوموں کا مزاج۔ جب نبی آئے تو مکمل انکار کر گئے۔ کچھ ایسے بھی تو ہیں جنہوں نے مکمل اقرار کر لیا۔ تو پیغمبر سے پہلے یا مُنکرین نوحؑ ہیں۔ یا مومنین نوحؑ۔

عجیب! بات ہے۔ نوحؑ کے یا تو ماننے والے ہیں۔ یا انکار کرنے والے ہیں۔ ابراہیمؑ کے یا ماننے والے ہیں۔ یا انکار کرنے والے ہیں۔ اور موسیٰؑ کے یا ماننے والے ہیں۔ یا انکار کرنے والے ہیں۔ اس لئے کہ۔

فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ هَدَى اللّٰهُ (سورہ نحل آیت ۳٦) جب بھی نبی آیا۔ کچھ کی ہدایت ہو گئی۔ کچھ گمراہ ہو گئے۔ تو یہاں مومن ہیں یا کافر۔ لیکن اسلام میں آنے کے بعد۔ ایک عجیب فلسفہ نکلا ایک تیسری قوم بھی آئی کہ زبان سے مانو دل سے انکار کرو یعنی منافق سمجھ رہے ہو؟ یہاں رک کے دو جملہ کہتا جاؤں پھر واپس آ جاؤں گا۔ یعنی بھئی یا تو پورا رسولؐ مان لو۔ یا پورے رسولؐ کا انکار کر دو۔ بھئی یہ تو نہیں ہوگا کہ آدھا مانو آدھے سے انکار کرو۔ لیکن قرآن نے کہا ہے۔

وَيُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّتَّخِذُوۡا بَيۡنَ ذٰلِكَ سَبِيۡلاً (سورہ نساء آیت ۱۵۰) اب مسلمانوں میں ایسے بھی ہیں جو اسلام اور کفر کے بیچ میں ایک نیا راستہ نکالنا چاہ رہے ہیں۔ کہ اِن سے بھی ہم خوش ہیں اُن سے بھی ہم خوش ہیں۔ اِن سے بھی ہم راضی۔ اُن سے بھی ہم راضی۔ تو نیا راستہ کیا نکالا۔ بھئی جو موسیٰؑ کو مان رہا ہے وہ ان کی ہر بات کو مان رہا ہے اور جو موسیٰؑ کا مُنکر ہے وہ موسیٰؑ کی ہر بات کا مُنکر ہے۔ ٹھیک ہے نا بھئی یہی ہونا چاہئے نا۔

دیکھ جہاں جہاں بیٹھے ہوئے ہو۔ تمہیں متوجہ کر رہا ہوں۔ عیسیٰؑ کے زمانے میں جس نے عیسیٰؑ کو مان لیا۔ تو پورے عیسیٰؑ کو مانا۔ پورے عیسیٰؑ کو مانا ہے نا۔ اچھا۔ اور جس نے انکار کر دیا۔ پورے عیسیٰؑ کا انکار کیا۔ ایسا تو نہیں کیا کہ آدھا عیسیٰؑ مان لو۔ اور

آدھے عیسیٰؑ سے انکار کر دو۔ بھئی عجیب ہیں مسلمان۔ کہتے ہیں کہ جب دین کی بات بتائیں تو مانو اور جب اولاد کے فضائل بیان کریں تو مت مانو۔ صلوات

بھئی اب تم فیصلہ کرلو یہاں سے میں سرسری گزر جاؤں گا اس لئے کہ جانا کہیں دور ہے تم خود فیصلہ کرو اور فیصلہ تم سے کرواؤں گا۔ کہنے لگے حضور۔ عالمین کا سب سے بڑا نبی خاتم النبین ہے۔ کہا کہ حضور بشر بھی تو تھے۔ وہی بات جو کافر کہہ رہا تھا۔

بھئی! عجیب بات ہے ہم نے حضور کی بشریت سے کب انکار کیا۔ کبھی انکار نہیں کیا۔ لیکن تمہاری نگاہ صرف بشریت پہ کیوں پڑتی ہے۔ نورانیت پر کیوں نہیں پڑتی؟ مسئلہ یہ ہے۔ اچھا بھئی کہنے لگے حضورؐ بشر بھی تو تھے۔ تو ہم نے کہا کہ ٹھیک تھے۔ پھر کہا کہ حضور کی زندگی میں کچھ بشریت کے تقاضے بھی تھے۔ ہم نے کہا ہوں گے۔ بھئی تم سے فیصلہ کرواؤں گا۔ بشریت کے تقاضے بھی ہوں گے۔ کہا پھر اگر فضائل وغیرہ بیان کر دیئے۔ تو وہ بشریت کا تقاضہ تھا۔ بیٹی زیادہ پسند تھی۔ داماد زیادہ پسند تھا ٹھیک ہے نا۔

نواسے زیادہ پسند تھے۔ کہہ دیا۔ بھئی ٹھیک ہے نا۔ کیا اچھی بات ہے خدا کی قسم۔ ہم نے کہا اچھا بھئی یہ تو ہوگئی بشریت۔ تو اب رسالت کیا ہے کہنے لگے رسالت ہے مسجد میں۔ رسالت ہے منبر پہ۔

بھئی کمال ہو گیا۔ کمال ہو گیا۔ جب امت نے حضور کی زندگی کو تقسیم کیا۔ تو تقسیم گھر اور مسجد۔ اور مسجد میں منبر۔ یعنی جو گھر میں کہے وہ بشریت ہے۔ جو مسجد میں کرے وہ رسالت ہے۔ جو منبر پر کہے۔ وہ رسالت ہے۔ تو اب اتنا بتلا دو۔ کہ بیٹی کے آنے پہ حضور گھر میں کھڑے ہوئے تھے یا مسجد میں۔ صلوات۔

بھئی عجیب بات ہے۔ بیٹی کے آنے پہ حضور گھر میں کھڑے ہوئے یا مسجد میں؟ بھئی حسنینؑ کے لئے ناقہ گھر میں بنے یا مسجد میں؟ علیؑ کو مولا حجرے میں بنایا یا غدیر کے منبر سے؟

بھئی ٹھیک ہے۔ اب اس بات کو یاد رکھنا کہ مجھے پھر واپس جانا ہے۔

کلا ان الانسان لیطغیٰ لیکن یہ جملہ ناگزیر ہے اس لئے کہہ رہا ہوں۔ یہ سارے واقعے سرکاری ہیں۔ ذاتی نہیں ہیں البتہ ایک واقعہ ملتا ہے اور وہ بھی۔ لحاف کا ہے۔ اب اس سے زیادہ تو میں وضاحت بھی نہیں کر سکتا۔ لحاف کا واقعہ ملتا ہے۔ وہ سرکاری نہیں وہ ذاتی ہے۔ وہ حجرے کا ہے۔ تو اب یہ تمہاری مرضی ہے۔ کہ جو حجرے میں ہو جائے وہ سرکاری بن جائے۔ جو مسجد میں ہو وہ ذاتی بن جائے۔

عجیب بات ہے۔ بھئی اسی کو تو قرآن نے کہا۔

کلا ان الانسان لیطغیٰ انسان کے مزاج میں سرکشی ہے۔

ان راہ استغنیٰ جب وہ اپنے آپ کو مطمئن پاتا ہے۔ مستغنی پاتا ہے۔ بے نیاز پاتا ہے۔ تو سرکشی اختیار کرنے لگتا ہے۔ بھئی عجیب بات ہے۔ عجیب بات ہے۔ انسان کب مستغنیٰ ہوتا ہے؟ کب بے نیاز ہوتا ہے۔ تم سے بہتر کون سمجھے گا؟ دولت آئی اکڑ آئی۔ اچھا چھوٹے سے افسر تھے۔ پروموٹ (Promote) ہو گئے اکڑ آگئی۔

بھئی ذرا سی دولت آگئی اکڑ آگئی۔ اچھا اگر کوئی بہت بڑے افسر ہو گئے۔ اکڑ بڑھ گئی۔ کیا کمال کی بات ہے۔ مزاج نہیں ملتے۔ زمین پہ پاؤں نہیں دھرا جاتا۔ اکڑ آگئی اکڑ۔ کس بات پر؟ یا دولت۔ یا طاقت۔ بینک بیلنس ہو گیا۔ اچھی گاڑی ہو گئی بھئی ٹھیک ہے نا۔ اکڑ آگئی مزاج میں۔

بھئی کمال کی بات ہے خدا کی قسم۔ توجہ رکھنا اس مرحلہ پر۔ اس لئے کہ اس مرحلے پر رکوں گا۔ تو اکڑ کب آتی ہے؟ جب دولت آجائے۔ اکڑ کب آتی ہے۔ جب طاقت آجائے۔ ٹھیک ہے نا۔ تو طاقت کے بعد اکڑ ہے۔ دولت کے بعد اکڑ ہے۔ اور اب سننا وہ پہلی وحی۔ آخری سورہ پیش کر چکا ہوں۔ جس کے بعد کوئی سورہ نہیں آیا۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیمO اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح O ورایت الناس یدخلون فی دین اللّٰہ افواجاO فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا O (سورہ نصر) حبیب تیرے پاس فتح بھی آگئی۔ نصرت بھی آگئی۔ آگئی نا۔ لوگ فوج در فوج تیرے دین میں داخل ہونے لگے۔ اب طاقت

تیرے پاس ہے۔ اور دولت تیرے پاس ہے۔ یہودیوں کے خزانے فتح خیبر کے بعد تیرے پاس ہیں۔ حکومت تیرے پاس ہیں۔ اور اقتدار تیرے پاس ہے۔ لیکن خبردار حبیب اکڑ نہ آنے پائے۔ استغفار رہے۔ سمجھ رہے ہو بات کو۔

بھئی کمال کی بات ہے۔ بہت زیادہ دامن وقت میں گنجائش نہیں ہے۔ لیکن جہاں تک لے جانا چاہ رہا ہوں۔ وہاں تک جانا ناگزیر ہے۔ **اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُO وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًاO فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ** حمد کرو اللہ کی تسبیح پڑھو اللہ کی۔ "**وَاسْتَغْفِرْهُ**" اور اس سے مغفرت طلب کرتے رہو۔ استغفار۔ استغفار۔

بھئی اب سمجھ میں آیا۔ عالمی معاشرہ طغیان۔ قرآن حکیم، استغفار۔ ادھر دولت سے طغیان آیا۔ ادھر دولت سے استغفار آیا۔ بھئی۔ سمجھ رہے ہو بات کو۔ پہنچ رہی ہے نا بات۔ بھئی یہی سبب ہے۔ رکے رہنا خدا کی قسم۔ اس لئے کہ اس مرحلے پر روک کر اپنے سننے والوں کو پیغام دوں گا۔ یہ استغفار یہ! طلب مغفرت۔ مالک مجھے معاف کر دے۔ کیا گناہ کیا تھا رسولؐ نے۔ **وَاسْتَغْفِرْهُ**۔

بڑا نازک مرحلہ ہے۔ اور بڑے دھوکے کھائے ہیں تفسیر لکھنے والوں نے۔ اور انہوں نے بڑی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ یہ علماء کہنے لگے۔ کوئی نہ کوئی تو گناہ کیا ہی ہوگا۔ تو اب ذرا استغفار پر سنتے جاؤ۔ اور یہیں آج بات کو روکنا چاہ رہا ہوں۔ نوحؑ! جاؤ۔ ڈراؤ اپنی قوم کو اور جب نوحؑ نے ڈرانا شروع کیا۔ بھئی سننا پھر واپس جا رہا ہوں سورہ نوحؑ کی طرف۔

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا دیکھو اپنے رب کا استغفار کرو۔ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ اپنے رب کا استغفار کرو۔ تمہارا رب بہت بڑا معاف کرنے والا ہے۔ یعنی استغفار اکہرا۔ معافی دوہری دیکھو۔ ایک جملہ سنتے جاؤ۔ اور یہ جملہ کبھی تمہارے کام آجائے گا۔ غافر معاف کرنے والا، غفار بہت معاف کرنے والا۔ تم استغفار کرو۔ بڑا ہلکا جملہ ہے۔ تم ایک مرتبہ مانگو۔ وہ بار بار دے گا۔

استغفار کے بعد معافی ملے گی۔ **وَّیُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ** (سورہ نوح آیت ۱۲) استغفار کرو۔ تمہیں مال بھی دے گا۔ استغفار کرو تمہیں بیٹے بھی دے گا۔

وَیَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ (سورہ نوح آیت ۱۲) استغفار کرو تمہیں باغ بھی دے گا۔

وَّیَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْھٰرًا۔ استغفار کرو تمہیں پانی بھی دے گا۔ نہریں بھی دے گا۔ رک کے رہنا۔

میں نے آج، بات کو ذرا سطح عمومی سے بلند کر دیا ہے۔ لیکن جس مرحلہ پہ لے آیا ہوں۔ اس مرحلے پر۔ چاہ رہا ہوں کہ سننے والا۔ رک کے سنے۔ استغفار کرو۔ استغفار کے معنی اللہ سے معافی طلب کرنا۔ وہ غفار ہے تمہیں معاف کر دے گا بہت بڑا غفار ہے تو اکہری استغفار دوہری غفاریت اور اسی طرح سے توّاب بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا۔ اکہری توبہ۔ دوہری توابیت۔

بھئی عجیب بات ہے۔ اگر زندگی میں تمہاری کبھی خواہش ہو۔ کہ اللہ فقط ادھار پر کام نہ چلائے۔ نقد پہ کام چلائے۔ تو استغفار کرتے رہنا۔ رسولؐ کو حکم ہے استغفار کرو۔ رسولؐ کا استغفار اور دعائیں۔ دعائے کمیل ہی اٹھا کے دیکھ لو۔ علیؑ کے کتنے استغفار ہیں، کیا کمال کی بات ہے؟ کون سے گناہ کئے تھے؟۔ ہے نا تواب بھی بہت توجہ اس لئے کہ اس نازک مرحلہ پر جو فکر ہدیہ کرنا چاہ رہا ہوں وہ فکر بڑی ضروری ہے۔ **اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ** اپنے رب کا استغفار کرو **اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا** وہ تو بڑا قدیم مغفرت کرنے والا ہے اب آج تک میری سمجھ میں نہ آیا کہ

رکے رہنا! اتنا غفار ہے تمہارا رب۔ اتنا تواب تمہارا رب۔ رب العالمین تمہارا رب، خلقت دینے والا عطا کرنے والا تمہارا رب، تمہیں صورتیں دینے والا تمہارا رب، تمہیں تعلیم دینے والا۔ کتنا رحمٰن ہے۔ کتنا رحیم ہے۔ وہ تاریخ قرآن کا واقعہ۔ کہ جب زُلیخا نے اقدام کرنا چاہا یوسفؑ کی طرف۔ تو پہلے اپنے بت پر پردہ ڈال دیا۔

بھئی کیا کمال کا مرحلہ ہے۔ اس نے پہلے اپنے بت پر پردہ ڈال دیا کتنی ہیبت تھی؟ زُلیخا کے دل میں اس سنگ تراش کے بت کی؟ اگر اتنی ہیبت رب العالمین کی تمہارے دل میں آجائے۔ تو تم بھی اس مرحلے پر آجاؤ کہ بے اختیار سجدہ ہو۔ بے اختیار تسبیح ہو۔ بے اختیار عبادتیں ہو۔ میں پہنچانا یہ چاہ رہا تھا۔ میں اکثر سوچتا ہوں اور تمہیں بھی میرے ساتھ سوچنا چاہیئے۔ کہ اگر سنگ تراش کے مجسمے کی اتنی ہیبت ہو۔ تو جو رب العالمین ہے اس کی کتنی ہیبت ہو گی۔ اگر انسان اسے ذہن میں رکھ لے۔ تو سارے گناہوں سے بچ جائے گا۔ تو پہلی منزل ہے کہ گناہ کے لئے استغفار کرو خدا کی قسم ترجمہ آیتوں کا میں پیش کر چکا ہوں۔

آج سے ١٧ یا ١٨ سال قبل میں نے محفل شاہ خراسان میں تقریر کرتے ہوئے۔ چھوٹا سا واقعہ پیش کیا تھا اور اس واقعہ کو استغفار ہی کے حوالے سے آج کوٹ (Quote) کر رہا ہوں۔ ایک شخص آیا علیؑ کے پاس اور حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ علیؑ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اچھا پہچانتے ہو مفسّر الامت امت کے سب سے بڑے عالم۔

عبد اللہ ابن عباسؓ کون ؟ مفسّر الامت۔ امت کے سب سے بڑے عالم مفسر قرآن یہ ان کے لقب ہیں۔ کتنا بڑا آدمی علی کے پہلو میں بیٹھا ہوا ہے۔ ایک شخص آیا کہنے لگا یا علیؑ بڑے گناہ ہوئے۔ بڑے گناہ ہوئے۔ کہا اچھا۔ پھر کہا یا علیؑ کوئی طریقہ بتا دو کہ میرے گناہ معاف ہو جائیں کہا استغفار کر، استغفار کر۔ چلا گیا۔

ایک شخص آیا۔ اچھا ایک ہی شخص کی باتیں ہیں یا علیؑ میں بہت غریب ہوں۔ دو وقت کی روٹی بھی ٹھیک سے چلتی نہیں ہے۔ پھر کہا علیؑ کوئی طریقہ بتا دو۔ کہ دو وقت کی روٹی تو ٹھیک سے چلنے لگے۔ کہا استغفار کر۔ چلا گیا۔ اب عبد اللہ ابن عباس کے کان کھڑے ہوئے۔ کہ بھئی اس نے کہا میرے گناہ بہت زیادہ ہیں کہا استغفار کر۔ اس نے کہا میرے پاس مال نہیں ہے۔ کہا استغفار کر۔ کوئی تیسرا آگیا۔ کہنے لگا یا علیؑ اللہ نے مجھے سب کچھ دیا ہے۔ بیٹا نہیں ہے۔ بس دعا کر دو۔ تم کچھ کر دو کہ اللہ مجھے بیٹا دے

دے۔ کہا استغفار کر۔

کمال ہے خدا کی قسم لوگ اپنی مشکلیں بیان کرنے آرہے ہیں اور علیؑ ایک جملے میں جواب دے رہے ہیں مشکل کشاء ہو تو ایسا ہو۔ صلوات۔

کہا! بیٹا نہیں ہے یا علیؑ۔ کہا استغفار کر۔ گناہ بہت ہیں۔ کہا استغفار کر۔ مال نہیں ہے۔ استغفار کر۔

بھئی کمال کی بات ہے نا۔ اچھا ایک شخص آیا کہ یا علیؑ میں نے بڑی محنت سے باغ لگایا تھا۔ اور وہ باغ خشک ہو گیا۔ پھل آتے ہیں خراب ہو جاتے ہیں۔ کہا استغفار کر۔ عبداللہ ابن عباسؓ پریشان ہوئے۔ اور گھٹنا دبانے لگے علیؑ کا کہ کر کیا رہے ہیں، کوئی اور آگیا۔ کہا یا علیؑ ہم گاؤں والوں نے بڑی محنت سے نہر کھودی تھی اور نہر کھود کر اپنے گاؤں تک لائے تھے نہر خشک ہو گئی اب کیا کریں یا علیؑ ؟ کہا استغفار کر۔

ابن عباسؓ نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ اتنے مشکل بے جوڑ سوالات اور جواب ایک۔ کہ استغفار کر۔ ہر ایک کو کہے جا رہے ہیں کہ استغفار کر۔ کہا ابن عباس تم نے قرآن نہیں پڑھا۔ کس سے کہہ رہے ہیں۔ مفسّر قرآن سے ابن عباس تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ کہا یا علیؑ قرآن تو پڑھا ہے۔ کہا بھول گئے۔

استغفروا ربکم انه کان غفارا استغفار کرو اللہ بخشے گا۔

یمدد کم باموال استغفار کرو مال دے گا۔

وبنین بیٹے دے گا۔

ویجعل لکم جنّات استغفار کرو باغ دے گا۔

ویجعل لکم انهارًا نہریں دے گا۔

عجیب مرحلہ ہے۔ اب روکوں گا اپنے سارے سننے والوں کو۔ بھئی یہیں تو تم سے فیصلہ کرواؤں گا جیسے ابھی تم سے فیصلہ کروایا تھا اب روکوں گا۔ اچھا اب یہ آیتیں ذہن میں آگئیں۔ علی نے جب آیتیں پڑھیں تو فرمانے لگے حضرت ابن عباسؓ کہ یا علیؑ ایسا لگتا ہے جیسے یہ آیتیں میں نے پہلی بار سنی ہوں۔

پہلی بار نازل ہوئی ہوں۔ مسکرا کر کہا نازل تو بہت پہلے ہو گئی ہیں۔ سمجھے اب ہو۔ صلوات۔ پڑھنا اور ہے سمجھنا اور ہے۔ اچھا یہ پیغام میرے اس دوست کے لئے بھی تھا۔ جس نے میری اصلاح کی تھی ٹیلی فون کے ذریعے کہ پڑھنا اور ہے سمجھنا اور ہے۔ استغفار کرو۔ اچھا بھئی کس بات کے لئے استغفار کرو۔ گناہوں کے لئے؟

بھئی توجہ رہے۔ استغفار کس چیز کے لئے گناہوں کے لئے؟ اب تک تو یہی سنتے آئے ہیں نا گناہوں کے لئے استغفار۔ بیٹا چاہئے استغفار کرو۔ بھئی توجہ رہے۔ مال چاہئے استغفار کرو۔ بھئی اگر کسی نے کوئی گناہ نہ کیا ہو لیکن بیٹا نہیں ہے۔ تو کیا استغفار نہ کرے۔

بہت دقیق مرحلہ فکر ہے۔ کوئی ایسا سوچو متقی پرہیز گار آدمی جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ کیا ہی نہیں۔ ٹھیک ہے نا۔ اچھا اس کا بیٹا نہیں ہے۔ تو کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ استغفار نہ کرے گا۔ کس چیز کے لئے گناہ کے لئے؟ نہیں گناہ کے لئے نہیں بیٹے کے لئے۔ اچھا کسی کے پاس بیٹا ہے مال نہیں ہے۔ لیکن گناہ گار نہیں ہے وہ استغفار کرے گا نا۔

بھئی توجہ رہے تو جہ رہے استغفار کرے گا نا! کوئی گناہ کے لئے کرے گا۔ کوئی مال کے لئے کرے گا۔ کوئی نہروں کے لئے کرے گا۔ کوئی باغات کے لئے کرے گا۔ تو اب سمجھ میں آیا۔ کہ آل محمد کے استغفار نہ ہوتے تو آج یہ نسلیں بھی نہ ہوتیں۔ یہ دنیا بھی نہ ہوتی۔ صلوات

کرو استغفار۔ سمجھ رہے ہو بھئی ایسے سمجھو قرآن کو کہ اگر آل محمدؐ کے استغفار نہ ہوتے۔ تو نہ بیٹے ہوتے۔ نہ مال و دولت ہوتے۔ نہ نہریں ہوتی۔ نہ باغات ہوتے۔ تو ان کے استغفار نے اس دنیا کو قائم رکھا ہے۔ میرے دوستو۔ میرے عزیزو استغفار فقط گناہ پر نہیں ہوتا۔ اب میں کنکلوڈ (Conclude) کر رہا ہوں باتوں کو۔ تلخیص دے رہا ہوں باتوں کو۔ باتیں ختم ہو گئی ہیں، سننا اور یاد کرنا۔ باتیں ختم ہو رہی ہیں۔

عالمی معاشرہ! طغیان۔ قرآن حکیم کا حکم! استغفار، ٹھیک طے ہو گئی بات اور تم

آلِ محمدؑ کا استغفار سمجھ گئے۔ تم رسولؐ کا استغفار سمجھ گئے۔ بھئی ہماری ذمہ داری اکہری ہے۔ محمدؐ و آلِ محمدؑ کی ذمہ داری دوہری ہے۔ دوہری ہے نا۔ وہ امت کے لئے استغفار کر رہے ہیں۔ تو آج جو یہ نسلیں باقی ہیں اس استغفار کے سبب باقی ہیں۔

اچھا یہ جو زمین و آسمان قائم ہے۔ مال بھی ہے۔ دولت بھی ہے باغ بھی نہریں بھی ہیں۔ سب کچھ ہے۔ سب کچھ ہے نا۔ استغفار آلِ محمد کا۔ استغفار پیغمبر اکرمؐ کا۔ اس نے روکا ہوا ہے۔ اس لئے کہ اب کہیں لے جانا چاہ رہا ہوں عجیب و غریب آیت ہے۔ اور یہ آیت آج کی حد تک تمہیں ہدیہ کر رہا ہوں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيهِمْ ط وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (سورہ انفال آیت ۳۳) جاؤ دیکھنا آیت کو۔ حبیب جب تک تم موجود ہو۔ ہم عذاب نہیں نازل کریں گے۔ بھئی محمدؐ کے ہوتے ہوئے عذاب نہیں آئے گا، اس لئے کہ عذاب غصے کا اور جلال کا نتیجہ ہے۔ اور محمدؐ ہے رحمت۔ تو رحمت اور جلال ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

بات پہنچ گئی۔ دیکھو اب تو میرے پاس مصائب کا بھی وقت نہیں رہا۔ لیکن جہاں تک لے جانا چاہ رہا ہوں وہاں تک دو جملوں میں لے جاؤں گا۔ اور دو ہی جملے مصائب کے عرض کروں گا۔ لیکن بات میرے سننے والوں تک پہنچ جائے۔

وما كان اللّٰه ليعذ بهم وانت فيهم حبیب اللہ کبھی عذاب نازل نہیں کرے گا۔ کبھی نہیں کرے گا۔ کبھی نہیں کرے گا۔ جب تک تو موجود ہے۔ کیوں اس لئے کہ رسولؐ ہے رحمت اور عذاب ہے غضب۔ تو رحمت اور غضب ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔

وما كان اللّٰه معذبهم وهم يستغفرون اور عذاب رکنے کا ایک طریقہ اور بھی ہے۔ استغفار کریں ہم عذاب کو روکے رکھیں گے۔ بس، بس میرے دوستو! میرے عزیزو! رک جاؤ استغفار کرو۔ بھئی دو ہی طریقے ہیں عذاب روکنے کے۔ یا رسول موجود ہو۔ اور یا استغفار ہو۔ ٹھیک ہے نا۔ تیسرا تو کوئی طریقہ نہیں ہے۔

عذاب روکنے کا تیسرا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ یارسولؐ ہو۔ یا استغفار ہو۔

بھئی توجہ رہے توجہ رہے۔ آج جو میں جملہ کہہ رہا ہوں اسے قیامت تک یاد رکھنا۔ میں پوری دنیا کی بات کر رہا ہوں۔ ملت اسلامیہ میں کوئی برائی ایسی نہیں ہے۔ جو پچھلی امتوں میں ہو اور اس میں نہ ہو۔

اَلَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ (سورہ فجرؑ) **بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ وَالْفَجْرِ وَلَیَالٍ عَشْرٍ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ۔ ھَلْ فِیْ ذٰلِکَ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ** (سورہ فجر آیت ۱ تا ۵) آگے بڑھ رہا ہوں میں۔

الذین طغوا فی البلاد وہ فرعون والے۔ وہ نمرود والے۔ وہ ارم ذات العماد والے۔ وہ قوم ثمود والے۔ وہ قوم عاد یہ طغیان تھے۔ یہ سرکش تھے ہم نے ان پر عذاب بھیج دیا۔ کبھی پھر صحیح تفصیل سے بتاؤں گا۔ اس لئے کہ اب تو دامن وقت میں گنجائش ہی نہیں رہی۔

وہ سرکش تھے ہم نے ان پر عذاب بھیج دیا۔ تو آج پورا مسلمان معاشرہ سرکش ہے۔ جو قوم عاد میں برائیاں تھیں سب مسلمانوں میں ہیں۔ جو قوم ثمود میں برائیاں تھیں سب مسلمانوں میں ہیں۔ جو قوم فرعون میں برائیاں تھیں وہ آج سب مسلمانوں میں ہیں۔ اچھا تو ماضی کا عذاب کیوں نہیں بھیجتا۔ بھیج دے نا۔ کہنے لگا دو شرطیں دی تھیں عذاب روکنے کی۔ یا محمدؐ ہو۔ یا کوئی استغفار کرنے والا ہو۔ تو ہے کوئی استغفار کرنے والا۔ صلوات۔

ہے کوئی؟ پہنچ گئی بات۔ پھر سہی کبھی پھر سہی میرے پاس کل ساڑھے چار دقیقہ ہیں۔ جن میں اس گفتگو کو مکمل کرنا ہے فضائل اور مصائب کے ساتھ۔ ہے کوئی استغفار کرنے والا۔ بھئی ہے کوئی دنیا کا ولی اللہ کوئی پیر، کوئی مرشد کامل، جو کہہ دے کہ ہمارے استغفار نے عذاب کو روکا ہوا ہے۔ کس کی مجال ہے امت میں سے۔ کس کی مجال ہے کہ کہہ دے کہ ہمارے استغفار پہ عذاب رکا ہوا ہے۔ بھئی یا محمدؐ کہے یا محمدؐ جیسا کہے۔

آ گئی بات! آ گئی بات! اس شہزادے تک جس کے تذکرے کو ہمیشہ میں نے۔ اپنے لئے باعث فخر سمجھا۔ تمہارا زمانے کا امامؑ یہ جو تمہارا وجود ہے نا۔ یہ اس کے استغفار کی بھیک ہے۔ بس میرے دوستو۔ میرے عزیزو میں اب تقریر تمام کرنے والا ہوں۔ یہ تمہارا وجود۔ تمہارا سے مراد صرف تم نہیں ہو۔ پوری ملّت اسلامیہ ہے۔ پوری ملّت اسلامیہ ہے۔ یہ جو تمہارا وجود ہے نا۔ یہ اس کے استغفار کی بھیک ہے۔ سمجھ رہے ہو نا۔ تو دو ہی تو بڑے کام ہیں۔

ایک امّت کے لئے استغفار کرنا۔ دوسرے حسینؑ پر گریہ کرنا۔ جاؤ زمانہ اگر تمہیں توفیق دے۔ تو زیارت ناحیہ میرے بارھویں امامؑ کی زیارت کربلا والوں کے لئے۔ اس زیارت کا ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ ترجمہ کے ساتھ اس زیارت کو پڑھنا۔ ٹھیک ہے نا۔ اگر زمانہ توفیق دے۔ بس ایک جملہ واضح کرنا چاہ رہا ہوں۔

السلام علی النّاز حین عن الاؤطان۔ سلام ہو ان لوگوں پر جن سے زبردستی وطن چھڑا دیا گیا۔ سلام ہو ان لوگوں پر۔ جن سے زبردستی وطن چھڑا دیا گیا۔ سن رہے ہو نا۔ دیکھو اگر کوئی خوشی سے وطن چھوڑے تو وہ روتا نہیں ہے۔ بڑے آرام سے سفر کرتا ہے۔ اور جس سے وطن چھڑایا جائے۔ وہ رو کے وطن کو چھوڑتا ہے۔

ایک صحابی ہیں۔ حضرت عُروہ غفاریؓ بہرے تھے۔ بہرے کا مطلب جانتے ہو۔ یعنی کان کام نہیں کرتے تھے۔ اور علم الرجال کی کتابوں میں یہ لکھا ہے۔ کہ اتنے بہرے تھے۔ خدا ان سے راضی ہو۔ اور خدا ان کے درجات کو بلند کرے دیکھو کیسے کیسے لوگ گزر گئے دنیا سے۔

کان لایسمع صوت الرعد یعنی اتنے بہرے تھے۔ کہ ان کے کانوں میں بادل کے گرجنے کی آواز بھی نہیں جاتی تھی۔ سن لیا۔ عُروہ نام یاد رکھنا۔ عُروہ غفاری کے کانوں میں بادل کی کڑک، بجلی کی چمک، بادل کی گرج۔ یہ ان کو محسوس نہیں ہوتی تھی۔ ۲۸ رجب کی رات کو۔ اچھا پہچانتے ہو ۲۸ رجب کی رات کو۔

یہ وہ رات ہے۔ جس کے دوسرے دن حسینؑ مدینہ چھوڑیں گے۔

۲۸ رجب کی رات کو آدھی رات کے قریب حضرت عروہ غفاری اپنے بستر سے اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنی زوجہ سے کہنے لگے بی بی، میں تو بادل کی گرج بھی نہیں سنتا یہ کن بیبیوں کے رونے کی آوازیں میرے کانوں میں آرہی ہیں۔ تو ایک مرتبہ ان کی بی بی نے پکار کے کہا۔ یہ فاطمہؑ زہرا کی بیٹیاں ہیں جو رو رہی ہیں۔ تقریر تمام ہوگئی۔ ایک یا ڈیڑھ منٹ جو باقی رہ گئے ہیں۔ ان کے اندر بات کو مکمل کرنا چاہ رہا ہوں۔

چلے مدینے سے مکہ آئے۔ مکہ میں قیام کیا۔ بڑی تفصیلات ہیں۔ لیکن اب میرے پاس وقت نہیں ہے۔ دو محرم کو ذوالجناح نے چلنے سے انکار کیا۔ بستی والوں کو بلایا۔ پوچھا۔ بستی کا نام کیا ہے۔ جب معلوم ہوا کہ یہی کربلا ہے۔ کہنے لگے عباسؑ خیمے یہاں نصب کر دو۔

ارے اسی زمین پہ میرے بچے ذبح کئے جائیں گے۔ خیمے نصب ہوئے۔ خیمے ابوالفضل العباسؑ نے اپنی نگرانی میں خیمے نصب کئے۔ جب خیمے نصب ہوگئے نا۔ تو بیبیاں محملوں سے اتریں۔ اور اپنے اپنے خیموں میں گئیں شہزادی زینب کی گود میں سکینہ تھیں۔ چلیں اور خیمے میں داخل ہوئیں۔ اور زمین پہ بیٹھ گئیں بچی کو گود میں لئے ہوئے۔

جیسے ہی بیٹھیں۔ ایک زرد غبار اڑا۔ اور اڑ کر بچی کے بالوں پہ آیا۔ ایک مرتبہ پکارا کہ فضہ ذرا بھیا کو بلا کر لاؤ۔ حسینؑ آئے۔ کہا بھیا کہیں اور قیام کرو۔ ارے اس مٹی سے تمہارے خون کی بو آرہی ہے۔

اجرکم علی اللہ۔ اجرکم علی اللہ۔ آخری جملہ اہل قریہ کو بلایا۔ بس بس میرے دوستوں میرے عزیزوں تم گریہ کر چکے اور میری تقریر تمام ہوگئی اہل قریہ کو بلایا۔ ۶۰ ہزار درہم میں وہ زمین خریدی اور خریدنے کے بعد بنی اسد سے کہنے لگے۔ کہ میں نے یہ زمین تمہیں ھبہ کی۔

لیکن شرط یہ ہے۔ کہ فوج یزیدلعن کے جانے کے بعد ہمارے لاشوں کو دفن کر

دینا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اگر کوئی ہماری قبر کا نشان پوچھتا ہوا آئے۔ تو اسے نشان قبر بتلا دینا۔ اور تیسری شرط یہ ہے کہ اگر کوئی ہمارا غریب زائر آجائے تو تین دن مہمان رکھنا۔

بنی اسد جب جانے لگے۔ کہا ذرا اپنی عورتوں کو بھیج دو۔ بنی اسد کی عورتیں آئیں مولاؑ نے کہا بیبیوں میں فاطمہ زہراؑ کا بیٹا ہوں میں خدیجۃ الکبریٰؑ کو نواسہ ہوں بیبیوں میں زینبؑ کا بھائی ہوں۔ اگر تمہارے مرد کسی سبب سے مجھے دفن نہ کر سکیں۔ تو پانی بھرنے کے بہانے آنا اور ہمیں دفن کر دینا۔

عورتیں جب جانے لگیں کہا اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھیج دو۔ بچے آئے تو حسینؑ نے کہا بچو۔ میں سکینہؑ کا باپ ہوں۔ ارے میں اصغرؑ کا باپ ہوں۔ اگر تمہارے ماں باپ ہمیں دفن کرنے نہ آئیں۔ تو کھیلنے کے بہانے آنا۔ اور ایک ایک مٹھی خاک لے کر ہماری لاشوں میں ڈال دینا۔

وسیعلمون الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

چوتھی مجلس

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝١ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢
اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝٣ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ
مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝٥ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤى ۝٦ اَنْ رَّاٰهُ
اسْتَغْنٰى ۝٧ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝٨

عزیزان محترم! عالمی معاشرہ اور قرآن حکیم کے عنوان سے ہمارا سلسلہ گفتگو چوتھے مرحلے میں داخل ہو رہا ہے۔ مسلسل میں نے ان آیات کی تلاوت کا شرف حاصل کیا۔ اور اپنے محترم سننے والوں کی خدمت میں ان آیات کا ترجمہ پیش کیا۔ جیسا کہ میں پہلے یہ عرض کر چکا ہوں کہ یہ پہلی وحی ہے۔ یہ پہلا پیغام ہے جو انسانیت کے نام ہے۔ اس پہلی وحی کا آغاز کیا ہے پروردگار نے اپنی خالقیت کے اعلان سے۔ پڑھو۔ اپنے رب کے نام سے پڑھو۔ جس نے خلق کیا۔ اور دو مرتبہ لفظ خلق آیا پہلی آیت۔ پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے خلق کیا۔ **خلق الانسان من علق**۔ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے خلق کیا۔ خالقیت کو بڑا ناز ہے۔ پروردگار کو بڑا ناز ہے۔

بھئی! عجیب بات ہے اور ناگزیر ہے کہ میں یہ جملہ کہہ کے پھر آگے بڑھوں۔ کہ بھئی خالق اور موجد میں فرق ہے۔ خالق اور ہے۔ موجد اور ہے۔ بھئی پنسلین کو کس نے ایجاد کیا، کسی نے بلب ایجاد کیا۔ کسی نے ہوائی جہاز ایجاد کیا۔ کسی نے طیارہ ایجاد کیا۔ کسی نے ریل کے سسٹم کو ایجاد کیا۔ تو موجد اور خالق اور فرق کیا ہے؟ موجد وہ جو چیزیں پائی جا رہی ہیں۔ ان میں مخصوص تناسب قائم کرے۔ مخصوص ترکیب پر

عمل پیرا ہو۔ مخصوص ترتیب عطا کرے اور عطا کرنے کے بعد ایک چیز بنا دے۔ اور جب وہ چیز بن گئی۔ تو اب اس کے اختیار میں نہیں ہے۔ یعنی جس نے ریل بنائی۔ اب ریل اس کے اختیار میں نہیں ہے کہ اس کی مرضی سے چلے اور اس کی مرضی سے رکے۔

فرق سمجھ میں آ گیا یہ موجد اور خالق کا فرق سمجھ میں آ گیا۔ تو میں یہیں سے آگے بڑھوں گا۔ بھئی سنتے جاؤ۔ اور آج تو عجیب و غریب اتفاق ہے۔ حضرت مولانا عقیل الغروی تشریف فرما ہیں میرے نوجوان دوست اور بر صغیر ہندوستان اور پاکستان کے ممتاز ترین علما اور خطباء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

دیکھو تمہیں ایک بات سچ بتاتا جاؤں اہل علم کا وجود برکت ہے۔ سمجھ رہے ہونا بات کو سمجھ رہے ہو۔ اور دو آیتیں تو یاد ہی ہوں گی۔ **الذی علم بالقلم۔ علم الانسان مالم یعلم** تو یعنی پہلی وحی میں علم کا تذکرہ ہے۔ تو اب رکوں گا نہیں۔ موجد چیزوں کو جوڑ کر کوئی چیز بنا لے۔ لیکن اب اس چیز کو فنا نہیں کر سکتا۔ جس نے ریل بنائی وہ ریل کو فنا کر کے دکھلائے۔ جس نے ہوائی جہاز بنایا۔ وہ اب ہوائی جہاز کو فنا کر کے دکھلائے۔ نہیں کر سکتا۔ موجد ہے۔ لیکن خالق بنائے بھی مٹائے بھی۔ خالق بناتا بھی ہے۔ اور خالق مٹاتا بھی ہے۔ اسے کہتے ہیں خالق۔ اچھا اب بتاؤں ایڈیسن نے بلب ایجاد کیا۔

بھئی سننا خدا کی قسم۔ ایڈیسن نے بلب ایجاد کیا۔ تو اب کچھ لوگ ہوں گے اس موجد کے دوست۔ کچھ لوگ ہوں گے موجد کے دشمن۔ اب اگر موجد کہے بلب سے کہ دیکھو میرے دوستوں کے گھر پر جلنا بلب نہیں سنے گا۔ بھئی جس نے طیارہ ایجاد کیا۔ جس نے ہوائی جہاز ایجاد کیا۔ وہ ہوائی جہاز کو حکم دے۔ کہ بس وہ بیٹھے اور انہیں لے جائے جو میرے دوست ہوں۔ خبردار میرے دشمنوں کو سوار نہ کرنا۔ جس نے کمپیوٹر ایجاد کیا۔ تو وہ کمپیوٹر سے کہہ دے کہ میرے دشمن کے ہاتھوں پر کام نہیں کرنا۔ تو موجد بنائے اور پھر بے اختیار ہو جائے۔ اور خالق وہ جو بنا کر۔ کنٹرول اپنے ہاتھ میں

رکھے۔ بھئی لکڑی تو لکڑی ہے۔ بنی اسرائیل کے ہاتھ میں رہے لکڑی رہے۔ موسیٰؑ کے ہاتھ میں آجائے تو عصاء بن جائے۔ صلوٰت۔

لکڑی تو لکڑی ہے۔ لیکن وہی لکڑی اگر بنی اسرائیل کے کسی انسان کے ہاتھ میں چلی جائے۔ لکڑی ہی رہے۔ موسیٰؑ کے ہاتھ میں آئے۔ اژدھا بن جائے۔ یہ ہے خالقیت۔ اسی لئے پروردگار نے جب تعارف کرایا۔ قرآن مجید میں اپنی ذات گرامی کا تو کس شان کے ساتھ تعارف کرایا۔ **بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم**۔ بھئی کچھ آیتیں سنتے جاؤ۔ قرآن کا پڑھنا بھی عبادت ہے۔ قرآن کا سننا بھی عبادت اور اس لئے بھی سنتے جاؤ کہ کتاب کافی ہے نا۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ دیکھو خالقیت کا تعارف۔ اور یہیں سے میں آگے بڑھ جاؤں گا۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی ۙ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ۙ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَھَدٰی ۙ (سورہ اعلیٰ۔ آیت ۱ تا ۳) **سَبِّحِ**، تسبیح کرو۔ **اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی** اپنے رب اعلیٰ کے نام کی تسبیح کرو۔

الَّذِیْ خَلَقَ جس نے تمہیں خلق کیا۔ خلق کیا ہے خلقت پہ تذکرہ ہو رہا ہے۔ **فسوّیٰ** نوک پلک دیکھ کے بنایا ہے۔ یہ ہے سورہ اعلیٰ اور اب میں سورہ انفطار کی تلاوت کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔

یٰۤاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ ۙ الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ ۙ فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ۙ (سورہ الانفطار ۶۔۷۔۸) اے انسان تجھے تیرے رب سے کس نے بھٹکا دیا۔ کس نے ہٹا دیا تیرے رب سے۔ جو بڑا کریم ہے۔ **الذی خلقک**، یہ تیرا رب وہ ہے جس نے تجھے خلق کیا۔

کمال ہو گیا! رکے رہنا خدا کی قسم۔ پھر سننا۔ **یایھا الانسان ماغرک بربک الکریم ۝ الذی خلقک فسوک فعدلک ۝ فی ای صورة**

ماشاء رکبک O اللہ نے تجھے خلق کیا۔ نوک پلک سے ٹھیک ٹھیک بنایا۔ **خلقک** کا ترجمہ کر رہا ہوں۔ **فعدلک**۔ تیرے جسم میں عناصر کا توازن قائم کیا۔ **فی ای صورہ ماشاء رکبک** اور اچھی تصویریں بنائیں۔

بھئی! کمال کی بات ہے۔ اچھی تصویریں بنائیں۔ یہ جو بیٹھے ہوئے لوگ ہیں نا۔ یہ اللہ کی بنائی ہوئی تصویریں ہیں۔ بھئی رکے رہنا خدا کی قسم اچھی تصویریں بنائیں۔ **فی ای صورۃ ماشاء رکبک** بھئی بھول گئے۔ **ھُوَ اللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَہُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰی** (سورہ حشر آیت ۲۴) اللہ ہے۔ خالق ہے۔ ان کے وجود بنانے والا ہے۔ مصور ہے۔ تصویریں بنانے والا ہے۔

کمال ہو گیا نا۔ بھئی بہت توجہ رہے۔ بہت توجہ۔ تصویر بناتا ہے۔ مصور ہے۔ سورہ مومن نے آواز دی۔ **صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ** (آیت ۶۴) اللہ نے تمہاری تصویریں بنائیں۔ اور جو بہترین تصویر ممکن تھی وہ بنائی۔ تو تم ہو اللہ کی تصویر۔ ایک ایک انسان اللہ کی تصویر ہے۔ یہ سارے بیٹھے ہوئے لوگ اللہ کی تصویریں ہیں۔ اچھا تو مصور کو تو جانتے ہو نا۔ بھئی سنو۔ دو چار جملے سنو۔ میں بہت تیزی کے ساتھ آگے بڑھ جاؤں گا۔ جانتے ہو نا مصور کو جگہ چاہیئے بنانے کے لئے۔ کینوس چاہیئے کہ تصویر اس پر بنائے۔ روشنی ہو جب تو بنائے۔ اندھیرے میں کیا خاک بنائے گا۔ اور یہ مصور ایسا ہے جو جگہ میں بیٹھ کے نہیں بطن مادر میں بناتا ہے۔

کیا کمال کی بات ہے۔ کیا کمال کی بات ہے۔ بھئی سننا کہیں دور لے کے جاؤں گا۔ مصور کو جگہ چاہیئے۔ مصور کو روشنی چاہیئے۔ مصور کو کینوس چاہیئے۔ جس کے اوپر تصویر بنائے۔ اور وہ مصور ایسا ہے۔ کہ جو جگہ میں نہیں بطن مادر میں تصویر بناتا ہے۔ کینوس پر نہیں قطرہ آب پر تصویر بناتا ہے۔ اجالے میں نہیں اندھیروں میں تصویریں بناتا ہے۔ اور ایسی تصویر بناتا ہے۔ کہ تمہارا مصور تصویر بنا لے۔ نہ بول سکے نہ سن سکے۔ اور اللہ کی بنائی ہوئی تصویریں بول بھی رہی ہیں سن بھی رہی ہیں۔ صلوٰت۔

توجہ رہے۔

بھئی عجیب و غریب مرحلہ فکر ہے نا۔ اچھا تو مصور تو تمہارے پاس بھی ہے۔ تمہارے معاشرے میں تمہارا یہ گلوبل عالمی معاشرہ اس میں مصور بھی ہے نا تمہارا مصور۔ اچھا اس نے پینٹنگ کی اور تم بڑے شوق کے ساتھ اور بڑے ذوق کے ساتھ تصویر کو خرید کر لائے۔ اب تم نے ڈرائنگ روم میں اسے آویزاں کر دیا۔ لیکن دیکھو ایک بات کا خیال رکھنا۔ اُس تصویر کو پانی سے بچانا ورنہ تصویر مٹ جائے گی۔ اسے آگ سے بچانا ورنہ تصویر جل جائے گی۔ ہوا سے بچانا ورنہ رنگ دھیمے پڑ جائیں گے۔ بھئی دیکھ رہے ہو نا۔ مٹی سے بچانا، ورنہ تصویر نظر نہیں آئے گی۔ تو تصویر کے چار ہی دشمن ہیں۔ آگ، پانی، ہوا اور مٹی اور ایک مصور ایسا ہے کہ انہیں کو ملا کر تصویریں بنا رہا ہے۔ پہنچ رہی ہے بات؟ صلوٰت۔

یٰۤاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَاغَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ ۝ الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ ۝ فِیْۤ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّاشَآءَ رَکَّبَکَ ۝ (سورہ انفطار آیات ۶، ۷، ۸)۔ اور اُدھر سورہ حجرات۔ **یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط ان اکرمکم عنداللہ اتقکم ط** (سورہ حجرات آیت ۱۳) دیکھو پوری انسانیت سے خطاب ہے۔ انسانوں میں نے تمہیں خلق کیا۔ میرے علاوہ کوئی اور خالق نہیں ہے۔ بھئی توجہ رہے۔ یہ ہے سورہ حجرات۔

اور اب سورہ آلِ عمران **اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ** (سورہ آلِ عمران آیت ۱۹۰) ہم نے آسمان و زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے آنے میں نشانیاں رکھی ہیں اپنے وجود کی صاحبانِ عقل کے لئے۔ سن رہے ہو نا آیتیں۔ **ان فی خلق السموات والارض۔ و اختلاف الیل والنھار لایت لا ولی الالباب** ہماری تخلیق میں ہم نے آسمانوں کو بنایا۔ ہم نے جو زمین کو بنایا۔ اس میں نشانی ہے ہمارے وجود کی۔ اور پھر اسی بات کو کہا۔ سورہ نحل میں **بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَتٰۤی اَمْرُ**

اللّٰهِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡهُ سُبۡحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ۔ سولھواں سورہ قرآن کا اور پہلی دوسری تیسری اور چوتھی آیت تک پڑھ رہا ہوں۔

يُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوۡحِ مِنۡ اَمۡرِهٖ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖٓ اَنۡ اَنۡذِرُوۡٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوۡنِ○ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ تَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ○ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيۡمٌ مُّبِيۡنٌ (سورہ نحل آیات ۲،۳،۴) اللہ نے آسمان و زمین کو بڑی حکمت کے ساتھ خلق کیا ہے۔ بڑی مصلحتوں کے ساتھ خلق کیا ہے۔ اور اللہ ان ساری صفتوں سے دور ہے جو صفتیں مشرکین اللہ کے لئے بیان کرتے ہیں۔ **خلق الانسان من نطفة۔** انسان کو نطفہ سے خلق کیا۔ بھئی بہت توجہ رہے۔ میں نے واقعاً بڑی زحمت دے دی۔ **خلق الانسان من نطفة فاذا هوخصيم مّبين** عجیب بات ہے کہ ہم نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا۔ اور وہی انسان ہمارے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور ہم سے جھگڑا کرنے پر آمادہ ہے۔

کیا دلیل کی آیت قرآن مجید میں انسانیت کو دی۔ **خلق الانسان من نطفة** بھئی کس آب نجس سے خلق ہوئے ہو۔ کس نجس پانی سے خلق ہوئے ہو۔ بھئی جبھی تو غصہ میں آکر بولتا ہے۔ یعنی عجیب بات ہے تمہاری پوری زندگی دو نجاستوں کے درمیان گزر رہی ہے۔

آئے غسلِ ولادت۔ گئے غسلِ میت۔ بڑی اکڑ ہے۔ بڑا ناز ہے۔ کہ ہم وزیر ہوگئے، ہم وزیر اعظم ہوگئے۔ ہم صدر مملکت ہوگئے۔ ہم دنیا کی بڑی طاقت بن گئے۔ بڑی اکڑ ہے۔ لیکن کبھی سوچا ہے۔ آئے تو غسلِ ولادت، نجس تھے پاک کئے گئے۔ جارہے ہو غسلِ میت۔ نجس ہوگئے تھے پھر پاک ہو جاؤ۔ تو تمہاری زندگی دو نجاستوں کے درمیان گزر رہی ہے۔ لیکن ایک ایسا تھا۔ جو کہ پیدا ہوا تھا تو کعبہ میں۔ اور گیا تو مسجد میں۔ کیا کمال کی بات ہے۔ اس شخص کا کمال دیکھ رہے ہو۔

خلق الانسان من نطفة فاذاهو خصيم مّبين۔ آرام سے سنئے

جانا۔ اس لئے کہ بڑے نامانوس موضوعات ہیں جن پر اپنے سننے والوں کو متوجہ کر رہا ہوں۔ ہم نے انسان کو نطفہ سے خلق کیا۔ اور وہ ہم ہی سے کھڑا ہو گیا جھگڑا کرنے کے لئے۔ ہم سے کھلا جھگڑا کرنے لگا۔

یہ ہے عالمی معاشرہ کا انسان ۔ "عالمی معاشرہ اور قرآن حکیم"۔ یہ ہے عالمی معاشرہ کا انسان اور اب قرآن حکیم کی نصیحت۔ **اقرا باسم ربک الذی خلق، خلق الانسان من علق۔** آغاز خلقت۔ **ان الی ربک الرجعیٰ ۔** انجام رجعت بھئی یہیں لانا تھا آغاز خلقت۔ انجام رجعت۔ بھئی اسی کو تو مشہور آیت میں کہتے ہو نا۔ **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔** ہم اللہ کے لئے ہیں اور ہم اسی کی بارگاہ میں پلٹ کے جانے والے ہیں۔ لایا وہ ہے۔ لے وہ جائے گا۔ کیا اپنی خوشی سے آئے ہو؟

بھئی دیکھو! آدمی روتا اس بات پر ہے جو مزاج کے خلاف ہو۔ جبھی میرے دوستوں میرے عزیزو کیا میں یہ جو بات کہنے جارہا ہوں اس میں بھی کوئی مسلک کا فرق ہے بھئی کسی مسلک کا نہیں ہے۔ بھئی یہ تو مشاہدے کی بنیاد پر کہہ رہا ہوں میں کہ آدمی روتا اس بات پر ہے جو مزاج کے خلاف ہو۔ بھئی اگر آنا تمہارے مزاج کے خلاف نہ ہوتا۔ تو تم دنیا میں روتے ہوئے نہ آتے۔ سمجھ رہے ہو نا؟ بات سمجھ میں آرہی ہے نا؟ اگر رونا۔ مزاج کے خلاف نہ ہوتا۔ تو تم اس دنیا میں روتے ہوئے نہ آتے۔ آئے تھے تو آنا خلاف مزاج تھا۔ اور جب گئے تو جانا خلاف مزاج ہے۔ کوئی جانے کو تیار نہیں ہے۔ اور یہی ہے قرآن حکیم کی نصیحت کہ لایا بھی وہ لے بھی وہی جائے گا۔ سمجھ رہے ہو اس بات کو؟ اگر میرے ساتھ آچکے ہو اس مرحلے تک تو سنتے جاؤ۔

آغاز خلقت سے۔ وہ آیتیں جو سرنامہ کلام میں پڑھی گئیں۔ انجام رجعت پر کہ اس کی بارگاہ میں جانا ہے۔ اور درمیان میں "**کلا ان الانسان لیطغیٰ**" اچھا بھئی اس سے اوپر "**الذی علم بالقلم**" یہ اللہ ہے یہ اللہ وہ ہے جس نے قلم سے

لکھنا سکھایا۔ علم کی تعریف ہو رہی ہے۔ کبھی کسی موقع پر عرض کروں گا۔ بھئی کمال کی بات ہے۔ قلم سے لکھنا سکھایا۔ **"علم الانسان مالم یعلم"**۔ انسان کو سب کچھ سکھلا دیا۔ انسان کو سارے علم دے دیئے۔ **"کلا ان الانسان لیطغیٰ"**۔

لیکن عجب بات ہے۔ انسان سرکشی کئے جارہا ہے۔ اپنے آپ کو مستغنی سمجھتا ہے۔ سرکشی کئے جارہا ہے۔ تو صرف مال میں سرکشی نہیں ہے۔ صرف اقتدار میں سرکشی نہیں ہے۔ علم میں بھی سرکشی ہوتی ہے۔ دیکھو بڑا دقیق مرحلہ فکر ہے۔ سرکشی علم میں بھی ہوتی ہے۔ تم پوچھو گے۔ کہ یہ علم میں سرکشی کہاں سے آگئی۔ تو جس نے بلب ایجاد کیا تھا کیا وہ جاہل تھا؟ میں سوال کررہا ہوں جس نے کمپیوٹر۔ اور انسانی منفعت کی چیزیں مثلاً بلب ایجاد کیا، کیا وہ جاہل تھا؟ بھئی علم ہی کی بنیاد پر تو بلب ایجاد کیا تھا۔

کمپیوٹر آج دنیا کا آٹھواں عجوبہ علم ہی کی بنیاد پر تو ایجاد ہوا ہے۔ طیارے علم ہی کی بنیاد پر ایجاد ہوئے ہیں۔ اور ایٹم بم! وہ بھی تو علم ہی کی بنیاد پر آیا ہے۔ وہ میزائل! جو پھینکے جارہے ہیں وہ بھی علم ہی کی بنیاد پر آئے ہیں۔ تو جب بڑی طاقتیں یہ دیکھتی ہیں کہ دولت ہمارے پاس، سرمایہ ہمارے پاس، علم کے سارے خزانے ہمارے پاس۔ ٹیکنالوجی میں ہم نے عروج حاصل کرلیا تو چاہتی یہ ہیں کہ دوسری قوموں کو اپنا غلام بنالیں۔

بھئی بہت توجہ رہے۔ بہت توجہ رہے۔ علم تنہا اگر کسی کے پاس ہو۔ تو پورے معاشرے کو ظالم بنادے۔ اب بڑی قوموں کو ناز کیا ہے؟ فیکٹریاں، دیوہیکل فیکٹریاں ہمارے پاس۔ اسلحہ بنانے کے کارخانے ہمارے پاس۔ سارا زرمبادلہ دنیا کا ہمارے پاس۔ ساری طاقت دنیا کی ہمارے پاس۔ معیشت پر سارا کنٹرول ہمارا۔ تو اب ہم دوسری قوموں کو غلام بنائیں گے۔ یہ ہے سرکشی۔ یہ ہے تکبر۔ آج اسلحہ ڈھالنے والی فیکٹریاں اتنا اسلحہ پھینک چکی ہیں کہ اگر وہ سارا کا سارا استعمال ہو جائے۔ تو چند گھنٹوں میں کرہ ارض ہوا میں بکھر جائے۔

بھئی سن رہے ہو میں کیا کہہ رہا ہوں۔ اتنا اسلحہ اس پورے گلوب میں جمع ہو چکا ہے۔ کہ اگر سارا کا سارا اسلحہ استعمال کر لیا جائے۔ تو یہ فنا ہو جائے۔ ایک ایک انسان فنا ہو جائے۔ بھئی عجیب بات ہے جہاں میں لے آیا۔ تو طاقت مجھے بھی تسلیم کہ طاقت ہے۔ بہادری مجھے بھی تسلیم کہ بہادری ہے۔ جرأت مجھے بھی تسلیم کہ جرأت ہے۔ قوموں کو غلام بنایا جا رہا ہے۔

اچھا بھئی کبھی تم نے سنا۔ کہ فلاں ڈاکو بہت بڑا بہادر تھا۔ اس نے اتنا مال لوٹا۔ گھر والوں کے سامنے مال کو لوٹ کر لے گیا۔ دو چار کو قتل بھی کر دیا۔ بہادر تو ہے تو کبھی تم نے بہادری کی تعریف سنی۔ ڈاکو کی بہادری کی۔ تو بات کل اتنی ہے۔ کہ تعریف وہاں ہوتی ہے جہاں طاقت کا استعمال بر محل ہو۔ پہنچ گئے۔ پہنچ گئے۔ کیونکہ ڈاکو نے طاقت کا بے محل استعمال کیا۔ غلط استعمال کیا۔ اس لئے تعریف کے قابل نہیں ہے۔ اور جہاں طاقت کا بر محل استعمال ہو۔ وہاں تعریف ہوتی ہے طاقت کی۔

تو ڈاکو اپنی طاقت کا بے محل استعمال کرتا ہے۔ اصول یاد رکھنا کہ جہاں طاقت کا استعمال بے محل ہو وہاں مذمت ہے۔ جہاں طاقت کا استعمال بر محل ہو وہاں تعریف ہے۔ اب ساری اسلامی جنگوں کو اٹھا کے دیکھ لینا۔ کہ طاقت کا استعمال کہاں بر محل ہے اور کہاں محل کے خلاف ہے۔

پہنچ رہی ہے نا بات۔ جناب مولانا عقیل الغروی صاحب قبلہ مجھے یہ چھبیسواں سال ہے اس منبر پر۔ اور میں یہ بہت زیادہ پڑھے لکھے شہر کے بہت زیادہ پڑھے لکھے شہریوں سے خطاب کر رہا ہوں۔ ٹھیک ہے۔ اور میں نے اب اپنی عادت بنائی ہے۔ کہ ان نامانوس موضوعات پر گفتگو کی جائے۔ جس سے عام طور سے منبر اور اہل منبر مانوس نہیں۔

اس لئے کہ قرآن حکیم دنیا کا کوئی ایسا موضوع نہیں ہے جو اپنے دامن میں سمیٹ کر نہیں لکھتا۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ سوچ رہے ہوں کہ اب کس قسم کی گفتگو ہو رہی ہے۔ لیکن میں کیا کروں۔ یہ تو میری مجبوری ہے طاقت کا بے محل

استعمال قابلِ مذمت ہے۔ طاقت کا بر محل استعمال قابلِ تعریف ہے۔

اب طاقت کے سر کش گھوڑے کے منہ میں لگام کون ڈالے؟ بھئی مسئلہ تو سارا یہ ہے کہ اس طاقت کے سارے گھوڑے سر کش ہیں۔ ان کے منہ میں لگام کون ڈالے۔ اب قرآن نے آواز دی اگر طاقت کو لگام دینی ہو۔ سورہ حشر "وَمَآ آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا" (آیت ۷)۔ جو رسولؐ دے دے اسے لے لو۔ جس سے روک دے اس سے رک جاؤ۔

میرے دوستو! میرے عزیزو! اب پہنچا ہوں تمہید کے بعد اس مرحلے پر جس مرحلے پر اب بات کو روک لینا ہے۔ سورہ حشر انسٹھواںؐ سورہ قرآن کا۔ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ۔ رسولؐ جس کی دعوت دے اسے قبول کرو۔ رسولؐ جو دے اسے لے لو۔ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا اور جس سے رسولؐ روکے فَانْتَهُوْا رک جاؤ۔ ٹھیک ہے نا۔ یہ ہے سورہ حشر آج بڑی مانوس آیتیں پڑھوں گا۔ اور یہیں سے آگے بڑھ جاؤں گا۔

میرے نبی کو سمجھ لو سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ رسولؐ جس چیز کی دعوت دے کرو۔ جس چیز سے روکے رک جاؤ۔ بھئی توجہ۔ رسولؐ جو دے وہ لے لو۔ میں نے کہا رسولؐ جو دے۔ میرے محترم سامعین یہی ہے نا آیت یہی ہے نا۔ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ جو رسولؐ دے۔ وہ لے لو۔ یہ تو نہیں کہا۔ کہ جو رسولؐ مانگے وہ مت دینا۔

بھئی رسولؐ جو دے لے لو۔ رسولؐ جو دے وہ لے لو۔ یہ تو نہیں کہا نا کہ رسولؐ جو مانگے وہ مت دینا۔ نہیں رسولؐ جو دے وہ لے لو۔ رسولؐ جو مانگے وہ دے دینا۔ اگر زندگی میں رسالت کی اجرت مانگے تو وہ دے دینا۔ اور اگر مرتے وقت قلم مانگے تو وہ دے دینا۔ صلوٰت۔

بھئی سننا، اب میں اپنے سننے والوں کی خدمت میں کچھ مانوس آیتیں ہدیہ کروں گا۔ سورہ حشر وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ، وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ

فَانۡتَهُوۡا رسولؐ جو دے دے وہ لے لو۔ اور رسولؐ جسے روکے اس سے روک جاؤ۔ سورہ حشر۔ اور اب سورہ احزاب۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیۡرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذۡنِهٖ (سورہ احزاب آیت ۴۵۔۴۶) حبیب تم دعوت دو۔ پکارو، بلاؤ اپنی طرف۔ بھئی یہی ہے نا؟ **دَاعِیاً اِلَی اللّٰهِ** ۔اللہ کی طرف دعوت دینے والا۔ یہ سورہ احزاب۔ اور اب سورہ نحل۔ سولھواں سورہ قرآن کا۔ **اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَةِ وَ الۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ۔ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِهٖ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِیۡنَ** (سورہ نحل۔۱۲۵) حبیب لوگوں کو دعوت دو۔ لوگوں کو پکارو۔ لوگوں کو بلاؤ۔ اللہ کے راستے کی طرف۔ تو میرے محمدؐ کا کام لوگوں کو اللہ کے راستے کی طرف بلانا ہے۔

بھئی توجہ رہے۔ لوگ جتنے آتے جائیں۔ اور جتنے اسلام سے قریب ہوتے جائیں۔ اتنے ہی سابق ہوتے جائیں گے۔ اب رک جاؤ۔ میں نے یہ ساری زحمت، اس مرحلے کے لئے دی تھی۔ حبیب تو دعوت دے لوگوں کو اسلام کی طرف۔ اب جو جتنا زیادہ اسلام سے قریب ہوگا اتنا ہی افضل ہوگا نا۔ اور جو جتنا زیادہ اسلام سے دور ہوگا اتنا ہی کمتر ہوگا۔

بھئی بہت توجہ رہے اس لئے کہ اسی مرحلے کے لئے میں نے زحمت دی ہے۔ صحابہ کرام۔ اولیاء عظام۔ بڑے بڑے فقہا، بڑے بڑے بزرگ۔ پوری ملت کے سارے بڑے عرفاء پہنچے ہوئے لوگ۔ ان سب کے لئے ایک معیار بتلا رہا ہوں۔ کسی ایک انسان کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ کہ جو جتنا زیادہ اسلام سے قریب ہے۔ وہ زیادہ افضل ہے۔ جو جتنا زیادہ اسلام سے دور ہے۔ وہ کم تر ہے۔ تو ہم احترام کرتے ہیں فقہا کا اس لئے کہ اسلام سے قریب ہیں۔ بھئی بہت توجہ رہے۔

ایسا نازک مرحلہ فکر ہے۔ کہ میں الفاظ تلاش کر رہا ہوں۔ اس نازک مرحلہ فکر سے آگے جانے کے لئے۔ بھئی صحابہ کرامؓ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ہمارے لئے

باعث شرف اور باعث فضیلت کیوں ہیں؟ اس لئے کہ اسلام سے قریب ہیں۔ فُقہاء ہمارے لئے باعث عزت کیوں ہیں؟ اس لئے کہ بڑے بڑے فُقہاء اسلام سے قریب ہیں۔ بھئی توجہ رہے۔ یہ اولیاء اللہ یہ ہمارے لئے باعث عزت کیوں ہیں؟ اس لئے کہ اسلام سے قریب ہیں۔ تو ان سب کی شناخت اسلام سے ہے۔ فُقہاء پہچانے گئے اسلام سے۔

بھئی توجہ رہے۔ فُقہاء پہچانے گئے اسلام سے۔ اولیاء پہچانے گئے اسلام سے۔ صحابہ کرام پہچانے گئے اسلام سے۔ لیکن اسلام پہچانا جائے کس سے؟ میرے دوستو! فُقہاء کی فضیلت ہے اسلام سے۔ علماء کی فضیلت ہے اسلام سے۔ ولیوں کی فضیلت ہے اسلام سے۔ صحابہ کرام کی فضیلت ہے اسلام سے۔ لیکن اسلام کی فضیلت کس سے ہے؟ تو بھئی یہی تو فرق ہے اُمّت میں اور نبیؐ میں۔ کہ تم اسلام پر عمل کرو تو مسلمان بن جاؤ۔ اور میرا محمدؐ عمل کرتا جائے۔ اسلام بنتا جائے۔

بس۔ تو سب پہچانے جائیں اسلام سے۔ اسلام پہچانا جائے محمدؐ سے۔ پہنچ رہی ہے نا بات؟ اگر بات پہنچ رہی ہے۔ تو پھر اسی مقام سے میں آگے بڑھ جاؤں گا۔ اسلام پہچانا جائے محمدؐ سے۔ جب حکم آجائے تو تم عمل کرو۔ اور محمدؐ جب عمل کرے تو حکم بن جائے۔ بھئی ہے تو یہی۔ ہے تو یہی۔ کہ محمدؐ عمل کرتا گیا۔ کہتا گیا۔ محمدؐ کہتا گیا کرتا گیا۔ اسلام بنتا گیا۔ اور جب اسلام بن گیا تو تم نے عمل کیا۔ تو تم میں اور محمدؐ میں فرق یہ ہے کہ وہ اپنے اعمال سے اسلام بنائے۔ اور جب اسلام بن جائے تو تم اس پر عمل کرو۔ تو اب تمہیں شرم نہیں آتی یہ کہتے ہوئے کہ ہم محمدؐ جیسے یا محمدؐ ہم جیسا۔ صلوٰت۔

کیا نازک مرحلہ فکر ہے جس مرحلہ فکر پر۔ بات کو روک رہا ہوں۔ رسول ہے بلانے والا۔ میں نے سورہ نحل کی آیت ہدیہ کی۔ اور سورہ احزاب کی آیت بھی ہدیہ کی۔ **دَاعِیاً اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ** نحل میں حکم ہے کہ اللہ کے اذن سے دعوت دو۔

اور سورہ انفال۔ آٹھواں سورہ قرآن مجید کا۔ اس کی چوبیسویں آیت۔ **یٰاَیُّھَا**

الَّذِيْنَ آمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَا كُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ج

پوری آیت کا، ترجمہ نہیں کروں گا۔ رسولؐ جب بلائے، تو فوراً **لبّیک** کہو۔ جب تم مومن ہو ورنہ مومن نہیں ہو۔ تو رسولؐ کی ہر پکار پر جانا لازم ہے۔ رسولؐ کی ہر دعوت پر **لبّیک** کہنا لازم ہے۔ چاہے وہ نماز کے لئے بلائے۔ چاہے وہ آذان کے لئے بلائے۔ چاہے وہ حج کے لئے بلائے۔ چاہے وہ روزے کے لئے بلائے۔

دیکھ رہے ہونا۔ رسولؐ کی دعوت ہے۔ اور اس دعوت پر رکنا واجب۔ آجانا واجب اگر کہے نماز پڑھو نماز پڑھنا واجب۔ اگر کہے روزہ رکھو روزہ رکھنا واجب۔ اگر کہے خمس دو خمس دینا واجب۔ اگر کہے پردہ کرو۔ پردہ کرنا واجب۔ بھئی ہر ہر پکار پر لبیک کہنی ہے نا۔ رسول کی ہر پکار پر لبیک کہنی ہے۔ یہی تو فرق ہے میرے نبی میں۔ اور دوسرے انبیاء میں۔ سورہ نوحؑ اکھتر واں سورہ قرآن کا **اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلاً وَّ نَهَارًا فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَاۤءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا۔** (آیت ۵۔۶) نوحؑ نے شکایت کی بارگاہ الٰہی میں کہ پروردگار! میں اپنی قوم کو دن میں بھی بلاتا رہا۔ رات میں بھی بلاتا رہا۔ لیکن عجیب بات ہے پروردگار کہ میری قوم بلانے پر فرار کرتی رہی۔ تو نوحؑ کو پتھر کھانے کا رنج نہیں ہے۔ نوحؑ کو ڈھیلے کھانے کا رنج نہیں ہے۔ نوحؑ کو زخمی ہونے کا رنج نہیں ہے۔ نوحؑ کو رنج ہے تو اس بات کا کہ میں بلاؤں امت فرار کر جائے۔

ٹھہر جاؤ۔ ٹھہر جاؤ۔ ٹھہر جاؤ اس مرحلے پر۔ قرآن مجید نے دو مقامات پر۔ بڑی فیصلہ کن بات کہی۔ سورہ نور آیت نمبر ۶۲ میں کہا **وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰى یَسْتَاْذِنُوْهُ۔** دیکھو رسولؐ اگر کسی اجتماعی کام میں ہو تو خبردار اسے چھوڑ کے نہ جانا۔ آپ اجتماعی کام سمجھتے ہیں نا۔

واذا کانوا معه علی امر جامع لم یذهبوا حتی یستاذنوه۔

رسول گروہ کے ساتھ کسی مقام پر کوئی اجتماعی کام کر رہا ہو۔ تو اِذن لئے بغیر اسے چھوڑ کے نہ جانا۔ یہ ہے سورہ نوحؑ اور وہ ہے سورہ جمعہ۔ **وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا**

انفضوا الیھا۔ وترکوک قایماً ط مذمت کی ہے اگر رسولؐ نماز پڑھا رہا ہو۔ تو خبردار تجارت کی طرف نہ جانا۔ یعنی بتلا دیا۔ کہ اگر رسولؐ میدان میں ہو۔ تو میدان چھوڑ کر نہ جانا اور اگر رسولؐ نماز میں ہو تو نماز توڑ کے نہ جانا۔

بھئی بہت توجہ رہے۔ اس لئے کہ آج تو میرے پاس دامن وقت میں گنجائش بھی نہیں ہے اور کہنا کچھ تھا کہا میں نے کچھ اور۔ لیکن جب آ گیا ہوں اس مرحلے پر۔ یہ بھی ہوتا ہے کبھی کبھی تقاضائے وقت بلوا لیتا ہے۔ ٹھیک ہے نا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ تقاضائے وقت بھی ہوتا ہے تو کیا کہا دیکھو رسول جب جماعت میں ہو تو خبردار جماعت توڑ کے نہ جانا۔ اب یہ تو الگ مسئلہ ہے۔ یہ مفسّرین بتلائیں گے۔ کہ کون توڑ کے گیا کون رکا یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ اب یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔

بس میں تو صرف اتنا بتلانا چاہ رہا ہوں کہ رسولؐ اگر نماز میں ہو۔ اور تم نماز پڑھ رہے ہو۔ تو توڑ کے نہیں جا سکتے۔ تو اللہ نے پوری امّت کو نماز میں۔ رسولؐ کے لئے روک لیا۔ بھئی تم آزاد ہو اپنے گھر میں جا کر پڑھ لو۔ لیکن جب رسولؐ کے ساتھ نماز میں آ گئے تو توڑ کے نہیں جا سکتے۔ تو اللہ نے پوری امت کو نماز میں، رسولؐ کے لئے روکا ہوا ہے۔ ہے نا؟ چھوڑ کے نہیں جا سکتے۔

اور عجیب بات ہے کہ رسولؐ نماز پڑھا رہا ہے۔ اور امّت نماز پڑھ رہی ہے۔ اس لئے کہ اللہ نے روکا ہوا ہے اور رسولؐ سجدہ کے عالم میں کہہ رہا ہے **سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ۔ سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ۔** اتنے میں حسینؑ آ کے پیٹھ پر بیٹھ گئے۔ تو اللہ نے امّت کو روکا رسول کے لئے۔ رسولؐ نے نماز کو روکا حسینؑ کے لئے۔

بس بس میرے دوستو! میرے عزیزو! تقریر اس مرحلے پر رک رہی ہے اس لئے کہ میرا پیغام اسی کے ذریعے آگے جائے گا۔ اب وہ پیغام نماز ہو۔ پیغام روزہ ہو۔ پیغام حج ہو۔ تو وارث ہی ہے۔ جو پیٹھ پر بیٹھا ہوا ہے۔ سمجھ رہے ہو نا بات کو۔ تو اب یہ جو دعوت دی جا رہی ہے۔

ابھی میں یہ مجلس ان شاء اللہ آذان مغرب سے پہلے ختم کروں گا۔ کبھی میں نے نے ایسی کوشش نہیں کی۔ اور مختلف مسالک کے محترم سننے والوں کی یہ خواہش تھی کہ انہیں اتنا وقت دیا جائے کہ وہ اپنی اپنی مسجدوں تک پہنچ سکیں۔ تو ظاہر ہے آذان سے پہلے ہی یہ مجلس ختم ہو گی۔ یہ آذان جو ہے۔ یہ کیا مؤذن کی دعوت ہے؟ نہیں بلکہ یہ رسول کی دعوت ہے؟ بس میری تقریر تمام ہو گئی۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ یہ مؤذن کی دعوت نہیں ہے۔ یہ رسول کی دعوت ہے۔ رسول بلا رہا ہے۔ اب سمجھ میں آئی نماز کی اہمیت کچھ سمجھ رہے ہو بات کو۔ رسول بلا رہا ہے۔ یہ مؤذن تو رسول کے قول کو نقل کر رہا ہے۔ اچھا اب یہ الگ مسئلہ ہے۔ بھئی توجہ رہے۔ الگ مسئلہ ہے کہ یاران طریقت نے لکھ دیا۔ کہ رسولؐ نے مشورہ سے آذان مرتب کی تھی۔

کمال ہو گیا۔ مشورہ سے آذان مرتب کی تھی۔ حدیث ہے اور میں نے کبھی کہا تھا صحیح کتابوں میں بھی ہے۔ اور میں نے یہ جملہ بھی کہا تھا۔ اپنے اس جملہ کو اپنی اس تقریر میں مستعار لے رہا ہوں۔ صحیح کتابوں میں بھی ہے کہ رسول نے مشورہ کیا تھا بہت سے لوگوں سے اور اس کے بعد آذان مرتب فرمائی۔ ٹھیک ہے نا؟ تو میں نے کہا تھا کہ اگر کتابیں صحیح ہیں تو یہ بالکل ضروری نہیں ہے کہ اس کے لکھنے والے بھی صحیح ہوں۔ کوئی ضروری تو نہیں یعنی عجیب کمال ہو گیا۔ پروردگار تو کہے **علمک مالم تعلم** حبیب تجھے وہ سب کچھ بتلا دیا۔ جو تو نہیں جانتا تھا۔ تو اللہ کہہ رہا ہے سب بتلا دیا۔ ان کا خیال ہے آذان نہیں بتلائی۔

بھئی عجیب لوگ ہیں۔ بھئی عجیب کمال کی بات ہے نا۔ اللہ کہے کہ میں نے سب بتلا دیا اور آپ کی رائے یہ ہے۔ آذان نہیں بتلائی تو یہ سارے کے سارے الفاظ وحی الٰہی ہیں۔ یہ میں پوری ذمہ داری سے عرض کر رہا ہوں۔ اور یہ دعوت رسول کی دعوت ہے۔ اور اس دعوت میں بھی کمال ہو گیا۔ بھئی یہ آذان۔ یہ آذان ہے کیا؟ یہ فصول کیا ہیں۔ اب اگر میں نے تفصیلات میں جانا چاہا۔ تو یقین کیجیے گا وقت نہیں ہے

میرے پاس کل دس دقیقے ہیں اور اور ان دس دقیقوں میں فضائل اور مصائب دونوں کو مکمل کرنا ہے اب میرے پاس بالکل وقت نہیں رہا۔

اللہ کی کبریائی کا اظہار۔ ٹھیک۔ تو کیا مسئلہ اذان بھول گئے۔ اذان اللہ کی توحید کا اعلان۔ **اشھدان لا اله الا اللّٰه** پھر **محمد رسول اللّٰه** کی رسالت کا اعلان۔ پھر علی ولی اللہ، ولایت کا اعلان ہو گیا۔ کبریائی۔ توحید۔ رسالت۔ ولایت۔ ہو گئی نا بات اور اب دعوت۔ عقیدہ دہرانے کے بعد اب دعوت دی۔ بھئی پہنچ رہی ہے بات۔ پہلے عقیدہ دہرا لیا گیا۔ دہرایا نا! عقیدہ مؤذن نے؟ اچھا! اس کے بعد دعوت دی۔

حی علی الصلوٰة ۔ تقریر تمام ہو گئی۔ **حی علی الصلوٰة** دعوت ہے۔ کہ آؤ نماز کے لئے۔ دوسری دعوت کیا ہے **حی علی الفلاح**۔ فلاح اور نجات کی طرف آؤ۔ یہ نماز فلاح بھی ہے نجات بھی ہے۔ **حی علی خیر العمل** بھئی یہیں پر روک دوں گا آج سارے سننے والوں کو۔ اسی مقام پر روکوں گا **حی علی خیر العمل**۔ یہ نماز **خیر العمل** بھی ہے۔ ٹھیک! **خیر العمل** کی معنی جانتے ہو؟ اب میں رات کو مسجد خیر العمل میں تقریر کروں گا۔ پورا عشرہ چل رہا ہے نا۔ تو **خیر العمل** کے معنی۔ دنیا کا سب سے بہترین عمل، اسے کہتے ہیں **خیر العمل**۔ سمجھ گئے۔ **خیر العمل** کے معنی اب دوبارہ نہ پوچھنا۔

حی علی خیر العمل۔ جو دنیا کا بہترین عمل ہے اس کی طرف آؤ۔ ٹھیک ہے اچھا اب بتاؤ **حی علی خیر العمل** کے بعد پھر کیا ہے؟ کوئی تو بولے۔ **اللّٰه اکبر**۔ پھر کبریائی کا اعلان اور آخر میں کیا ہے۔ **لا اله الا اللّٰه** ۔ پھر توحید کا اعلان تو بیچ میں ہے عمل۔ نماز کے آگے بھی عقیدہ پیچھے بھی عقیدہ۔ تو بتلا دیا۔ کہ جب تک عقیدہ صحیح نہ ہو عمل قبول نہیں ہو گا۔ صلوات۔

بس بھئی بات یہ ہے کہ ہم عقیدہ کی صحت پر اس لئے زور دیتے ہیں۔ کہ جب تک عقیدہ صحیح نہ ہو عمل قبول نہیں ہو گا۔ تو درمیان میں ہے **حی علی الصلوٰة**۔ **حی علی الفلاح**۔ **حی علی خیر العمل**۔ اوپر بھی عقیدہ۔ نیچے بھی عقیدہ۔

عقیدہ صحیح ہوگا تو عمل صحیح ہوگا۔ عقیدہ صحیح نہیں ہوگا تو عمل منہ پر مار دیا جائے گا۔ تو خیر العمل کے معنی معلوم ہیں۔ دنیا کا بہترین عمل۔ بھئی توجہ رہے تقریر تمام ہوگئی۔ دنیا کا بہترین عمل۔ وہ کہلاتا ہے خیر العمل۔

اور اب عجیب بات یہ ہے کہ جب رسولؐ نے صحابہ کرامؓ غدیر میں حکم دیا۔ کہ جاؤ لوگوں کو جمع کرو۔ تو سارے صحابہ چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے۔ **حی علی خیر العمل۔ حی علی خیر العمل۔ حیٰ علی خیر العمل۔** صلوات۔

بات واضح ہوگئی نا بھئی اب میں کیا کروں رک جاؤ۔ یہاں پہ رک جاؤ۔ علیؑ کی مولائیت **اشھدان علیاً ولی اللّٰہ** تو عقیدہ میں ہے۔ تو علیؑ کی مولائیت کا اعلان ہوگا۔ وہ عقیدہ کا اعلان ہوگا۔ عمل کا تو نہیں ہے نا۔ بھئی تم سے بہتر کون جانے گا عمل کہتے ہیں کرنے کو اور عقیدہ کہتے ہیں ماننے کو۔ تو بھئی مولا مان لیں گے۔ اس میں عمل کون سا ہے؟ کہا جا رہا ہے خیر العمل کی طرف آؤ۔ تو بتلانا یہ تھا کہ کلامِ مولا مان لینا کافی نہیں ہے۔ خیر عمل یہ ہے کہ منبر کے نیچے بیٹھ کر علیؑ کے فضائل سنو۔ صلوات۔

یہ ہے خیر عمل۔ فضائل سننا خیر عمل ہے۔ تقریر تمام ہوگئی۔ اب اس سے زیادہ اپنے محترم سننے والوں کو زحمت سماعت نہیں دوں گا۔ اب تو دقیقہ بھی ساڑھے چار یا پانچ باقی رہ گئے ہیں۔ اور اب انہی میں بات کو مکمل کر دینا ہے۔ میں کیا عرض کروں جس کا میں مولا اس کا علیؑ مولا۔ ہزاروں مرتبہ سنا ہوا ہے۔ جس کا میں مولا اس کا علیؑ مولا۔

یہ مولانا عقیل الغروی میرے دوست بھی ہیں۔ قدیم کی شناسائی ہے۔ اب ہدیہ کروں یہ جملہ مولانا تو چونکہ بیچ میں منطق و فلسفہ کی اصطلاح آگئی۔ جس کا میں مولا اس کا یہ علیؑ مولا یہ دونوں مولائیتیں لازم و ملزوم ہیں۔ اب یہ کہا نا میں نے لازم و ملزوم ہیں۔ اب اسے میں فلسفہ کی اصطلاح میں سمجھانے بیٹھ جاؤں۔ تو یہ چار دقیقہ تو کیا چالیس منٹ بھی ناکافی ہیں۔ تو آپ کے لئے آسان کر دوں۔

جب سورج ہوگا دھوپ ہوگی۔ جب سورج نہیں ہوگا دھوپ نہیں ہوگی۔ کیا

سورج ایک منٹ کے لئے ٹھہر جاتا ہے۔ جب سورج ہوگا دھوپ ہوگی۔ اور جب سورج نہیں ہوگا۔ تو دھوپ نہیں ہوگی۔ اب اسی جملہ کو اُلٹ دو۔ کہ جب دھوپ ہوگی۔ تو سورج ہوگا۔ اور جب دھوپ نہیں ہوگی۔ تو سورج نہیں ہوگا۔ اسے کہتے ہیں لازم و ملزوم۔ جس کا رسولؐ مولا۔ تو اس کا علیؑ مولا اور جس کا علیؑ مولا تو اس کا رسولؐ مولا۔ اب جو علیؑ کو مولا نہ مانے۔ تو وہ رسالت محمدؐ کا مُنکر ہے۔ صلوات۔

بس بس میرے دوستو۔ تقریر اس مرحلے پر اختتام پذیر ہوگئی۔ اور تین یا چار دقیقہ لوں گا۔ اور اس میں بات کو مکمل کردوں گا۔ میرا نبیؐ کیسا دعوت دینے والا تھا۔ ٹھیک ہے خاندان کا ابولہب تو مسلمان نہ ہوا۔ لیکن میرا نبی جب دنیا سے گیا ہے تو ایک لاکھ پچیس ہزار مسلمان چھوڑ کے گیا ہے۔

آج ایک بات درمیان میں رہ گئی۔ اگر مجھے جناب اشرف عباس نے یاد دلا دیا تو کل کروں گا۔ اور میرے ایک محترم سننے والے نے جس کا تعلق میرے مکتب سے نہیں ہے۔ میری پچھلی کسی تقریر پر کوئی سوال کیا تھا۔ اور میں چاہ رہا تھا کہ اُسے اس مرحلے پر کوٹ کروں لیکن اب دامن وقت میں گنجائش بالکل نہیں ہے۔ اب تم مجھے یاد دلا دینا اگر میں بھول جاؤں تو۔ بس بات کو مکمل کرنے جا رہا ہوں۔

کیسا عجیب رسولؐ تھا۔ کہ مُشرک کو مسلمان بنا دیا۔ یہودی کو مسلمان بنا دیا۔ اور عیسائی کو مسلمان بنا دیا۔ خدا کی قسم کھا کے کہہ رہا ہوں۔ کہ حسینؑ جب پُشتِ رسولؐ پر بیٹھا تھا نا۔ اور رسولؐ نے دکھلا کر اشارہ کر دیا۔ کہ یہ میری بعثت کا حامل ہے۔ کیا بھول گئے وہب کلبی کو۔ عیسائی تھا مسلمان ہوگیا۔ کیا بھول گئے حُر کو۔ منحرف کردار رکھتا تھا۔ کردار سنوار دیا۔ کیا بھول گئے زہیر ابن قین کو۔ منحرف اسلام کا وارث تھا۔ سچے اسلام پہ لے آئے۔ ٹھیک ہے نا لیکن میں کیسے اپنے سننے والوں کی خدمت میں عرض کروں۔ بس دو جملے سنو۔ اور مجھے اجازت دے دو۔

حسینؑ اپنے دوش مطہّر پر۔ پوری رسالت کی ذمہ داری نیابت کی صورت میں لئے ہوئے ہیں۔ منحرف عیسائی آئے۔ دیکھو عورت کو کچھ اور عزیز ہو یا نہ ہو اپنا

سہاگ بہت عزیز ہوتا ہے۔ دیکھو میں کیا کروں۔ اب میرے پاس تین دقیقہ ہیں مصائب کے۔ تین دقیقے اور انہی میں بات کو مکمل کرنا ہے۔ وہ وہب کلبی کی زوجہ۔ کبھی پھر سہی اور اب زہیر کی زوجہ کا ذکر سنو گے اور دو جملوں میں سنو اور مجھے اجازت دے دو آج میں تفصیلی مصائب بھی نہیں پڑھوں گا۔

زہیر قین صاحب حیثیت تھے۔ شہید ہوگئے نا حسینؑ کے ساتھ جب زہیر کی زوجہ کو کوفہ میں یہ اطلاع ملی کہ زہیر حسینؑ کے ساتھ مارے گئے۔ تو اپنے غلام کو بلایا۔ ایک کفن دیا۔ اور کہا جا۔ اور یہ کفن۔ میرے شوہر کو پہنا دے۔ اسے دفن کر دے اور آ کے مجھے رپورٹ کر دے میں تجھے آزاد کر دوں گی۔ غلام نے کفن لیا بس سنو اور مجھے اجازت دے دو۔

آج میرے پاس وقت نہیں ہے غلام نے کفن لیا۔ آیا کربلا پھر واپس وطن کی طرف زوجہ نے کہا آ گیا کہا ہاں بی بی میں آ گیا۔ کہا شاباش غلام ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ایسے ہی غلام ہوتے ہیں۔ جو اپنے مالکوں کا خیال رکھتے ہیں۔

کہا بی بی لیکن میں نے زہیر کو کفن نہیں دیا۔ کہا تو کیسا نافرمان غلام ہے۔ کہ تو بغیر کفن دیئے ہوئے آ گیا۔ تو ایک مرتبہ رو کر کہنے لگا۔ کہ بی بی کفن ایک تھا۔ اور جب میں کربلا کے میدان میں پہنچا تو میرے مولا کا لاشہ بے گور و کفن پڑا ہوا تھا۔ مجھے شرم آئی۔ کہ غلام کو تو کفنا دوں اور مولا کے لاشہ کو کفن نہ دوں۔

وسیعلموا الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ ربنا تقبل منا۔

پانچویں مجلس

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾
اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ
مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ﴿۵﴾ کَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی ۙ﴿۶﴾ اَنْ رَّاٰہُ
اسْتَغْنٰی ؕ﴿۷﴾ اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجْعٰی ؕ﴿۸﴾

عزیزانِ محترم "عالمی معاشرہ اور قرآن حکیم" کے عنوان سے ہم نے جس سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا تھا۔ وہ سلسلہ گفتگو اپنے پانچویں مرحلے میں داخل ہو رہا ہے۔ کل میں نے آپ کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ جس طرح علم میں سرکشی ہے۔ اسی طرح طاقت میں سرکشی ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ علم بھی کنٹرول میں رہے اور طاقت بھی کنٹرول میں رہے۔

بڑی عجیب بات یہ ہے کہ آج کے انسان کا یہ دعویٰ ہے کہ اس نے فطرت کو تسخیر کر لیا۔ اگر فطرت کو تسخیر نہ کیا ہوتا۔ تو اتنے ہزار افراد میری نحیف آواز سُن نہیں سکتے تھے۔ اگر فطرت کو تسخیر نہ کیا ہوتا۔ تو اس وقت جو فوٹو گرافی ہو رہی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر فطرت کو تسخیر نہ کیا گیا ہوتا تو اہل لاہور اور دوسرے شہروں، دوسرے ملکوں کے لوگ جو اس وقت زندہ تقریر سُن رہے ہیں۔ وہ نہیں سُن سکتے تھے۔

اگر فطرت کو تسخیر نہ کیا ہوتا تو آج سورج کی توانائی سے بجلی نہ بنائی ہوتی۔ اگر فطرت کو تسخیر نہ کیا ہوتا تو آج ستاروں پر کمندیں نہ ڈالی ہوتیں۔ اگر فطرت کو تسخیر نہ کیا ہوتا تو تمہاری چاند گاڑی آسمان پر نہ اُترتی۔ تو یقیناً تم نے فطرت کو تسخیر کیا۔

تمہارے خلائی سیارچے مریخ کے پیچھے چلے گئے۔ اور ڈھونڈ رہے ہیں کہ کہیں آبادی ہے یا نہیں۔ یعنی تم نے ستاروں پر کمندیں ڈال دیں، تم نے چاند پر پاؤں اتار دیئے۔ تم نے سورج کی توانائی کو کھینچ کر بجلی بنالی۔ تو ستاروں تک پہنچ جانا اور ہے۔ ستارے کو گھر پہ بلا لینا اور ہے۔

بہت اچھا۔ کیا بہت اچھا؟ یہی تو میں سمجھانا چاہ رہا تھا اپنے محترم سننے والوں کو کہ بھئی ستارے تک پہنچ جانا اور ہے۔ ستارے کو گھر پہ بلا لینا اور ہے۔ چاند پر پہنچ جانا اور ہے۔ چاند کے ٹکڑے بنا دینا اور ہے۔ بھئی سورج کی توانائی کو اسیر کر لینا اور ہے۔ اور سجدے کے لئے سورج پلٹا دینا اور ہے۔ دیکھو۔ میں نے ایک جملہ کہا۔ سجدے کے لئے سورج پلٹایا ہے۔ اقتدار کے لئے نہیں، ٹھیک ہے نا۔

اچھا تو آج انسان کا دعویٰ ہے کہ اس نے فطرت کو تسخیر کر لیا۔ لیکن اگر میری مانو، تو ایک جملہ کہوں۔ انسان اب بھی نہیں بدلا۔ یہ پہاڑ۔ کل ان پہاڑوں سے بت تراش کر ان کو پوج رہا تھا۔ اور آج انہیں پہاڑوں سے تیل نکال کر انہیں پوج رہا ہے۔ مزاج نہیں بدلا۔ معدنیات نکال رہا ہے۔ تیل نکال رہا ہے۔ تو پرستش کا انداز بدل گیا۔ پرستش نہیں بدلی۔ اس لئے کہ انسان ہے بنیادی طور پر افادیت پسند۔

بھئی سننا۔ یہ عجیب و غریب جملہ میں نے کہا۔ اور میں یہ چاہوں گا کہ میرے محترم سننے والوں تک اس جملے کی پوری قوت پہنچ جائے۔ تفسیر ہو جائے۔ انسان ہے بنیادی طور پر افادیت پسند یعنی میں آپ سے کیوں ملوں؟ میں آپ سے دوستی کیوں رکھوں؟ میرا آپ سے دوستی رکھنے میں فائدہ کتنا ہے؟ کتنا فائدہ ہے؟ اور کیا فائدہ ہے؟ دونوں باتیں۔ کہ میں آپ سے کیوں ملوں؟ آپ سے ملنے سے فائدہ کیا ہوگا؟ اور اگر میں ملوں تو فائدہ کتنا ہوگا؟ تو ہر انسان تعلق بناتا ہے فائدے پر۔

بھئی پوری دنیا کے معاشرے کے مزاج کی بات کر رہا ہوں۔ صرف تمہارے معاشرے کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ کتنا مطلب پرست ہے۔ انسان اور کتنا خود غرض ہے انسان۔ کتنا خود غرض ہے کہ جب ملاقات کرتا ہے۔ تو یہ سوچتا ہے کہ اس سے

ملوں یا نہ ملوں، اگر ملوں گا تو نقصان کیا ہوگا۔ اگر ملوں تو فائدہ کیا ہوگا۔ اور اگر فائدہ ہوگا تو کتنا ہوگا۔ بھئی ٹھیک ہے نا۔ تو فائدے کی بنیاد پر توجہ رہے۔ فائدے کی بنیاد پر تم تعلقات بنانے کے عادی ہو۔ اتنے خود غرض ہو کہ جب ملتے ہو تو فائدے کے لئے۔

اللہ تمہاری فطرت کا خالق ہے۔ تو اس نے بھی طے کیا۔ کہ اب میں بتلاؤں گا۔ کہ اس فائدے کو کیسے استعمال کرو۔ تم لوگوں سے محبت کرتے ہو۔ فائدے کے لئے تو جنت دنیا کا سب سے بڑا فائدہ ہے۔ اگر اُس فائدے کو لینا ہے تو۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی (سورہ شوریٰ آیت ۲۳) سنتے جاؤ۔ تم فائدے کے لئے ملتے ہو نا۔ تم فائدے کے لئے ملتے ہو۔ تمہیں فائدہ بتلا رہا ہوں۔

الحسنؑ و الحسینؑ سیدا شباب اهل الجنۃ۔ علی قسیم النار والجنۃ۔ سیده فاطمه نساء عالمین الفاطمۃ سیده نساء اهل الجنۃ۔ تو بھئی جنت کا راستہ بتلا دیا۔ کہ اگر فائدہ چاہیے تو ان سے قریب ہو جائیں۔

بھئی بہت توجہ رہے۔ تو میں بات کر رہا ہوں اسلامی برادری کی۔ قرآن مجید نے دو برادریاں بتلائیں۔ ایک انسانی برادری۔ ایک اسلامی برادری۔ آرام سے سننا سورہ توبہ۔ نواں سورہ قرآن مجید کا۔ اور اس سورہ میں قرآن مجید نے آواز دی۔ دیکھو آیت پڑھ رہا ہوں اکہترویں۔ اس آیت کو (Verify) کر لینا جا کر۔ سننا آرام سے۔

"وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ" مومن مرد۔ اور مومن عورتیں۔

"بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ" بعض بعض کے دوست ہیں۔ اب یہاں فائدے کی بات نہیں ہو رہی ہے۔ ایمان کیونکہ قدر مشترک ہے۔ اس لئے یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ۔ اچھائی کا حکم دیتے ہیں۔

وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ برائی سے روکتے ہیں۔

وَيُقِيمُوْنَ الصَّلٰوةَ۔ نماز کو قائم کرتے ہیں۔

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ۔ اور زکوۃ دیتے ہیں۔

سن رہے ہونا۔ **وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ۔ وَرَسُوْلَهٗ** اور خدا او ررسول کی اطاعت کرتے ہیں۔

أُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ۔ یہ مومنین اور یہ مومنات وہ ہیں جن پر اللہ عنقریب اپنی رحمتیں نازل کرے گا۔ سن لی آیت۔ تو پھر وہاں لے جاؤں۔ جہاں تمہیں آج لے جانا مقصود ہے۔

بھئی یہ ہے اکہترویں آیت۔ اور اب دو آیتیں اوپر پڑھ رہا ہوں۔ ۶۷ ویں۔ تین آیتیں اوپر۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَامُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ۔ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ۔ عجیب بات ہے۔ رکے رہنا۔ خدا کی قسم منافق مرد منافق عورتیں۔

"**اَيْدِيَهُمْ**" ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

"**يَامُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ**"۔ برائی کا حکم دیتے ہیں۔ پہچان لو منافق کو۔ جو برائی کا حکم دیتا ہوا ملے وہ منافق ہے۔ منافق کی پہچان بتلا رہا ہے اللہ۔

"**يَامُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ**"۔ وہ برائی کا حکم دیتے ہیں۔

بھئی عجیب بات ہے **يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ**۔ وہ اچھائی سے روکتے ہیں۔ **وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ** اور وہ ہاتھوں کو باندھتے ہیں سن لیا تم نے دونوں آیتیں تمہارے سامنے آگئیں۔ اب مجھے اجازت ہے کہ کمپریٹنگ اسٹڈی کرلوں۔ ایک ٹکڑے کو دوسرے ٹکڑے کو سامنے رکھ دوں۔

اکہترویں اور سڑسٹھویں ذہن میں رہے۔ **المومنون۔ والمومنات**۔ برابر میں کہا۔ **اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ**۔ برابر ہوگئے جملے۔

ادھر کہا "**بَعْضُهُمْ اولياء بعض**"۔ بعض بعض کے دوست ہیں۔

اُدھر کہا "یا مرون بالمعروف" اچھائی کا حکم دیتے ہیں۔
اِدھر کہا "یا مرون بالمنکر" برائی کا حکم دیتے ہیں۔
اُدھر کہا ینھون عن المنکر۔ برائی سے روکتے ہیں۔
یہاں کہا "ینھون عن المعروف" اچھائی سے روکتے ہیں۔ برابر سے دیکھتے رہو۔

"یقیمون الصلوٰۃ" نماز قائم کرتے ہیں۔
ادھر کہا یقبضون ایدیھم ہاتھوں کو باندھ دیتے ہیں۔

ٹھیک ہے نا۔ بھئی ایک آیت ہے اکہترویں آیت۔ سورہ توبہ کی۔ دوسری آیت ہے سڑسٹھویں آیت۔ سورہ توبہ کی۔ ان دونوں کو جا کے دیکھ لینا۔ وہیں پہ ہے ویوتون الزکوٰۃ۔ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ مومن کون؟ جو زکوٰۃ دے۔ منافق کون؟ جو ہاتھ باندھے یعنی زکوٰۃ نہ دے۔

تو اب طے ہو گیا۔ طے ہو گیا کہ عالمی معاشرہ بچت کا معاشرہ ہے۔ اسلام کا معاشرہ خرچ کرنے کا معاشرہ ہے۔

پہنچ رہی ہیں باتیں میرے محترم سننے والوں تک۔ بھئی یہی تو وہ بات ہے جو میرے مولا نے اپنے خط میں لکھی۔ کیا کمال کا جملہ ہے۔ اور یہ جملہ خدا کی قسم۔ اس جملے کو اصول بن جانا چاہیئے۔ اس جملے کو انسانیت کا منشور بن جانا چاہیئے۔

جب مالک اشتر کو مصر کا گورنر بنایا ہے امیر المومنینؑ نے تو بڑا طویل خط لکھا ہے۔ اور وہ خط نہج البلاغہ میں پایا جاتا ہے۔ اس میں انہوں نے لکھا کہ دیکھو مالک اشتر جو بھی آئے اس کا احترام کرو۔ قید نہیں ہے کہ کافر ہو یا مسلمان۔

بھئی میں تو بڑا پریشان ہوتا ہوں۔ کافر مسلمان کی اصطلاحوں سے۔ میرا نبیؐ آیا تھا کافروں کو مسلمان بنانے کے لئے۔ اور آج عمل ہو رہا ہے مسلمانوں کو کافر بنانے کے لئے۔ تو میرے لئے، تو بڑی پریشانی کے مراحل ہیں نا۔ اچھا تو مالک اشتر گورنر ہیں مصر کے۔ علیؑ کے گورنر رہے۔

بڑا طویل خط لکھا ہے علیؑ نے اور اس خط میں ہدایت کی۔ کہ دیکھو کوئی آجائے۔ کافر ہو، مشرک ہو، مسلمان ہو، مومن ہو، منافق ہو کچھ بھی ہو۔ احترام کرنا اور اب علیؑ نے دلیل دی۔ ایک سطر میں کہنے لگے **اما اخولک فی الدین او اخولک فی الخلق** بھئی آنے والا یا تو تمہارا دینی بھائی ہے۔ یا تمہارا انسانی بھائی ہے۔

پہنچ رہی ہے بات۔ **اما اخولک فی الدین او اخولک فی الخلق۔**
جو تمہارے پاس آیا ہے نا۔ یا تو دین میں تمہارا بھائی ہے۔ یا انسانیت میں تمہارا بھائی ہے۔ تو انسانیت کا احترام ملحوظ رہے۔ بھائی یہیں تو لانا تھا۔ یعنی طاقتیں، ممالک قتل کرنے پر فخر کرتے ہیں۔ اسلام اس طریقے سے انسانیت کی حفاظت کرتا ہے۔

قرآن نے آواز دی۔ بھئی اس آیت کو سننا اور اس آیت ہی سے میں آگے جاؤں گا۔ "**مَنۡ قَتَلَ**" دیکھو خونریزی کتنی بری چیز ہے۔ دیکھو جن مسائل پر میں بات کر رہا ہوں واقعاً کل میں جیسا کہ کہہ رہا تھا۔ یہ مسائل منبر کے نہیں ہیں یہ تو کتابوں میں لکھے جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ میں انتہائی پڑھے لکھے شہر کے پڑھے لکھے شہریوں سے مخاطب ہوں۔ تو اب مجھے یہ حق پہنچتا ہے۔ کہ میں اپنے الفاظ کی رسائی پر اعتبار نہ کروں، لیکن آپ کے فہم و فکر پر اعتبار کروں۔ ٹھیک ہے نا۔

پہنچ رہی ہے نا بات۔ اگر وہ دقیق مراحل بھی ہوں۔ تو کوشش کرو کہ گزر جاؤ ان مرحلوں سے دیکھو انسانیت کا احترام۔

مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِى الۡاَرۡضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيۡعًا ؕ وَمَنۡ اَحۡيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحۡيَا النَّاسَ جَمِيۡعًا۔ (سورہ مائدہ آیت ۳۲) جو شخص بغیر کسی عذر شرعی کے۔ یہ دیکھو، عذر شرعی کو الگ کر دو بغیر کسی شرعی عذر کے اگر کوئی شخص کسی انسان کو قتل کر دے۔

فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيۡعًا۔ تو ایسا ہے کہ جیسے اس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا۔ میں نہیں کہہ رہا، تمہارا اللہ کہہ رہا ہے۔

"ومن احیا ھا" اور اگر کوئی مسلمان کی نہیں کسی انسان کی جان بچالے۔
بھئی گفتگو مسلمانوں کی نہیں ہے۔ کسی انسان کی جان بچالے۔
فکانما احیا الناس جمیعاً۔ گویا اس نے پوری انسانیت کی جان کو بچالیا۔ یعنی اللہ کی نگاہ میں۔ ایک ایک انسان پوری انسانیت کا نمائندہ ہے۔

بھئی بہت توجہ رہے۔ اس لئے کہ تمہیں تو بڑے نازک مرحلے تک لے کر جانا ہے۔ اور اس نازک مرحلے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسلام کا احترام انسانیت سمجھ میں آجائے۔ انسان کا احترام! بھئی مسلمان کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ انسان کا احترام اللہ کی نگاہ میں اتنا ہے کہ ایک انسان قتل ہو گیا تو پوری انسانیت قتل ہو گئی۔ تم نے ایک انسان کی جان بچالی تو گویا پوری انسانیت کو بچالیا۔

بھائی کمال ہے انسان کا احترام۔ بچہ ماں کے پیٹ میں آیا۔ اگر کوئی ساقط کروادے تو اگر چھ ہفتے کا ہے تو اتنا سونا دو۔ اگر ۸ ہفتے کا ہے تو اتنا سونا دو دو۔ اگر دو مہینے کا ہو جائے تو اتنی دیت دو بھئی ابھی تو آیا نہیں ہے۔ کہا نہیں انسانیت کا احترام آنے سے پہلے سے ہے۔

خدا کی قسم اسلام کو سمجھو، خدا کی قسم قرآن حکیم کو سمجھو، میرا تو مشن ہی یہ ہے۔ کہ میں تمہیں بتلاؤں کہ اسلام کیا ہے۔ میں تمہیں بتلاؤں قرآن حکیم کیا ہے۔ آنے سے پہلے۔ ابھی آیا نہیں ہے دنیا میں۔ ماں کے پیٹ میں آیا ہے۔ بھئی دیت ایک اصطلاح ہے فقہ کی۔ اور فقہ کی کتابوں میں دیکھ لینا۔ کہ کتنے دن کا حمل ہو۔ اور اس کو گروا دیا جائے۔ یا کوئی گرادے۔ دشمنی میں گرادے۔ ٹھیک ہے نا۔ تو کتنی دیت دینی ہے۔ پوری تفصیل دیکھنا۔ ابھی آیا نہیں ہے۔ آنے سے پہلے احترام۔ ٹھیک ہے نا۔

بھئی بہت توجہ رہے اور اب آکے چلا گیا۔ تو اب تو مردہ ہے نا۔ اور تم ہو تو فائدے کے انسان۔ تو اب اس مرنے والے سے کوئی فائدہ رہا نہیں تو اٹھا کے پھینک دو۔ بھئی بہت توجہ رہے۔ خدا کی قسم بہت توجہ رہے۔ ابھی میں کہہ رہا تھا نا، کہ معاشرہ، افادیت پسند ہے۔ کس چیز میں کتنا فائدہ ہے۔

تو بھئی ٹھیک ہے وہ آرہا تھا۔ آرہا تھا شاید فائدہ پہنچا جائے۔ تو آنے سے پہلے احترام کر لیا۔ لیکن اب جو مر گیا۔ اب اس سے تو کسی فائدے کی امید نہیں ہے نا۔ تم اُٹھا کے پھینک دو کہا نہیں۔ ہم تو اسے نہیں پھینکیں گے۔ کیا کرو گے؟ ابھی بڑے احترام سے اسے غسل دیں گے۔ بڑے احترام سے اسے کفن پہنائیں گے۔ بڑے احترام سے اسے اپنے کندھوں پر اٹھا کے لے جائیں گے۔ اور بڑے احترام سے اسے قبر میں دفن کر دیں گے۔

بھئی عجیب بات ہے۔ اور بڑے احترام سے اسے دفن کر دیں گے۔ تو اسلام انسانیت کا احترام بتلاتا ہے۔ کہ آنے سے پہلے بھی قابل عزت، جانے کے بعد بھی قابل عزت۔ سمجھ رہے ہو۔ کیا کمال ہے۔ ٹھیک ہے نا اچھا بھئی تو اب ایک طرف اسلام نے کہا۔

بھئی توجہ رہے کہ ایک انسان کی جان پوری انسانیت کی جان ہے۔ اور ایک طرف اسلام نے یہ کہا کہ آنے سے پہلے بھی احترام کرو۔ زندگی میں تو کرو گے ہی۔ جانے کے بعد بھی احترام کرو۔ اور دوسری طرف آج خون انسان اتنا ارزاں ہے کہ جب چاہے مار دو۔ جب چاہو کسی کو قضا کے گھاٹ اتار دو۔ جب چاہو کسی کو موت کی بھینٹ چڑھا دو۔

ہو رہا ہے نا یہ۔ پوری انسانیت کی بات کر رہا ہوں۔ اپنے مفاد کے سامنے بڑی بڑی قومیں پورے پورے ملک نہیں دیکھتیں۔ جہاں چاہتی ہیں حملہ کر دیتی ہیں۔ ہو رہا ہے یا نہیں؟ تو یہ ہوا کیا؟ تو بھئی یہ جھگڑا۔ انسان کی بے احترامی۔ اور انسان کا احترام۔ یہ جھگڑا کوئی آج کا تو نہیں ہے۔ ۱۹۹۹ء کا یہ جھگڑا تو ازل سے چلا آرہا ہے۔

کہا کہ سجدے کر۔ کہا نہیں کروں گا یہ مٹی ہے۔ کہا نہیں سجدہ کر اس میں میری رُوح ہے۔ میری بات مکمل ہو گئی۔ اللہ نے کہا ابلیس سے سجدہ کر آدم کو۔ تو ابلیس نے کہا نہیں کروں گا یہ مٹی ہے۔ کہا نہیں کروں گا مٹی کو۔

وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي۔ (سورہ حجر آیت ۲۹) اس میں میری روح ہے سجدہ کر۔

بھئی عجیب کمال ہو گیا۔ عجیب کمال ہو گیا۔ ابلیس نے کہا مٹی ہے۔ بس مٹی ہے سجدہ نہیں کروں گا۔ اللہ نے کہا ہو مٹی لیکن میری روح ہے۔ سجدہ کر۔ تو اب جو آدم کو مٹی سمجھنے لگا۔ وہ قاتل بن جائے گا جو آدم کو روح الٰہی سمجھے گا وہ احترام کرے گا۔ صلوات

بھئی پہنچ رہی ہے نا بات۔ اب سنو آرام سے سنو۔ کل رات کو میں کہیں کہہ رہا تھا کہ میاں جس طریقے سے آج بول رہا ہوں ویسے سنو۔ تو اب یہاں سے بھی کہہ رہا ہوں کہ آج جس طرح سے بول رہا ہوں۔ اس طریقے سے سنو۔ اور میں چاہ رہا ہوں کہ کوئی (Message) تم تک پہنچ جائے۔ اللہ کافروں کو پیدا بھی کر رہا ہے۔ کافروں کو رزق بھی دے رہا ہے۔ ٹھیک ہے نا۔ تو یہ آپ کو مارنے کا حق کس نے دے دیا۔ اچھا وہ تو ڈبیٹ ہے۔ کہ کون کافر ہے؟ کون مسلمان؟

میں اس پر بات نہیں کر رہا۔ ہو سکتا ہے میں کافر ہوں تم مسلمان ہو۔ اور ہو سکتا ہے تم کافر ہو۔ بھئی ٹھیک ہے نا یہ تو سیدھی بات کر رہا ہوں۔ انسانی بات۔ کیا اللہ نے کافروں کی پیدائش روک دی؟ اب کافر نہیں پیدا ہوتے؟ ہو رہے ہیں نا اچھا تو کیا رزق بند کر دیا؟ کیا مکانوں سے کافروں کو نکلوا دیا اللہ نے؟ تو بھئی جب اللہ کافروں کو رزق دے۔ تو آپ کون روکنے والے؟ جب اللہ کافروں کو زندگی دے تو آپ کون ہیں سلب کرنے والے؟

بھئی عجیب کمال کا مرحلہ ہے۔ عجیب کمال کا مرحلہ ہے۔ ایک ایسا کافر جو زبان رسولؐ کا سند یافتہ کافر ہے۔ سننا۔ بھئی یہ جملہ تم نے زبان رسولؐ کا سند یافتہ کافر۔ بھئی کافر تو بہت تھے۔ لیکن رسولؐ نے کبھی کہیں بیان کر دیا۔ کہ کون کافر ہے کون نہیں۔ کافر تو بہت تھے نا۔ لیکن زبان رسولؐ کا سند یافتہ کافر پہچانو گے اسے؟ تم سے بہتر اسے کون پہچان سکتا ہے۔ تم ہی پہنچاتے ہو۔

جب علیؑ جا رہے تھے عمرو ابن عبدود کے مقابلے پر تو رسولؐ نے کہا تھا یا نہیں۔ **"برز الایمان کله الی الکفر کله"** کہا تھا نا؟ تو عمرو کو کیا کہا رسولؐ نے۔ کفر

کل۔ کفر مکمل۔ تو زبان رسولؐ کا سند یافتہ کافر ہے نا۔ بھئی اس سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ آئے علیؑ اس کے مقابلے پر۔ خندق کو نہیں بیان کرونگا۔ سنو کبھی ایسے بھی سنو۔ آئے علیؑ اس کے مقابلے پر۔ اور علیؑ نے تین باتیں کہیں۔

بھئی سننا، کہا اسلام لا۔ کہا نہیں لاؤں گا۔ یہی کہا تھا نا کہ اسلام لا۔ کہا نہیں لاؤں گا۔ کلمہ پڑھ اسلام لا۔ نہیں لاؤں گا کہا اچھا دوسرا مطالبہ واپس چلا جا۔ کہا واپس نہیں جاؤں گا۔ عرب کی عورتیں ہنسیں گی میں اگر پلٹ گیا میدان جنگ سے۔ اگر میں میدان جنگ سے پلٹ گیا۔ تو مجھ پر عورتیں ہنسیں گی۔ کافر تھا مگر غیرت دار تھا۔ صلوات

بھئی سننا، سننا میں جس مرحلے پر لے جاؤں گا وہ مرحلہ یہی تھا۔ اسلام لا علیؑ کا مطالبہ۔ کہا نہیں لاؤں گا، کہا پلٹ جا۔ کہا نہیں پلٹوں گا کہا اچھا پہلے تو وار کر۔ کہا اس کے لئے میں تیار ہوں۔ خدا کی قسم میرے علیؑ کو پہچانو۔ بھئی عجیب و غریب جملہ تھا جہاں لے کے آگیا ہوں میں خدا کی قسم۔ میرے علیؑ کو پہچانو۔ علیؑ نے میدان جنگ میں تین مرتبہ عمرو کو زندگی بخشی۔ اسلام لا زندہ رہ۔ واپس چلا جا۔ زندہ رہ۔ حملہ کر کے مجھے مار دے۔ زندہ رہ تو اسلام کی جنگیں زندگی کے لئے ہوتی ہیں مارنے کے لئے نہیں ہوتیں۔ صلوات

دیکھا تم نے میرے علیؑ نے اس کافر کو۔ جو زبان رسولؐ سے سند یافتہ کافر ہے۔ تین مرتبہ زندگی دی یا نہیں۔ تو اب جہاد اسلامی یا جنگ اسلامی کا تصور تمہارے ذہن میں واضح ہوا۔ بھئی یہیں لانا چاہ رہا تھا۔ کہ جنگیں ہوتی ہیں زندگی دینے کے لئے۔ مارنے کے لئے نہیں ہوتیں۔

توجہ رہے۔ اس لئے کہ علیؑ کا کردار تمہارے سامنے آجائے۔ پھر میں آگے بڑھوں گا۔ تین آدمی آئے تھے۔ جاؤ اٹھا کے دیکھ لو تاریخ کی کتاب میں عمرو اکیلا نہیں آیا تھا۔ عمرو کے ساتھ دو اور بھی آئے تھے وہ بھی بڑے بہادر تھے۔ تین تھے۔ ٹھیک ہے نا۔ اچھا ان کے نام تاریخ میں نہیں۔ کہ وہ تھے کون؟ لیکن تھے بڑے بہادر۔

سنا یہ عجیب و غریب مرحلہ فکر ہے۔ جہاں تمہیں روک رہا ہوں۔ اور ضرورت ہے کہ میں یہ میسج پہنچادوں تاریخ کا۔ بھئی تین آئے تھے تو عمرو کو تو قتل کردیا علیؑ نے۔ وہ دو جو بڑے بہادر تھے جب دیکھا کہ عمرو قتل ہو گیا۔ تو رکنے سے کیا فائدہ وہ بھاگے۔ وہ بھاگے توجہ رہے۔ وہ بھاگے میدان سے۔ تو اب مسلمانوں کو موقع مل گیا۔ انہوں نے اُن دو بھگوڑوں کے پیچھے گھوڑے دوڑادیئے۔

بھئی سننا۔ یہ تمہارے، سننے کا جملہ ہے۔ اور شاید نہ سنا ہو جنگ خندق کے اس واقعہ کو۔ میں نے، تاریخ میں دیکھا کہ وہ جو دو بھاگے نا دو کافر۔ دو بھگوڑے کافر جب چلے تو مسلمانوں نے ان کے پیچھے گھوڑے دوڑادیئے۔ وہ آگے آگے بھاگ رہے ہیں مسلمان پیچھے پیچھے تعاقب کررہے ہیں۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا ان کافروں میں سے کہ بھئی یہ پیچھے کون آرہا ہے۔ اس لئے کہ علیؑ تو بھاگتے ہوئے کا پیچھا نہیں کرتے۔ پہنچ رہی ہے بات؟ صلوات!

بھئی سن رہے ہو نا اب وہ کافر حیران ہوئے۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں کافروں کے کانوں میں آرہی ہیں نا۔ کہ پیچھے کچھ لوگ ہیں جو تعاقب کررہے ہیں۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ بھئی یہ کون ہیں۔ یہ کون ہیں آنے والے اس لئے کہ علیؑ کا تو اصول ہے کہ وہ کسی جنگ میں بھاگنے والے کا پیچھا نہیں کرتے۔ تو اب یہ طے ہو گیا کہ علیؑ نہیں ہیں۔ تو جب یہ طے ہو گیا کہ علیؑ نہیں ہیں۔ وہ تو بھاگتے کا پیچھا کرتے ہی نہیں۔

تو اب کافروں نے پھر گھوڑے موڑے اور اُدھر گھوڑے مڑے اُدھر مسلمانوں کے گھوڑے مڑگئے۔ پہنچ رہی ہے بات۔ ادھر مسلمانوں کے گھوڑے مڑ گئے۔ بھئی توجہ رہے۔ تو خندق کے میدان میں فیصلہ ہو گیا۔ کہ علیؑ بھاگتے کا پیچھا نہیں کرتے۔ کبھی نہیں کرتے۔ کیوں؟ اس لئے کہ جو بھاگ رہا ہے وہ علیؑ سے اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہا ہے۔ تو علیؑ زندگی دینے آیا ہے مارنے نہیں آیا ہے۔ صلوات

پہنچ رہی ہے بات، دیکھو۔ بڑا نازک مرحلہ ہے۔ تو اسلام تو تمہیں زندگی دینے

آیا ہے۔ تم سے زندگی لینے نہیں آیا۔ تو تمہیں کیا حق ہے۔ کافر سے حق حیات چھینو۔جب وہ تم سے حق حیات چھیننے آجائے تو تم مقابلے پر آجاؤ۔ اس کا نام ہے دفاع سمجھ رہے ہو نا۔ تو یہ احترام ہے انسانیت کا۔

بھئی میں اب یہیں سے آگے جاؤں گا۔ اور کسی مرحلے تک پہنچا کر گفتگو کو روکوں گا۔ یہ احترام ہے انسانیت کا کہ اگر بھاگ جائے چھوڑ دو۔ بھئی کیا بتاؤں کہ صرف حق حیات نہیں دیا۔ انسانیت کا ایسا احترام جیسا اسلام میں ہے۔ اگر کہیں دکھلا دو۔ تو میں منبر پر آنا چھوڑ دوں۔

بتاؤں یہ دو پیسے کا گداگر۔ یہ گداگر۔ اب میں توہین نہیں کر رہا۔ میں تو تمہیں سمجھانے کے لئے جملہ کہہ رہا ہوں گداگر ہاتھ پھیلانے والا۔ جانتے ہو معصومؑ نے کہا کہ اگر کوئی ہاتھ پھیلا دے تو خبر دار۔ اچھا جانتے ہو۔ یہ جو ہاتھ پھیلانے والے پروفیشنلز (Professionals) ہیں اسلام میں ان کی گواہی قبول نہیں ہے۔ تم سوچو گے کہ یہ کیا ہو گیا۔ میں نے یہی کہا نا جس طریقے سے آج میں بول رہا ہوں ویسا مجھے بولنے دو۔

اسلام میں ہاتھ پھیلانے والوں کی گواہی قبول نہیں ہے کیوں اس لئے کہ اس نے ہاتھ پھیلا کر عزت نفس خراب کی۔ اور عزت نفس کا خراب کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ اور جو گناہ کبیرہ کرے وہ عادل نہیں ہے۔جو عادل نہیں ہے وہ گواہ نہیں بن سکتا۔ یہ ہے فقہ اسلامی سمجھ رہے ہو نا بات کو۔ یہ ہے تمہارے اسلام کی فقہ۔ اچھا تو جس نے ہاتھ پھیلا دیا۔ حکم ہے معصومؑ کا، کہ اسے جھڑکنا نہیں کچھ رکھ دو اس کے ہاتھ پر۔ کہا فرزند رسولؐ یہ کیوں؟

عجیب جملہ کہا امام نے اور یہ جملہ اگر پہنچ گیا تو میری آج کی محنت سوارت ہے۔ کہنے لگے ایک تو اس نے ہاتھ پھیلا کر خود اپنی توہین کی۔ اور تم جھڑک کر دوبارہ توہین کرنا چاہ رہے ہو۔ بس میرے عزیزو! میرے دوستو! اب اس سے آگے میں نہیں جاؤں گا آج کی حد تک۔ آلِ محمدؐ جب کسی سائل کو کچھ دیا کرتے تھے نا۔ آیا دروازے پر دق

الباب کیا کھٹکٹایا۔ نکلے

یہ میں سیرت بتلا رہا ہوں علیؑ کی۔ یہ سیرت بتلا رہا ہوں حسنؑ کی۔ یہ سیرت بتلا رہا ہوں حسینؑ کی۔ یہ سیرت بتلا رہا ہوں سیدِ سجادؑ کی۔ ایک کی نہیں اچھا یہ نہ سمجھنا کہ یہ کوئی مفلوک الحال لوگ تھے۔ میں چیلنج کر رہا ہوں کہ خاندان بنی ہاشم تیس پُشتوں سے امیر تھے۔ کم سے کم، کم سے کم بائیس پُشتیں تو معروف ہیں کم سے کم۔

بھئی کمال ہو گیا سنو گے۔ سید سجادؑ کا طریقہ زندگی شب قدر میں۔ اچھا سنو۔ دیکھو یاد رکھنا۔ انسانیت کا احترام۔ اور بات کو یہیں روکوں گا۔ لیکن یہ جملے تم تک پہنچ جائیں۔ امامؑ کے پاس بڑے غلام تھے سیدِ سجادؑ کے پاس بہت غلام تھے۔ اور ظاہر ہے کہ غلام ہوں گے۔ انسان ہیں نا آخر غلطی تو ہو گی۔ تو امام نے ایک بڑا رجسٹر رکھا ہوا تھا۔ جب کوئی غلام غلطی کرتا اس میں لکھ لیتے۔

یہ مخصوص سیرت ہے سید سجادؑ کی۔ کہ غلام نے کوئی غلطی کی۔ تو اُسے لکھ لیا۔ دوسرے نے غلطی کی اُسے لکھ لیا۔ تیسرے نے غلطی کی اُسے لکھ لیا۔ ٹھیک لکھتے گئے آپ جب شب قدر آتی تھی۔ تو سارے غلاموں کو بلاتے تھے اور بلانے کے بعد رجسٹر کھولتے۔ پھر پڑھتے تو نے یہ غلطی کی۔ کہا ہاں یا بن رسولؐ اللہ غلطی کی۔ پھر دوسرا صفحہ پلٹتے تو نے غلطی کی۔ کہا یا بن رسولؐ اللہ غلطی کی۔ تو سب سے اپنی غلطیوں کا اعتراف کرواتے۔

ٹھیک ہے نا بھئی بہت توجہ رہے۔ جب سارے غلام اعتراف کر لیتے۔ تو ایک مرتبہ ہاتھ اٹھاتے۔ کہتے پروردگار قدر کی رات ہے۔ تیری رحمت کی رات ہے۔ پروردگار! تیری مغفرت کی رات ہے۔ اب میں جیسے ان غلاموں کی غلطیوں کو معاف کر رہا ہوں۔ مالک تجھے ان کا واسطہ، میری غلطیوں کو تو معاف کر دے۔ پہنچ گیا، پہنچ گیا، کردار آلِ محمدؐ تم تک بھئی یہی تو میں بتلانا چاہ رہا تھا۔

طریقہ تھا۔ آلِ محمدؐ کا۔ کہ جب گھر کے دروازے سے کسی سائل کو کچھ دیا کرتے تھے۔ تو ایک پٹ کھولتے تھے۔ اور دوسرے پٹ کی اوٹ سے اسے دیا کرتے

تھے۔ اور منہ موڑ کر دیتے تھے۔ کسی نے کہا فرزند رسولؐ یہ طریقہ کیا ہے۔ کہا بھئی میں یہ نہیں چاہتا کہ نگاہوں سے نگاہیں مل جائیں۔ اور اسے شرمندگی کا احساس ہو جائے۔ یہ ہے کردار آلِ محمدؐ۔ اب جملہ سنو اور اسے ذہن میں رکھنا۔ میں بہت زیادہ زحمت نہیں دینا چاہ رہا ہوں۔ یہ ہے کردار آلِ محمدؐ ایک پٹ کھولا دوسرے پٹ کے پیچھے سے دے دیا۔ جو دینا تھا۔ منہ پھیر کے دے دیا۔

بھئی یہی ہے نا! حسینؑ کے پاس ایک شخص آیا خط لے کے آیا سائل تھا۔ حسینؑ نے خط جیب میں رکھ لیا۔ اندر گئے ایک بڑی سی تھیلی اٹھا کے لائے۔ درہموں کی اور اس کے ہاتھ میں دے دی۔ جب وہ چلا گیا تو کسی نے کہا فرزند رسولؐ آپ خط تو پڑھ لیتے۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے کوئی بہت چھوٹی سی بات کہی ہو۔ اور آپ نے اتنی بڑی تھیلی اسے اٹھا کے دے دی۔ کہا کہ بھئی میں نے خط نہیں پڑھا میں نے تھیلی دے دی اس لئے کہ جب تک میں خط پڑھتا رہتا وہ اس شبے میں رہتا کہ امام دیں گے یا نہیں۔ جب تک میں خط پڑھتا رہتا۔ اسے شک رہتا۔ کہ امام کی بارگاہ سے کچھ ملے گا یا نہیں؟

تو اب میں بھی تو کسی کی بارگاہ کا غلام ہوں آ گئی بات۔ بھئی یہی تو میں کہہ رہا تھا۔ اور اب منبر سے کہہ رہا ہوں۔ اور تمہیں گواہ بنا کر کہہ رہا ہوں۔ یہ ہیں میرے امام۔ اب ساری دنیا کی انسانیت کو چیلنج کر رہا ہوں کہ اگر کسی دین میں ایسے ہوں تو لائیں۔ پہنچ گئی بات پوری دنیا کی انسانیت کو چیلنج کر رہا ہوں۔ کسی دین میں کسی مذہب میں کسی مسلک میں کسی گروہ میں ایسے ہوں تو لائیں۔

بھئی رسولؐ مباہلہ میں اس لئے لے گئے کہ ایسے ہوں تو لاؤ۔ بس تقریر تمام ہو گئی۔ اب اس سے زیادہ زحمت سماعت نہیں دوں گا اپنے محترم سننے والوں کو۔ لیکن میں بڑا شکر گزار ہوں۔ یہ حدِ نگاہ تک محترم سننے والے کھڑے ہیں۔ حدِ نگاہ تک بیٹھے ہوئے لوگ۔ میں ان سب کا بڑا شکر گزار ہوں کہ یہ پوری توجہ اور پوری لگن کے ساتھ۔ مجھ جیسے حقیر انسان کی گفتگو سماعت کر رہے ہیں۔

کل مجھے کسی میرے محترم سننے والے نے خط بھیجا۔ اور وہ خط عربی زبان میں

تھا۔ تو پتہ چلا کہ خط لکھنے والا پڑھا لکھا ہے۔ اس نے کہا جناب آپ نے کہا راہب آیا تھا بیٹوں کے لئے تو راہب کے تو معنی ہیں شادی نہ کرنے والا۔ ہے نا تو یہ آپ نے کیسے کہہ دیا کہ رسولؐ کے پاس آگیا تھا کہ یا رسولؐ اللہ دُعا کر دیجیئے کہ اللہ مجھے بیٹے دے دے۔ ہے نا کتنا اچھا سوال ہے۔ کتنا خوبصورت سوال ہے۔ تو اب اپنے محترم دوست کو بتلانا چاہ رہا ہوں کہ یہ دو الگ الگ واقعے تھے۔

نجران والا راہب اور تھا۔ اور یہ دعا منگوانے والا راہب اور ہے۔ اور دوسرا حوالہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا۔ بھئی راہبوں کی بھی دو قسمیں ہیں۔ کچھ وہ ہیں جو شادی کرتے ہیں۔ کچھ وہ ہیں جو شادی نہیں کرتے۔ بس، بس اب اس سے زیادہ زحمت سماعت نہیں دوں گا۔

لیکن میرے دوست میرے بڑے پرانے دوست۔ اشرف عباس صاحب ان سے کسی ایسے مسلمان دوست نے ایک بات کہی جو قابل احترام بھی ہے۔ قابل عزت بھی ہے اگرچہ میرے مسلک سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ لیکن میرے لئے تو سارے مسلمان برابر ہیں۔ اس لئے میری نگاہ میں اسلام ہے شجرہ طیّبہ۔ اور یہ سارے مسلک اس کے پتّے ہیں۔ میں تو تفریق نہیں کیا کرتا۔

ٹھیک ہے نا تو میں اس کا بھی شکر گزار ہوں۔ اس محترم سننے والے کا جس نے پوری توجہ سے بات سنی۔ اور پھر اعتراض قائم کیا۔ بھئی اعتراض سنو۔ جواب جو مجھ سے ہو سکتا ہے اور میں اب تم سے اجازت لے لوں۔ میرے گلے کی خستگی دیکھ رہے ہو اس سے زیادہ زحمت سماعت نہیں دوں گا۔ اس نے اعتراض کیا کہ جناب آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ رسولؐ قرآن کے لفظ لفظ پر عمل کرتا ہے۔ میں نے کہا دعویٰ تو یہ میرا ہے۔ لیکن یہ میرا بڑا ہی چھوٹا دعویٰ ہے۔ کہ رسولؐ قرآن کے لفظ لفظ پر عمل کرتا ہے۔ لیکن اس سے بھی بڑا میرا دعویٰ تو یہ ہے کہ رسولؐ کام کرتا جاتا ہے۔ اور قرآن بنتا جاتا ہے۔

میں اپنے اس دعوے پر قائم ہوں میرے رسولؐ نے چادر اوڑھی، میرے

رسولؐ نے کمبل اوڑھا۔

یاایھا المزمل، یاایھا المدثر کی آیت بنی یا نہیں؟ میرے رسولؐ نے راتوں میں عبادتیں کی۔ **طٰهٰ مَآاَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى** (سورہ طہ آیت ا) آیت بنی یا نہیں بنی؟ تو میرا تو دعویٰ اور بڑا ہے۔ اور میں نے دلیل بھی دے دی۔ تو اب اس نے پوچھا کہ جب قرآن میں تھا "**ابناء نا**" تین اور تین سے زیادہ۔ "**نساء نا**" تین اور تین سے زیادہ۔ عورتیں "**انفسنا**" تین اور تین سے زیادہ مرد۔ تو رسولؐ ایک ہی کیوں لے گئے، نفس میں اور ایک ہی کیوں لے گئے عورتوں میں اور دو کیوں لے گئے بیٹوں میں، تین سے زیادہ لے جاتے؟ اچھا سوال تو اچھا ہے۔ سوال واقعاً اچھا ہے۔

اور میں شکر گزار ہوں۔ اپنے اس سننے والے کا۔ بھئی کسی مسلک سے ہو میرا دوست ہے۔ میں اس کی توفیقات کے لئے دعا مانگ رہا ہوں۔ کہ خدا اسے ہر جگہ محفوظ رکھے۔ بھئی سوال بڑا اچھا ہے۔ کہ جب کہا "**ابناء نا**" تین سے زیادہ بیٹے۔ "**نساء نا**" تین یا تین سے زیادہ عورتیں "**انفسنا**" تین یا تین سے زیادہ نفوس۔ تو رسول کم کیوں لے گئے؟ سوال تو اچھا ہے نا! اچھا تو سنو، سنو اور یاد رکھنا میرے جملے کو۔ اور اس جملے کو قیامت تک یاد رکھنا۔

میں نے کہا جناب آپ سے کہہ رہا ہوں۔ کل میرے گھر میں مجلس ہے۔ اور میں جملہ بدل دوں۔ کل آپ میرے گھر تشریف لایئے گا۔ جملہ کہا میں نے۔ کل آپ میرے گھر تشریف لایئے گا۔ اب پھر جملہ بدل رہا ہوں۔ کل آپ سب حضرات، آپ گھر کے سب افراد میرے گھر آئیں۔ اب آپ پوچھیں گے نا کیوں آئیں۔ تو میں نے کہا جناب مجلس ہے۔ اچھا دیکھیں جب میں نے کہا تھا آپ سب گھر کے افراد آجائیں۔ تو اس میں دو مہینے کا بچہ شامل تھا یا نہیں۔ ٹھیک ہے،

بھئی جب میں نے کہا آپ گھر کے سب افراد آیئے گا۔ سب آیئے گا۔ تو دو مہینے کا بچہ اگر گھر میں ہے تو شامل ہے یا نہیں؟ ہے نا! لیکن اگر میں نے ایک غرض

معیّن کردی کہ مجلس ہے تو دو مہینے کا بچہ خود نکل گیا۔ تو حکم عام تھا۔ حکم عام تھا کہ سارے بیٹے جائیں۔ ساری عورتیں جائیں سارے نفوس جائیں اور پھر غرض معیّن کی کہ جھوٹوں پہ لعنت کرنی ہے۔ تو اب وہ جائے جو سچا ہو۔ اور جھوٹا گھر میں بیٹھے۔ تو غرض معین ہو گئی اور جواب بھی ہو گیا۔

بس میرے دوستو! میرے عزیزو! تو پیغمبرؐ اسی لئے انہیں لے گئے۔ کبھی پھر سہی۔ اب تو دامن وقت میں گنجائش بھی نہیں ہے۔ پیغمبرؐ اسی لئے لے گئے۔ کہ انہیں پہچان لو، انہیں پہچانو گے۔ تو انسانیت کا احترام سمجھ میں آجائے گا۔ اور انہیں پہچانو گے تو اسلام بھی سمجھ میں آجائے گا۔ میں کیا کروں، میں حیران ہوتا ہوں بعض وقت۔ کہ ابن ملجمؒ، عبدالرحمٰن ابن ملجمؒ میرے علیؑ کے خون کا پیاسا ہے۔ بھئی ہے نا۔ مار ڈالا میرے علیؑ کو عبدالرحمٰن ابن ملجمؒ نے قتل کر دیا۔ خون کا پیاسا ہے۔

لیکن جب میرے علیؑ نے پوچھا کیا میں تیرا بُرا امام تھا؟ تو کردار پہ کوئی الزام نہ لگا سکا۔ سمجھ رہے ہو بات کو۔ بس دو جملے اب اس سے زیادہ زحمت نہیں دوں گا۔ یہ ہے انسانیت کا احترام۔ بھئی کہہ دیتا کوئی فرد جرم عائد کر دیتا علیؑ کے اوپر خون کا پیاسا تو ہے قتل بھی کر دیا علیؑ پوچھ رہے ہیں کیا میں تیرا بُرا امام تھا۔ تو فرد جرم نہیں لگا سکا۔ کوئی تہمت کوئی الزام نہ رکھ سکا۔

یہ ہے کردار علیؑ یہ ہے کردار علیؑ۔ اور اب انسانیت کا احترام کہ بیٹی سے فرماتے ہیں۔ بیٹی زینبؑ یہ جام شیریں میرے قاتل کو بھجوادے۔ یاد ہے نا۔ بیٹی زینبؑ یہ دودھ، میرے قاتل کو بھجوادے۔ اب میرے جملے کی قوت کا اندازہ لگانا۔ علیؑ اپنے ہاتھوں سے اپنے قاتل کو جام شیریں پلا دیں اور بات ہے اور علیؑ کی بیٹی باپ کے قاتل کو جام شیریں دے دے یہ اور بات ہے۔ اگر وہی دل جو علی کے سینے میں دھڑک رہا تھا زینبؑ کے سینے میں بھی دھڑک نہ رہا ہوتا۔ تو کبھی وہ اپنے باپ کے قاتل کو جام شیریں نہ بھجواتیں۔

اُسی زینبؑ کے بیٹے ہیں عون و محمد۔ ٹھیک ہے نا۔ اور زینبؑ کے شوہر عبداللہ ابن جعفر طیار۔ علیؑ کے بھتیجے بھی ہیں۔ اور علیؑ کے داماد بھی ہیں۔ جب حسینؑ جا رہے تھے تو

پیروں میں عبداللہ ابن جعفر کے تکلیف تھی۔ شہزادی سے کہا کہ ذرا بچوں کو اچھے لباس تو پہنادو۔ شہزادی نے بچوں کو اچھے لباس پہنائے۔ آئے حسینؑ کے پاس اور سات مرتبہ بچوں کو حسینؑ کے اوپر سے صدقہ کیا۔ اور کہنے لگے مولا میں تو نہ رہوں گا لیکن مجھے امید ہے کہ میرے بچے اپنی جانوں کو آپ کے اوپر سے قربان کریں گے۔

تم نے گریہ کیا۔ مجلس تمام ہو گئی۔

بھئی جملہ سنو گے۔ جعفر طیار بہت بڑے بہادر تھے غزوہ موتہ میں سرداری اور علم ان کے ہاتھ میں تھا۔ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے۔ اُن کے دونوں ہاتھ کٹ گئے اور رسولؐ نے کہا کہ جعفر نور کے بازوؤں سے جنت میں پرواز کر رہے ہیں۔ جبھی سے لقب پڑا ہے جعفر طیار۔ ان کا بیٹا ہے عبداللہ اور عبداللہ کے دو بیٹے ہیں عون و محمد ہے نا۔ اب یہ بڑی بحث ہے۔ اور علماء مقاتل نے بڑا اختلاف کیا ہے۔ کہ جب سارے اصحاب شہید ہوگئے تو پھر پہلے کون گیا۔

اس میں اختلاف ہے کسی نے کہا مسلم کا چھوٹا بیٹا عبداللہ ابن مسلم پہلے گیا تھا۔ کسی نے کہا نہیں ایسا نہیں ہے۔ سنو گے بس دو چار جملے سنو اور مجھے اجازت دے دو۔ چار یا پانچ دقیقوں کی زحمت ہے بس۔ جب اصحاب شہید ہوگئے نا دیکھو اب تفصیل مقتل کی دینا چاہ رہا ہوں۔ بہت تھوڑی سی۔ جب اصحاب شہید ہوگئے تو ایک مرتبہ عباسؑ ہاتھ جوڑ کے آئے۔ اور کہا مولا میرے بھائیوں کو جنگ کی اجازت عطا ہو۔

عباسؑ کے بھائی گئے تین بھائی۔ آوازیں دیں بھائیوں کے شہید ہونے کے بعد عباسؑ گئے ان کے لاشے اٹھا کے لائے۔ خیمے میں رکھ دیئے جب تینوں بھائی شہید ہوگئے۔ تین بھائی۔ بھئی دیکھو میرے سینے میں دم نہیں ہے آرام سے سنتے چلے جاؤ۔ جب تین بھائی، عباسؑ کے شہید ہوگئے۔ تو اب پھر گفتگو ہے کہ کون جائے۔ عباسؑ چپکے سے اپنے خیمے میں گئے اور ایک نو برس کے بیٹے کو لے کر باہر آئے محمد ابن عباسؑ

عباسؑ کا نو برس کا بیٹا کہا مولا اِسے جنگ کی اجازت ہو۔ حسینؑ کانپنے لگے کہا

عباسؑ کب تک ام البنین کی کمائی اجڑتی رہے گی۔ عباسؑ کب تک، کب تک ام البنین کی کمائی لٹتی رہے گی۔ اور میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہوں گا۔ نہیں عباسؑ یہ میرے بس میں نہیں ہے۔ عباسؑ نے بچے کو حسینؑ کے قدموں میں ڈال دیا کہا مولا، اس بچے کو جنگ کی اجازت عطا ہو۔ بھئی سننا تم رو چکے، دیکھو مجلس مکمل ہو گئی۔ میں تو بہت مختصر مصائب پڑھنے کا عادی ہوں۔ میں تو واقعے کو مکمل کر رہا ہوں۔

عباس نے محمد ابن عباس کو بچے کو حسینؑ کے قدموں میں ڈال دیا۔ مولا اسے اجازت عطا ہو۔ یہ خبر اندر پہنچی۔ فضہّ نے جا کے کہا شہزادی زینبؑ سے کہ بی بی عباسؑ اپنے نو برس کے بچے کو لے گئے ہیں۔ اجازت دلوانے کے لئے۔ تو ایک مرتبہ جلال میں کہا۔ میرے عون و محمد کدھر ہیں۔ جلال میں کہا جلال میں میرے عون و محمد کدھر ہیں؟ لوگوں نے بتلایا شہزادی بچے تو بڑے بپھرے ہوئے ہیں اور بار بار کہتے ہیں۔ ماموں جان! ماموں جان! ہمیں اجازت دیجئے ماموں جان ہمیں اجازت دیجئے لیکن حسینؑ دونوں کا ہاتھ تھامے ہوئے ہیں۔ **اَجۡرِ کُمۡ عَلَی اللّٰہِ، اَجۡرِ کُمۡ عَلَی اللّٰہِ۔**

تم نے گریہ کیا۔ ادھر محمد ابن عباسؑ کو جنگ کی اجازت ملی۔ اب گریہ کو روک کے سننا محمد ابن عباسؑ کو عباسؑ کے نو برس کے بچے کو جنگ کی اجازت مل گئی۔ مقتل لکھتا ہے کہ عباسؑ اس بچے کو مقتل پہنچانے خود گئے ہیں اور چھوٹا بچہ ہے نا عباسؑ طویل القامت ہیں جھک کر کہہ رہے ہیں کہ بیٹے تو حیدر کرار کا پوتا ہے۔ بیٹے تو میرا بیٹا ہے۔ اگر قاتل تجھ پر تلواریں چلائے تو بھاگ کے خیمے میں نہ آجانا۔

بچہ گیا۔ بھئی کتنی دیر لڑتا۔ کتنی دیر لڑتا۔ بچے کی لاش، کون لائے جب بچہ چیخا ہے تو ایک مرتبہ عباسؑ نے گھوڑے کو ایڑھ لگانی چاہی حسینؑ آگے بڑھے عباسؑ کا بازو تھام لیا۔ کہا نہیں عباسؑ، نہیں کسی باپ کے دل میں اتنی قوت نہیں ہے، کسی باپ کے دل میں اتنی قوت نہیں ہے، کہ اپنے بیٹے کا لاشہ اٹھائے۔ اب میں حسینؑ سے ہاتھ جوڑ کے کہوں کہ مولا جب علی اکبرؑ پکارے گا تو کون آپ کا بازو تھام کر روئے گا۔

چھٹی مجلس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝١ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢
اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝٣ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ
مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝٥ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝٦ اَنْ رَّاٰهُ
اسْتَغْنٰى ۝٧ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝٨

عزیزان محترم! وہ آیات جن کی تلاوت کا شرف میں مسلسل حاصل کر رہا ہوں وہ سورہ علق کی ابتدائی ۸ آیتیں ہیں۔ سورہ علق، ۱۹ آیتوں پر مشتمل ہے اور اس کی آخری آیت اگر پڑھ لی جائے یا سن لی جائے تو سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ ان آٹھ آیتوں کو میں نے مسلسل یعنی پچھلے پانچ دن اور آج کا چھٹا دن مسلسل اپنے محترم سننے والوں کی خدمت میں ہدیہ کیا۔

آیت کی اگر مزاج شناسی ہو جائے تو مجھے آگے بڑھنے میں بڑی آسانی ہو جائے گی۔ وہ آیتیں جو پیش کی گئیں ان میں دوسری آیت **"خلق الانسان من علق"** آغاز خلقت اور آٹھویں آیت **"ان الی ربک الرجعی"** تجھے واپس جانا ہے اللہ کی خدمت میں یعنی انجام رجعت۔ انسان کا آغاز خلقت کہ جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ اور انسان کا انجام اس کی بارگاہ میں پہنچنا۔ تو چلے ہیں خلقت سے۔ جائیں گے اس کی بارگاہ میں۔

اِس دنیا میں جو سو، پچاس سال کی زندگی ہے نا۔ یہ ساری اکڑ اسی میں ہے۔ ساری طغیانی اسی میں ہے ساری سرکشی اسی میں ہے جو خلقت اور رجعت کے درمیان میں ہے۔ اگر یہ بات واضح ہو گئی تو اب عالمی معاشرہ طغیان، سرکشی، اکڑ، اپنے مقابلے

میں کسی کو نہ سمجھنا، بڑائی، اپنے کو بڑا سمجھنا یہ ہے عالمی معاشرہ۔ ٹھیک ہے نا اور منافقین کا معاشرہ۔

"المنٰفقون والمنفقت بعضھم من بعض"

منافق کا معاشرہ یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر سازش کرتے ہیں۔ تو جہاں سازش ہو گی وہاں منافقت ہو گی۔ منافق مرد اور منافق عورتیں سازش کرتے ہیں **"یا مرون بالمنکر"** برائی کا حکم دیتے ہیں۔ کمال ہو گیا۔ یعنی برائی کا حکم دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ برا کرو۔ **"وَینھون عن المعروف"** اچھائی سے روکتے ہیں۔ تو جہاں بھی اچھائی سے روکا جائے وہ معاشرہ منافقوں کا معاشرہ ہے۔ ذکر آلِ محمدؐ اچھائی ہے یا نہیں؟ صلوات۔

بھئی سننا، **"المنافقون والمنفقت بعضھم من بعض یا مرون بالمنکر"** (سورہ توبہ آیت ٦٧)۔ حکم دیتے ہیں برائی کرو۔

"وَینھون عن المعروف" روکتے ہیں اچھائی سے۔

"ویقبضون ایدیھم" اور اپنے ہاتھوں کو باندھ لیتے ہیں۔ اپنی مٹھیاں بند رکھتے ہیں۔ خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ بھئی آج کا مزاج کیا ہے مجھے بتلاؤ یہ منافق ہے جو مٹھی بند کر لے ہاتھ باندھے خدا کی راہ میں نہ دے۔ یعنی اپنی ہوا و ہوس پر لاکھوں خرچ کر دو۔ اور اللہ کے نام پر فقیر کی ہتھیلی پر ایک روپیہ رکھ دو یہ منافقت نہیں تو کیا ہے؟

یہی تو ہے منافقوں کا معاشرہ۔ جس کی طرف متوجہ کرنا چاہ رہا ہوں۔ تو "عالمی معاشرہ" ہے **"کلا ان الانسان لیطغیٰ"**۔ پوری گلوبل سوسائٹی پر بات کی ہے۔ یہ منافقوں کا معاشرہ ہے۔ اور اب مومنین کا، مسلمانوں کا، قرآن مجید کا معاشرہ۔

"والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض" (سورہ توبہ آیت ۷۱)

مومن مرد مومن عورتیں ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے سے الفت رکھتے ہیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

"**یا مرون بالمعروف**" اچھائی کا حکم دیتے ہیں۔
"**وینھون عن المنکر۔**" برائی سے روکتے ہیں۔
"**ویقیمون الصلوٰۃ**" نماز قائم کرتے ہیں یہ ہے قرآنی معاشرہ۔
"**ویوتون الزکوٰۃ۔**" زکوٰۃ دیتے ہیں۔
"**ویطیعون اللّٰہ و رسولہ**" اور خدااور رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ تو اب منافقوں کا معاشرہ برائی کا حکم دے۔ اچھائی سے روکے۔ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرے۔ مومنوں کا معاشرہ برائی سے روکے۔ اچھائی کا حکم دے۔ نماز قائم کرے اللہ کی راہ میں خرچ کرتا رہے "**ویطیعون اللّٰہ ورسولہ۔**" یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کی بھی اطاعت کرتے ہیں۔ رسولؐ کی بھی اطاعت کرتے ہیں۔

اسلامی اور قرآنی معاشرے کے بنیادی عناصر سمجھ میں آگئے۔ پہلا عنصر اگر قرآنی معاشرہ چاہتے ہو تو ہر مومن دوسرے مومن سے محبت کرے۔

"**والمومنون و المومنات بعضھم اولیاء بعض**"۔ قرآنی معاشرے میں ہر مومن دوسرے مومن سے محبت کرے گا اور اگر محبت نہیں کرے گا تو قرآن کے معاشرے سے باہر نکل جائے گا۔ تو قرآن کا معاشرہ کیا ہے؟ مومن محبت کرے مومن سے۔ گفتگو امیر المومنینؑ کی محبت کی نہیں ہے۔

سمجھ رہے ہو نا بات کو۔ بات پہنچ رہی ہے نا۔ اچھا تو اب دیکھو موضوع "عالمی معاشرہ اور قرآن حکیم" ٹھیک ہے نا۔ تو اب میں تیزی کے ساتھ آگے بڑھ جاؤں اب میں استدلال لے رہا ہوں قرآن مجید سے۔ قرآن مجید نے تلخیص کی ہے قرآنی معاشرے کی۔

"**ویطیعون اللّٰہ ورسولہ**"۔ بس مسلمانوں کا معاشرہ وہ ہے، قرآن کا معاشرہ وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرے۔ رسول کی اطاعت کرے۔ نہ اللہ سے جھگڑا کرے۔ نہ رسولؐ سے جھگڑا کرے۔ بات مان لے۔ اگر خدا کہے وہ بھی مان لے۔ اگر رسولؐ کہے وہ بھی مان لے۔

اور عالمی معاشرہ ”کلا ان الانسان لیطغیٰ“ انسان بڑا سرکش ہے۔ تو اگر ایک لفظ میں ”عالمی معاشرہ“ کو سمجھانا ہو تو اس کا نام ہے طغیان۔ اور اگر ایک لفظ میں قرآنی معاشرے کو سمجھنا ہو اس کا نام ہے اطاعت۔ دیکھو ایک ایک لفظ سے پہنچا ہوں میں۔ طغیان اور اطاعت پورے عالمی معاشرے میں سوائے سرکشی کے کچھ نہیں ہے اور قرآنی معاشرے میں سوائے اطاعت کے کچھ نہیں ہے جو طے کردیا رسولؐ نے بس وہی کرتے جاؤ۔

بھئی کرنا تو بہت بڑی بات ہے۔ انسان لاشعوری طور پر بہت کچھ کہتا ہے۔ دن کو اٹھو اور شام کو جاکر رجسٹر پر لکھو میں نے کیا کیا باتیں کیں۔ تو تمہیں اندازہ ہوگا کہ تمہیں لاشعوری طور پر کتنی ایسی باتیں کہہ دیں جو اطاعت خدا اور اطاعت رسولؐ کے خلاف تھیں۔ اب میں کیسے اپنے سننے والوں کو بتاؤں یہ جو زبان ہے نا یہ بڑی خطرناک ہے۔ کیا سورہ بلد کی آیت بھول گئے۔

”اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۙ وَلِسَانًا وَّ شَفَتَيْنِ ۙ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ۔“

(آیات ۸ تا ۱۰) کیا ہم نے انسان کو دو آنکھیں نہیں دیں؟ ”ولساناً“ اور کیا ہم نے انسان کو لسان نہیں دی؟ لسان یعنی زبان ”وَ شَفَتَيْنِ“ اور کیا ہم نے بولنے کے لئے زبان کے ساتھ دو ہونٹ نہیں دیئے۔

بھئی عجیب مرحلہ فکر پر لے آیا اپنے سارے سننے والوں کو۔ کہ ”لِسَانًا“ یعنی زبان۔ کفر کا اعلان زبان سے، اسلام کا اعلان زبان سے، غیبت زبان سے، جھوٹ زبان سے، سچ زبان سے، مذمت زبان سے، تعریف زبان سے، یہ زبان جب چاہے ذلیل کروادے۔ یہ زبان جب چاہے منبر پر بٹھلا دے۔

پہنچ رہی ہے بات۔ بات پہنچ رہی ہے۔ میرے سننے والوں تک۔

”الم نجعل له عينين و لساناً و شفتين“ کیا ہم نے تمہیں زبان نہیں دی، ”لِسَانًا“ یعنی زبان۔ تو اب زبان کو کنٹرول میں رکھنا۔ بھئی یہیں تو لانا تھا اپنے سارے سننے والوں کو کہ کتنی برائیاں ہیں جن کا تعلق زبان سے ہے۔ اور

میرے مولا نے نہج البلاغہ میں کہا۔

"المرء مخبوء تحت لسانه۔" کیا کمال کا جملہ ہے۔ بھئی دیکھو یہ علیؑ کا جملہ ہے۔ اور اس جملے کو اپنے ذہنوں کے اندر محفوظ کر لینا۔ **المرء مخبوء تحت لسانه** ہر انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ یہ میرے علیؑ کا جملہ ہے۔ صلوات۔

تو کتنی خطرناک ہے یہ چھوٹی سی زبان، کبھی غیبت کرے، کبھی تہمت لگائے، کبھی بہتان لگائے، کبھی تعریف کرے۔ کبھی مذمت کرے، کبھی گالی بک دے۔ کبھی ذکر الٰہی کرے۔ سارے کام اسی زبان سے ہیں تو اب پروردگار نے طے کیا کہ جسے اپنا نمائندہ بنا کے بھیجوں گا اس کی زبان میرے اختیار میں ہوگی۔ **"وماینطق عن الهویٰ۔"** وہ اپنی زبان سے، اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔

بھئی عجیب مرحلہ فکر پر لے آیا ہوں۔ ابو ذر غفاریؓ سے پیغمبر اکرمؐ نے طویل نصیحت فرمائی۔ اور اس نصیحت میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ دیکھو ابوذرؓ! جس نے اپنی زبان کو گناہ سے محفوظ نہیں رکھا اس نے گویا کوئی عمل صالح نہیں کیا۔ سمجھ گئے نا زبان کی اہمیت کو۔ **"الم نجعل له عینین و لساناً"** ہم نے انسان کو آنکھیں دیں اور زبان دی ہے۔ توجہ رہے۔ یہ زبان اچھائی بھی کرتی ہے یہ زبان برائی بھی کرتی ہے۔

اس لئے پروردگار نے محمدؐ کی زبان پر مہر لگادی **"وما ینطق عن الهویٰ۔ ان هو الا وحی یوحیٰ۔"** وہ بولتا نہیں اپنی خواہش سے۔ وہ جو بولتا ہے وحی الٰہی سے بولتا ہے۔ تو یا رسولؐ اللہ وحی ختم ہو رہی ہے آپ کے اوپر۔ اب آپ کے بعد دین کا بندوبست کیا ہے؟

یا رسولؐ اللہ آپ کی زبان "لسان وحی" آپ کی زبان "لسان عصمت" آپ کی زبان "لسان شریعت"۔ آپ کی زبان "لسان دین"، یا رسول اللہ آپ کی زبان "لسان قرآن کریم"۔ تو آپ پر وحی ختم ہو رہی ہے۔ اب آپ کے بعد "لسان" کہاں سے ملے۔ کہا اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک "لسان اللہ" کا تعارف نہ کرادوں۔

صلوات

بھئی میں نے تو ایک مثال دی ہے۔ اور جانا ذرا دور ہے۔ **"یطیعون اللّٰہ ورسولہ"** قرآنی معاشرے کی پہچان ہے کہ خدا کی اطاعت رہے رسول کی اطاعت رہے۔ ہر لمحہ کام کرنے سے پہلے، بولنے سے پہلے، تول لو کہ یہ جائز ہے یا ناجائز ہے۔ تولو۔ کوئی کام کرنے جا رہے ہو۔ اسے شریعت کی میزان پہ تولو۔ اطاعت محمدؐ کے میزان پر تولو۔ کہ وہ جائز ہے یا ناجائز ہے۔ کوئی بات کہنے جا رہے ہو تو شریعت محمدؐ کی میزان پر تولو۔ کہ وہ بات جو تم کہہ رہے ہو وہ جائز ہے یا ناجائز ہے۔

اس لئے سید سجادؑ نے کہا۔ **"الخیر کلہ صیانت الانسان نفسہ"**۔ پورا خیر یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو گناہوں سے بچالے۔ مذاق نہیں ہے میرے امام کا یہ جملہ اب دیکھو قرآن کی اصطلاح کی معروف نیکی، قرآن نے کہا خیر، خیر کے معنی بھی نیکی، اب دو لفظ مل گئے نا **"الخیر کلہ صیانت الانسان نفسہ"** پورا خیر "کُلّہٖ" پورا خیر یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو گناہوں سے بچالے۔

بھئی یہی سبب ہے کہ "ذوالعشیرہ" میں جب میرے نبیؐ نے خطبہ دیا تو آواز آئی **"انی قد جئتکم بخیر الدنیا و الآخرۃ"** بھئی سنتے جاؤ۔ میرے نبیؐ کا خطبہ۔ اچھا کتنی مرتبہ میں نے ذوالعشیرہ پڑھی کتنی ہزار دفعہ تم نے ذوالعشیرہ سنی۔ تو اب ذوالعشیرہ تو بیان نہیں کروں گا۔ لیکن میری مجبوری یہ ہے۔ جب مجبوری ہے تو سنتے جاؤ۔ ذوالعشیرہ نہیں پڑھ رہا ہوں جملہ سنو۔ میرے نبی کھانا کھلانے کے بعد اٹھ کے کہنے لگے۔

"قد جئتکم بخیر الدین والآخرۃ"۔ میں جو تمہارے پاس آیا ہوں نا تو ساری دنیا کا اور ساری آخرت کا خیر لے کر آیا ہوں۔ تو محمدؐ خیر لے کر آنے والا۔ بھئی جو چیز لائے گا وہی تو چھوڑ کے جائے گا نا۔

بھئی سننا۔ اور اب آرام سے سننا اس لئے کہ کسی مرحلے تک تمہیں لے کے جاؤں گے۔ میں تمہارے پاس دنیا کا اور آخرت کا سارا خیر لے کر آیا ہوں۔ یہی تو کہا

تھا نا اور خطبہ تو تمہیں یاد ہی ہو گا۔ بھئی کون ایسا ہے سننے والا جس کے ذہن میں خطبہ نہ ہو۔ لیکن چونکہ مجھے خطبہ سے کام لینا ہے۔ اس لئے جملے عرض کر رہا ہوں۔

"انی قد جئتکم بخیر الدنیا والآخرہ"۔ میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کا خیر لے کر آیا ہوں۔ میں خدائے واحد کی طرف سے آیا ہوں۔ مجھے رسول مانو۔ اس میں دنیا کا بھی خیر ہے۔ آخرت کا بھی خیر ہے۔

پس ہے کوئی میری مدد کرنے والا۔ یاد ہے نا۔ بزرگوں کے مجمع میں سے کمسن بچے نے اٹھ کر کہا تھا یا رسول اللہ میں آپ کی مدد کروں گا۔ اس بھرے ہوئے مجمع سے اگر یہ بچہ جو سامنے بیٹھا ہوا ہے کھڑا ہو جائے اور تعریفیں کرنے لگے میری مجلس کی تو میں بھی بدمزہ ہو جاؤں گا تم بھی بدمزہ ہو جاؤ گے۔ تو بزرگوں کے مجمع میں بچے کی بات۔ اور وہ اٹھ کے کہے سبحان اللہ واہ واہ۔ تو میں تو بدمزہ ہو جاؤں گا تمہیں بہت ناگوار گزرے گا بزرگوں کے مجمع میں بچہ کیسے بول رہا ہے۔ اور رسولؐ نے بھی نہیں کہا علیؑ تم تو بہت کم سن ہو بیٹھ جاؤ، تو اب علیؑ کی کمسنی پر اعتراض کرنا سنت محمدؐ کے خلاف ہے یا نہیں۔ صلوات۔

بھئی دیکھو۔ بڑے نازک مرحلے پر لے آیا ہوں۔ جس نے بھی اعتراض کیا ہو۔ علیؑ کی کمسنی پر تو وہ پہلے سنت محمدؐ کو دیکھ لے۔ بھئی ہماری نگاہ میں شخصیتیں نہیں ہوا کرتیں۔ ہماری نگاہوں میں قول ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ میرے مولا نے کہا تھا کہ یہ مت دیکھو کہ کس نے کہا یہ دیکھو کہ کہا کیا؟ صلوات

بہت توجہ رہے۔ بھئی کیا کمال کی بات ہے۔ میں، میں خدائے واحد کی طرف سے آیا۔ میں یہ خطبہ بار بار سنا چکا ہوں اپنے سننے والوں کو لیکن یہ میری مجبوری ہے۔ اس لئے سننا۔ میں خدائے واحد کی طرف سے آیا۔ مجھے رسولؐ مانو۔ اس میں خیرِ دنیا ہے۔ خیرِ آخرت بھی ہے۔ ہے کوئی میری مدد کرنے والا۔ وہ بچہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے جو جملے کہے ہیں وہ تمہیں معلوم ہیں۔

وہ جملے دھرانے نہیں ہیں کہ یا رسول اللہ میں آپ کی مدد کروں گا۔ کہا ادھر

آؤ، قریب بلایا۔ کہنے لگے یہ میرا وزیر ہے۔ یہ میرا وصی ہے۔ یہ میرا خلیفہ ہے۔ یہ میرا جانشین ہے۔ کہہ دیا نا۔ بھئی وعدہ ہے مدد کروں گا۔ تو جب مدد کرے گا جب خلافت دیجئے گا۔ بھئی آپ نے کہا کہ کل مجلس ہے میرے یہاں آجائیے گا۔ میں نے وعدہ کیا کہ میں آؤں گا تو آپ تبرّک دے دیں گے مجھے۔ کیا مجلس کا تبرّک ابھی دے دیں گے؟ جب میں آؤں گا تو تب تبرّک ملے گا۔

بھئی عجیب زبان ہے۔ ادھر بچے نے کہا کہ یارسول اللہ میں آپ کی مدد کروں گا ادھر رسولؐ نے کہا۔ یہ میرا خلیفہ ہے۔ تو یارسول اللہ مدد تو ہوگی بہت بعد میں۔ یہ خلافت کیسے آپ نے دے دی۔ ابھی تو صرف وعدہ ہے۔ تو رسولؐ یہی کہیں گے۔ کہ آج صرف وعدہ ہے، لیکن جھوٹی زبان کا نہیں ہے۔ سچی زبان کا وعدہ ہے۔ سمجھ رہے ہو نا۔

بھئی رکے رہنا۔ **"انی قد جئتکم خیر الدنیا والآخرہ"**۔ میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کا سارا خیر لے کر آیا ہوں۔ میرا محمدؐ سمجھ میں آگیا۔ سارا خیر لانے والا۔ اب میں کیسے عرض کروں۔ کل شب میں، مسجد خیر العمل میں کہہ رہا تھا کہ جب سارے چادر میں جمع ہوگئے تو جناب ام سلمٰی کی یہ خواہش ہوئی کہ میں بھی چادر میں چلی جاؤں۔ ٹھیک ہے نا۔ تو پیغمبر اکرمؐ سے اُم المومنین حضرت ام سلمٰی نے اجازت مانگی کہ یارسول اللہ مجھے اجازت ہے کہ میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ چادر میں آجاؤں تو کہنے لگے **"فی مکانک"** اپنی جگہ بیٹھی رہو۔ **"انک علیٰ خیر"**۔ تم خیر پر ہو فرق سمجھ میں آگیا۔ جو دین لائے وہ خیر ہو۔ جو دین پر عمل کرے وہ خیر پر ہو۔ صلوات۔

بھئی بہت توجہ "خیر" سمجھ میں آگیا۔ کیا کہا تھا سید سجادؑ نے۔

"الخیر کلہ صیانت الانسان نفسہ"۔ پورا خیر یہ ہے کہ گناہوں سے بچ جاؤ۔ **"انی قد جئتکم بخیر الدنیا الآخرہ"**۔ میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کا پورا خیر لے کر آیا ہوں۔ ادھر رسول اللہ نے خطبہ دیا کہ میں اکیلے اللہ کی

طرف سے آیا۔ خدائے واحد کی طرف سے آیا۔ مجھے رسول مانو اس میں خیرِ دنیا بھی ہے خیرِ آخرت بھی ہے۔ ہے کوئی میری مدد کرنے والا توجہ رہے۔ ہے کوئی میری مدد کرنے والا۔

پیغمبر کا خطبہ ختم ہوگیا ایک مرتبہ مسکرا کر ابو لہب نے ابو طالب کو دیکھا۔ ابولہب بھائی ہے ابو طالب کا۔ کہنے لگا کہ آپ آج سے اپنے بیٹے علیؑ کی اطاعت کریں۔ ابو لہب تھا۔ میرے رسولؐ کا دشمن تھا لیکن اتنی بات سمجھ گیا تھا کہ ذوالعشیرہ کے پہلے دن ہی سے علیؑ کی اطاعت واجب ہے۔

سمجھ رہے ہو۔ بھئی ٹھیک ہے۔ ذہانتوں پر تو کوئی کنٹرول نہیں ہے۔ وہ سمجھ گیا اس بات کو دوسرے نہ سمجھے تو نہیں سمجھے۔ سمجھ گیا جبھی تو طنز کیا کہ ابو طالب سے کہہ رہا ہے۔ آپ آج سے اپنے بیٹے علیؑ کی اطاعت کریں۔ ابو طالب نے جواب میں یہ نہیں کہا کہ میں تو بوڑھا انسان ہوں اگر میں اس وقت تک زندہ رہ گیا تو دیکھوں گا یہ نہیں کہا یعنی ابو طالب جان رہے تھے کہ اطاعت آج ہی سے واجب ہے۔ بھئی کفر کے نزدیک بھی علیؑ کی اطاعت واجب، اسلام کے نزدیک بھی علیؑ کی اطاعت واجب۔

توجہ رہے۔ کہا خاموش ہو جا۔ یہ نہیں کہا کہ میاں جب علیؑ آئیں گے اس مسند پر تو دیکھا جائے گا۔ میں تو بہت بوڑھا انسان ہوں میری زندگی کا کوئی بھروسا نہیں ہے۔ یہ نہیں کہا ابو طالب نے۔ اب سنو گے یہ جملہ میرے رسولؐ نے کہا تھا۔ **"انی قد جئتکم بخیر الدنیا والآخرہ"**۔ میں دنیا اور آخرت کا سارا خیر لے کر آیا ہوں۔ کہنے لگے احمق خاموش رہ۔ کس نے کہا؟ ابو طالب نے۔ کس سے کہا؟ ابولہب سے۔ احمق خاموش رہ میرا بھتیجا جو کہہ رہا ہے وہ خیر ہے۔ سن رہے ہو نا۔ احمق خاموش رہ۔ میرے بھتیجے نے جو بھی کہا وہ خیر ہے۔ بھتیجے نے کہا۔ خدائے واحد کی طرف سے آیا ہوں۔ توحید خیر، میں رسولؐ ہوں، رسالت خیر۔

بھئی توجہ رہے۔ ابو طالبؑ نے یہی تو کہا نا کہ میرے بھتیجے نے جو کہا وہ خیر ہے۔ رسول نے کہا میں اکیلے اللہ کی طرف سے آیا۔ ابو طالب کی نگاہ میں توحید

خیر۔ رسول نے کہا میں رسول ہوں۔ ابو طالب کی نگاہ میں نبوت خیر۔ رسول نے کہا آخرت کا خیر بھی دین میں۔ ابو طالب کے عقیدے میں آخرت خیر۔ رسول نے کہا ہے کوئی میری مدد کرنے والا۔ اسے امام بناؤں گا خلیفہ بناؤں گا ابو طالب کی نگاہوں میں امامت خیر۔ تو اب بھی ابو طالب کے اصول دین سمجھ میں نہیں آئے۔ صلوات

عالمی معاشرہ طغیان، اسلامی معاشرہ، محمدؐ کی اطاعت، خدا کی اطاعت، اب کیا میں سناؤں۔ اپنے محترم سننے والوں کو۔

اقرا باسم ربک الذی خلق ○خلق الانسان من علق○ اقرا وربک الاکرم الذی علم بلاقلم○ علم الانسان مالم یعلم○ کلا ان الانسان لیطغیٰ ○ ان راہ استغنیٰ ○ ان الی ربک الرجعی○ ارء یت الذی ینھی○ عبداً اذا صلّی○

بھئی کتنا سرکش ہے۔ کہ میرے بندے کو نماز نہیں پڑھنے دے رہا ہے۔ دیکھو میں نے آٹھویں آیت تک تلاوت کی تھی۔ اور آج سورہ اقرا کی نویں اور دسویں آیت تمہارے سامنے پیش کردی۔ پہلے کہا۔ انسان بڑا سرکش ہے۔ اور اس کے بعد ایک مثال بیان کی۔

بھئی توجہ رہے۔ "**ارء یت الذے ینھیٰ**"۔ تم نے دیکھا ایک سرکش ایسا بھی ہے۔ بھئی عجیب مرحلہ فکر ہے جہاں اپنے سننے والوں کو روک رہا ہوں اور میرے پاس وقت کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن یہ آیتیں ذہنوں میں محفوظ ہوجائیں اور "**ارئت الذی ینھیٰ عبداً اذا صلّی**" تم نے دیکھا کہ میرے عبد کو عبد کے معنی جانتے ہو نا۔ بندہ۔ میرے عبد کو نماز پڑھنے سے روک رہا ہے۔ اتنا سرکش ہے۔ ابو جہل نے ابتدائے اسلام میں جب رسولؐ نے نماز پڑھی تو اس نے کوشش کی کہ نماز تڑوادے۔ اور نماز سے روکا۔ شور مچایا، نرسنگیں پھونکیں تاکہ رسول نماز نہ پڑھ سکیں۔

بھئی عجیب مرحلہ فکر ہے۔ جہاں میں لے کر آیا۔ ایک دن رسولؐ سجدے میں

تھے۔ ابو جہل نے اونٹ کی اوجھڑی اٹھائی اور پیغمبرؐ کے اوپر ڈال دی۔ پیغمبر نے نماز تمام کی۔ گھر میں آئے کہا چچا آج ابو جہل نے ایسا کیا میرے ساتھ۔ کہنے لگے آؤ میرے ساتھ ابو جہل بیٹھا ہوا تھا۔ ابو طالب نے وہی اوجھڑی اٹھائی اور ابو جہل کے سر پر مار دی۔ خیر ہو تو ایسا ہو کہ خیر کی حفاظت بھی کرے اور خیر کا انتقام بھی لے لے۔

بس میرے دوستو! بس میرے دوستو! میرے عزیزو! ایک مرتبہ پھر سننا **"ارء یت الذی ینھیٰ عبداً اذا صلّٰی"**۔ ع ب د "عبد" کے معنی کیا ہیں؟ بندہ۔ میرا عبد نماز پڑھ رہا تھا۔ اور کیسا سر کش ہے۔ کہ یہ میرے عبد کو نماز سے روک رہا ہے۔ اچھا بھئی سوال ہے عبد کے معنی کیا ہیں؟ تو کیا روح نماز پڑھ رہی تھی؟ اچھا چلو روح نماز نہیں پڑھ رہی تھی۔ تو کیا جسم نماز پڑھ رہا تھا؟ ارے بھئی دونوں پڑھ رہے تھے۔ یعنی روح نیت کر رہی تھی جسم کام کر رہا تھا۔ عبد اسے کہتے ہیں کہ جس میں روح بھی ہو جسم بھی ہو۔

اور قرآن نے کہا۔ **"سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً"** تو معراج جسمانی ہے روحانی نہیں۔ اب اسی مرحلے پر رکوں گا۔ معراج جسمانی۔ عبد گیا ہے نا۔ عبد گیا ہے زمین سے آسمانوں میں یہ نہیں کہا کہ میں روح کو لے گیا۔ یہ نہیں کہا کہ میں نے خواب دکھلا دیا۔ عبد گیا اچھا بھئی بڑا کمال کر دیا۔ کہ رسولؐ زمین سے آسمان پر چلے گئے بہت بڑا کمال ہو گیا

میرے دوستوں میرے عزیزوں کل بھی میں کہہ رہا تھا آج بھی میں کہہ رہا ہوں کہ اب میں نے ایسے نامانوس موضوعات پر بولنا شروع کیا ہے کہ جن سے سامعین کے کان اور منبر کے تختے آشنا نہیں ہیں۔ دیکھئے میری خواہش یہ ہے کہ یہ اسلام کا پیغام، یہ قرآن کا پیغام، یہ پڑھے لکھے شہر کے پڑھے لکھے شہریوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ اچھا تو بڑا تیر مار دیا۔ زمین سے آسمان پر چلے گئے۔ بھئی جبرئیل کے لئے پہلے **"عند ذی العرش المکین"** وہ تو رہتا ہی عرش پر ہے۔ تو جبرئیل تو افضل ہو گیا نا۔ رسول اللہ ایک مرتبہ آسمانوں میں گئے تو کمال ہو گیا۔ جبرئیل تو رہتا ہی

وہاں ہے۔

تو کیا زمین سے آسمان پر چلا جانا بہت بڑا کام ہو گیا۔ ارے بھئی، مجھے معاف کر دینا۔ جبرئیل بھی سید الملائکہ ہیں۔ لیکن میں کیا کروں میرے رسولؐ کے خادم ہیں۔ میرے رسولؐ سے افضل نہیں ہیں لیکن رہتے ہیں عرش پر۔ عرش پر نہیں عرش کے نزدیک۔ "**عند ذی العرش**" وہاں رہتے ہیں تو بھئی وہ تو روز کا اٹھنے بیٹھنے والا ہے روز کا۔ ٹھیک ہے نا اور پیغمبر ایک مرتبہ چلے گئے۔ تو بڑا تیر مارا۔ زمین سے آسمان پر چلے گئے۔ بھئی آسمان پر جانا کوئی کمال نہیں ہے۔ کوئی تیر مارنا نہیں ہے۔ اس لئے کہ آسمان والوں کی خواہش رہی ہے کہ ہم زمین پر جائیں۔

قرآن چاہتا ہے کہ میں زمین پر جاؤں۔ ستارہ چاہتا ہے کہ میں زمین پر جاؤں۔ "**ھل اتیٰ** " کا سورہ چاہتا ہے کہ میں زمین پر جاؤں۔ ولایت کی آیت چاہتی ہے کہ میں زمین پر جاؤں۔ تطہیر کی آیت چاہتی ہے کہ میں زمین پر جاؤں۔ جبرئیل بے چین ہیں کہ میں زمین پر جاؤں۔ رضوان بے چین ہیں کہ میں درزی بن کے ہی سہی زمین پر جاؤں۔ تو زمین پر جانے کے لئے آسمان والے سب بے چین ہیں تو کیا رسولؐ کا آسمان پر جانا کوئی کمال تھا؟ بس میری تقریر تمام ہو گئی۔ اب اس سے زیادہ زحمت سماعت نہیں دوں گا۔

بھئی آسمان پر چلا جانا کوئی بہت بڑا تیر مار دیا۔ ادھر سے چلے آرہے ہیں آسمان والے۔ ٹھیک ہے نا۔ اور کہاں آرہے ہیں رسولؐ کے گھر میں رسولؐ کے گھرانے میں۔ ٹھیک ہے نا تو بات کل اتنی تھی۔ بھئی آسمان پر جانا کوئی کمال نہیں ہے۔ بات کل اتنی تھی کہ آدمؑ کو پیدا ہونا ہے آسمان میں۔ وہاں بنایا تھا نا آدمؑ کو۔ اچھا مٹی کہاں سے لی گئی تھی؟ زمین سے۔ تو آدمؑ کو پیدا ہونا ہے آسمان میں۔ فرشتہ آیا مٹی لے کر گیا زمین سے۔ اور زہراؑ کو پیدا ہونا ہے زمین پر۔ اور پھل ہے آسمان میں۔ تو اگر فرشتے سے بھجوا دے تو آدمؑ سے مشابہت ہو جائے۔ نہیں محمدؐ خود آ کے لے جاؤ۔

یہ ہے خیر کا گھرانہ۔ سمجھ گئے نا۔ "**انی قد جئتکم خیر الدنیا**

والآخرۃ"۔ میں دنیا اور آخرت کا خیر لے کر آیا ہوں۔ ٹھیک ہے نا اور حسینؑ نے مکّے سے چلتے ہوئے جو دو شعر پڑھے ہیں اس میں حسینؑ نے کہا کہ ذلت کی زندگی سے موت خیر ہے۔ دونوں طریقوں سے یہ مصرعہ آیا ہے حسینؑ کا۔

الموت اولیٰ من رکوب العالی۔ الموت خیر۔ من رکوب العالی۔

ذلت کی زندگی سے مرجانا خیر ہے۔

اب سن لیا نا تم نے اور میں سچ بتلا رہا ہوں کہ جب طے ہو گیا کہ جنگ ہو گی۔ تو اس وقت شہزادے نے پوچھا تھا۔ "**الیسنا علی الحق**"۔ شہزادے علی اکبرؑ نے کہا "**الیسنا علی الحق**"۔ بابا کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ تو وہاں بھی کہنے والوں نے کہا۔ شہزادے نے کہا "**الیسنا علی الخیر**" کیا ہم خیر پر نہیں ہیں۔ تو یہ گھرانہ خیر کا گھرانہ ہے۔ اب حسینؑ ہوں تو خیر ہے۔ سید سجادؑ ہوں تو خیر ہے۔ شبیہ رسولؐ علی اکبرؑ ہوں تو خیر ہے۔

آ گئی نا بات دیکھو اب تو میرے پاس وقت بھی نہیں ہے۔ کہ میں اس شہزادے کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ تمہاری خدمت میں پیش کر سکوں۔ لیکن میرے عزیزو! میرے دوستو! تاریخوں میں اور مقتل کی کتابوں نے لکھا ہے جب اکبرؑ پیدا ہوئے۔ تو شہزادی ام لیلیٰ خود بیان کرتی ہیں کہ کبھی کبھی آدھی رات کو میری آنکھ کھل جاتی تو میں دیکھتی کہ کوئی سایہ میرے اکبرؑ کے جھولے پر جھکا ہوا ہے۔ تو میں گھبرا کے کہتی کہ آنے والے تو کون ہے۔ تو ایک مرتبہ مولا جواب دیتے۔ ام لیلیٰ آہستہ بولو کہیں میرا اکبرؑ اٹھ نہ جائے۔ ام لیلیٰ تھرا کے کہتیں مولا آپ اور اس وقت؟ کہتے ہیں، میں کیا کروں اکبرؑ کی محبت مجھے سونے نہیں دیتی۔ سمجھ گئے اکبرؑ کو۔ اکبرؑ کو سمجھ گئے نا۔

۹ محرم کی شام کو حسینؑ کے اصحاب جمع ہوئے ایک مقام پر، تاریخ کیا ہے؟ ۹ محرم، وقت کیا ہے شام کا۔ دیکھئے صاحب حزن المومنین نے ان جملوں کو لکھا ہے۔ یہ جملے سن لو تمہارے کام آئیں گے۔ ایک صحابی نے دوسرے صحابی سے کہا کہ بھئی حسینؑ کے بچوں کی پیاس کی آوازیں سن رہے ہو؟

العطش، العطش کی آوازیں بلند تھیں نا۔ تو کوئی صحابی حسینؑ کا کہنے لگا کہ اگر پیاس سے ان بچوں میں سے کوئی بچہ مر جائے تو ہم قیامت کے دن فاطمہ زہراؑ کو کیا منہ دکھلائیں گے۔ کہا پھر کیا کریں؟ کہا بھائی بات یہ ہے کہ اب جو بھی ہو جائے جو بھی ہو جائے۔ چلو اور فوج یزید سے لڑ کر فرات سے پانی لے کر آئیں۔

اصحاب آئے۔ حسینؑ کی خدمت میں۔ کہا مولا ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم پانی لائیں کہا کہ وہ حملے کریں گے، وہ تیر ماریں گے کہا مولا کچھ بھی ہو۔ کہا کہ نہیں میں مناسب نہیں سمجھتا اصحاب کھڑے ہوگئے۔ کہا مولا اجازت دے دیجیے۔ اس لئے کہ اب بچوں کی العطش کی آوازیں سنی نہیں جاتیں۔ جب بہت اصرار کیا۔ حسینؑ کے ساتھیوں نے اور حسینؑ کے دوستوں نے تو ایک مرتبہ حسینؑ نے پکار کر آواز دی۔ ذرا میرے اکبرؑ کو تو لانا۔ **اجر کم علی اللّٰہ۔**

فضہ گئیں۔ اکبرؑ کو پہلے اکبرؑ کے خیمے میں ڈھونڈا۔ پھر شہزادی زینبؑ کے خیمے میں تلاش کیا۔ پھر شہزادی ام کلثوم کے خیمے میں تلاش کیا۔ ڈھونڈتیں چلیں اکبرؑ ملے ام لیلیٰ کے خیمے میں اور اس صورت میں ملے کے ماں کے سینے سے لپٹے ہوئے تھے۔ کہا شہزادے تمہیں حسینؑ بلا رہے ہیں۔ اکبرؑ باپ کی خدمت میں آئے۔

کہا بابا کیا حکم ہے۔ کہا بیٹے ان لوگوں کا اصرار ہے پانی لانے کے لئے تو بیٹے ان کے آگے چل۔ اور اگر کوئی تیر ان کی طرف آئے تو اپنے سینے پر روک لینا۔ سن رہے ہو۔ اگر کوئی تیر میرے ساتھیوں کی طرف آئے تو تو اپنے سینے پر روک لے۔ جا اکبرؑ جا بھئی سننا۔ یہ خبر ام لیلیٰ کو ملی کہ حسینؑ نے اکبرؑ سے کہہ دیا ہے کہ تم جاؤ۔ اور سارے تیر اپنے سینے پر روک لینا۔ ام لیلیٰ گھبرا کے کھڑی ہوئیں اور تیزی کے ساتھ چلیں۔ اتنی تیزی سے کہ سر سے چادر اتر گئی۔ ڈھونڈتی ہوئی عباسؑ کے خیمے میں آئیں۔

کہا عباسؑ تمہاری زندگی میں اکبرؑ جا رہا ہے۔ مولا نے اکبرؑ کو جانے کے لئے کہہ دیا۔ عباسؑ گھبرا کے اٹھے اپنی عبا اتاری شہزادی ام لیلیٰ کے سر پر ڈالی کہا بھابی آپ

مطمئن رہیں۔ میں آپ کے بیٹے پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔ دوڑتے ہوئے حسینؑ کی خدمت میں آئے۔ کہا کہ مولا جب تک عباسؑ زندہ ہے، اکبرؑ میدان میں نہیں جاسکتے۔

میرے دوستو! دیکھی تم نے عباسؑ کی محبت اکبرؑ کے ساتھ۔ ام لیلیٰ کی محبت اکبرؑ کے ساتھ۔ دیکھ لی نا اچھا تو اب کبھی ایسے بھی سنو۔ رو چکے تم اور تم تو جانتے ہو کہ میں بہت ہی کم مصائب پڑھتا ہوں میرے پاس کل چار دقیقہ رہ گئے ہیں اور انہیں میں بات کو مکمل کرنا ہے۔ رو چکے نا

اب جملہ سنو۔ ایک جملہ سنو۔ چلو مجلس تمام ہوگئی۔ مجلس ختم ہوگئی۔ جب جناب خدیجۃ الکبریٰ کا انتقال ہوا۔ تو شہزادی فاطمہ زہراؑ کی عمر تھی پانچ سال۔ انتقال سے پہلے خدیجہؑ نے فاطمہؑ کو بلایا اور کہا بیٹی جب میں مر جاؤں، جب میں گزر جاؤں اس دنیا سے اور تمہارے بابا مجھے غسل دے لیں تو اپنے بابا سے کہنا کہ مجھے کفن میں اپنی وہ عبا پہنائیں جو وہ عید کے دن پہنا کرتے ہیں۔ وہ روایت حزن المومنین کی تھی۔ یہ روایت مصائب الاخیار کی ہے۔

بس دو جملے سنو اور مجھے اجازت دے دو۔ فاطمہ زہراؑ سے خدیجۃ الکبریٰؑ نے وصیت کی۔ کہ جب میں اس دنیا سے گزر جاؤں اور تمہارے بابا مجھے غسل دے لیں تو کفن میں وہ عبا مجھے پہنائیں جو وہ عید کے دن پہنتے ہیں۔ جب غسل ہو گیا شہزادی خدیجۃ الکبریٰؑ کا تو فاطمہ زہراؑ نے کہا کہ بابا میری ماں نے یہ وصیت کی ہے کہ وہ عبا آپ کفن میں دیں جو آپ عید کے دن پہنتے ہیں۔

رسولؐ نے کہا لاؤ وہ عبا۔ اتنے میں جبرئیل آئے۔ کہا یارسولؐ اللہ، اللہ نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ خدیجہ ہمارے دین کی محسنہ تھی تو ان کا کفن ہمارے اوپر واجب ہے۔ جبرئیلؑ نے کہا یارسول اللہ یہ ہے اللہ کی طرف سے خدیجہ کا کفن۔ اور اللہ نے کہا ہے۔ اس عبا کو رکھ دیں کسی دن کام آئے گی۔ جانتے ہو وہ کس دن کام آئی جب جوان بیٹا میدان میں جانے لگا تو حسینؑ نے آواز دی بہن میرے نانا کی عبا تو لانا۔

اجر کم علی اللہ۔ اجر کم علی اللہ۔

بہن۔ میرے نانا کی عبا تو لانا۔ عبا آئی اکبرؑ کے دوش پر ڈال دی۔ اب اس سے زیادہ بیان نہیں کروں گا۔ ایسا پیارا تھا کہ جب اکبرؑ کا سر نوک نیزہ پر جاتا تھا بازاروں سے تو عورتیں جمع ہو جاتی تھیں۔ اور کہتی تھیں ہائے اس چاند سی صورت کو کس نے مار دیا۔ اس چاند سی صورت کو کس نے مار دیا۔ بس بس تم رو چکے آخری جملے کہہ رہا ہوں شام کے قریب لٹا ہوا قافلہ پہنچا۔ ایک شہر میں ساری بیبیاں سر برہنہ ہیں۔ ان کے آگے آگے نیزہ بردار ہیں۔

جملے سنو آخری جملے ہیں۔ تماشا دیکھنے والی ساری عورتیں اکبرؑ کے سر کے گرد آکر جمع ہو گئیں اچھا سن رہے ہو نا۔ ایک بوڑھی عورت آگے بڑھی۔ اور کہنے لگی کہ عورتوں میں ایک دعا مانگتی ہوں اور تم سب مل کر آمین کہنا۔ ایسا چاند سا چہرہ ایسا پیارا جوان خدا کرے کہ جب یہ قتل ہوا ہو۔ تو اس کی ماں زندہ نہ ہو۔ ام لیلیٰ نے آواز دی ارے یہ کیا دعا مانگ رہی ہے۔ آخری جملہ سنو گے۔ **اجر کم علی اللہ۔ اجر کم علی اللہ۔**

ایسا جوان جو شبیہ رسولؐ تھا۔ میرے دوستو! میرے عزیزو! تم نے گریہ کیا مجلس تمام ہو گئی ایسا جوان جو شبیہ رسولؐ تھا جب حسینؑ اس کا لاشہ لے کر خیمے میں آئے۔ تو زینبؑ لاشے پر موجود تھی۔ ام کلثوم لاشے پر موجود تھی ام فروہ اکبرؑ کے لاشے پر آگئی۔ ام لیلیٰ نہیں تھی۔ حسینؑ نے کہا فضہ جا ماں کو بلا لا۔ فضہ کہتی ہے جب میں خیمے میں داخل ہوئی تو ام لیلیٰ ہاتھ پھیلائے کھڑی تھی۔ میں نے کہا بی بی کیا دیکھ رہی ہو؟ کہا فضہ کیا بتاؤں خیمے کا دروازہ مجھے نہیں مل رہا۔

ساتویں مجلس

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲
اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝۳ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ
مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝۵ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی ۝۶ اَنْ رَّاٰهُ
اسْتَغْنٰی ۝۷ اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی ۝۸

عزیزان محترم! آپ میرے گلے کی خستگی اور سینے کی تھکن کو دیکھ رہے ہیں۔ تو اب ان حالات میں۔ ان کیفیتوں میں جو کچھ بھی عرض کرسکوں وہ آج کی حد تک بہت ہوگا۔ کل جو ناخوشگوار سانحہ امام بارگاہ علیؑ رضا کے عقب میں پیش آیا وہ اخباروں کے ذریعے آپ تک پہنچ گیا ہوگا۔ دیکھئے خدا نے بڑا کرم کیا۔ خدا کا فضل شامل حال رہا۔

ہم اقتدار اعلیٰ پر یہ واضح کردینا چاہتے ہیں کہ ہم کوئی سیاسی تنظیم نہیں ہیں۔ ہم کوئی سیاسی گروہ نہیں ہیں۔ اور ہم تو حزب مخالف بھی نہیں ہیں۔ سمجھ رہے ہو نا سمجھ رہے ہو نا اچھا یہ جملہ میں نے کیوں کہا۔ میرے جملے کا کوئی اور مطلب نہ نکالا جائے۔ ہم قوم ہیں کوئی گروہ نہیں ہیں۔ کسی سیاسی گروہ کو کچل دینا آسان ہے۔ سیاسی تنظیموں کو فنا کردینا، اور کچل دینا آسان ہے۔ لیکن ہم تو وہ ہیں جنہیں تاریخ کے بڑے بڑے فرعون بھی نہیں کچل پائے۔ صلوات۔

دنیا، اقتدار، چھوٹا وزیر، بڑا وزیر، چھوٹا گورنر، بڑا گورنر، یہ سب یاد رکھیں کہ ہم سیاسی تنظیم نہیں ہیں۔ بلکہ ہم قوم ہیں اور ایسی قوم ہیں جو شرافت آلِ محمدؐ کی امین ہے۔ اور دیکھو قومیں جذباتی فیصلے نہیں کیا کرتیں۔ تو ابھی ہم نے اپنا فیصلہ محفوظ رکھا ہے۔

جیسے عدالتیں محفوظ رکھتی ہیں۔ بس چھوٹی سی اپیل ہے۔ صوبہ کے اور ملک کے اقتدار اعلیٰ سے کہ ہمارے اگلے تین دن بڑے اہم ہیں۔ اور ان میں امن وامان کا صحیح بندوبست کروایا جائے، ایسے انتظامات کرائے جائیں کہ ہم بھی مطمئن ہو جائیں اور انتظام کرنے والے بھی مطمئن ہو جائیں۔ اب اس سے زیادہ معروضہ اپنے سننے والوں کی خدمت میں پیش نہیں کرنا۔

اب میں کیا عرض کروں وقت ختم ہو رہا ہے۔ فقط تین محدود گھنٹے آج کا گھنٹہ ملا کر۔ اور ان میں موضوع کو مکمل کر دینا ہے۔ اور عجیب بات یہ کہ حجۃ الاسلام والمسلمین سید ابوالفضل بہاؤ الدینی میرے دوست تشریف فرما ہیں۔ آیۃ اللہ سید حجت ہاشمی اس مقام پر تشریف فرما ہیں۔ اب ان دونوں کے سامنے خدا کی قسم واقعاً حاجی آغا جسارت است۔ در خدمت حاجی آغا عرض کردم کہ رو بروشما و روبرو آغا بہاؤ الدینی صحبت کردن واقعاً جسارت است۔ اگر اجازہ بدھید چیزی عرض می کنم۔

مشہد کے چند بڑے علماء میں آیت اللہ حجت ہاشمی کا شمار ہے۔ اور حضرت سید ابوالفضل بہاالدینی ولایت فقیہ کے نمائندے ہیں۔ تو اب ان کے سامنے بولنا آسان نہیں ہے۔ لیکن میں کیا کروں میری مجبوری ہے اور اس مجبوری کو میرے یہ دونوں دوست اور ایک بزرگ۔ دونوں سمجھ رہے ہیں۔

بھئی بات تھی **"اقرا باسم ربک الذی خلق"**۔ پڑھو اللہ کے نام سے جس نے خلق کیا۔ خلقت سے موضوع کا آغاز کیا۔ طنز کرتا ہے قرآن کو انسان کی سرکشی پر۔ انسان کی اکڑ پر۔ اللہ کو اعتراض کرنا ہے۔ بات شروع کر رہا ہے خلقت سے۔

"اقرا باسم ربک الذی خلق۔ خلق الانسان من علق"

انسان کو جو اکڑ رہا ہے ہم نے اسے جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ علق جما ہوا خون۔

سورہ مومنون تیئسواں سورہ قرآن مجید کا۔ بارھویں، تیرھویں اور چودھویں

آیت

وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ من سُلٰلَةٍ مِنۡ طِيۡنٍ۞ ثُمَّ جَعَلۡنٰهُ نُطۡفَةً فِيۡ قَرَارٍ مَكِيۡنٍ۞ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَةَ مُضۡغَةً۔

ان تینوں آیتوں کے ترجے آرام سے سننا۔ ہم نے انسان کو مٹی کے صلب سے نکالا۔ یعنی مٹی کے جوہر سے نکالا۔ پھر ہم نے انسان کو قرار مکین میں ایک معیّن مدت کے لئے رحم میں رکھ دیا۔ اور پھر ہم نے مٹی کو نُطفہ بنایا تھا۔ پھر ہم نے اس نُطفہ کو جما ہوا خون بنادیا۔ پھر ہم نے اس خون کو گوشت کا لو تھڑا بنادیا۔ پھر ہم نے اس گوشت کے لو تھڑے میں ہڈیاں اگائیں۔ پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔ اور چڑھانے کے بعد روح پھونکی۔ تو اتنی نجاست سے اتنا طاہر بنایا۔ پھر بھی اکڑے جارہے ہو۔

پہنچ رہی ہے بات۔ بھئی دیکھو آج میں بہت خستہ ہوں لیکن جو باتیں کہہ رہا ہوں وہ میرے سننے والوں تک پہنچ جائیں اور اس کے بعد کیا کہا۔ **"کلا ان الانسان لیطغی"**۔ عجیب ہے انسان جمے ہوئے خون سے بنایا۔ ذلیل ترین شے سے بنایا۔ گوشت کا لو تھڑا تھا۔ تو ہڈیاں ہم نے اگائیں، گوشت ہم نے چڑھایا کھال ہم نے بنائی۔ روح ہم نے پھونکی۔ اور تو ہم ہی سے اکڑ رہا ہے۔ پیدائش دلیل محکومیت ہے۔

بھئی کچھ کہنا چاہ رہا ہوں بھئی میں بھی کسی گھر میں پیدا ہوا ہوں۔ اپنے باپ کا محکوم ہوں۔ میرا باپ میرا حاکم ہے۔ ٹھیک۔ اچھا میرے گھر میں بھی کوئی پیدا ہوا ہے۔ میں اس کا حاکم ہوں۔ وہ میرا محکوم ہے۔ تم اپنے گھر میں پیدا ہوئے ہو۔ تمہارا باپ تمہارا حاکم ہے۔ تم محکوم ہو۔

بھئی توجہ رہے۔ پیدائش علامت ہے محکومیت کی۔ پیدائش، پیدا ہونا۔ بھئی دیکھو ایک ہے حاکم۔ ایک ہے محکوم۔ اب حاکم جو حُکم کرے محکوم کا کام ہے حُکم ماننے۔ تو خلقت سے تذکرہ اس لئے شروع کیا کہ پیدائش محکومیت کی علامت ہے۔ میں اپنے گھر میں پیدا ہوا۔ نہیں اپنے گھر میں پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ اپنے باپ کے گھر میں پیدا ہوا۔ تو میں محکوم، باپ حاکم۔ تم اپنے باپ کے گھر میں پیدا ہوئے تم محکوم، باپ حاکم۔ بھئی یہی ہے

سبب۔ کہ میرے نبیؐ کو پیدا کرنے سے پہلے باپ کو اٹھا لیا تاکہ نبی کسی کا محکوم نہ بننے پائے۔ صلوات۔

تو نبیؐ کو نبیؐ کے باپ کا محکوم نہیں بنانا تھا۔ اس لئے باپ کو پہلے ہٹا لیا۔ اور جس کے باپ کو نہیں ہٹایا۔ اسے باپ کے گھر میں نہیں پیدا کیا اپنے گھر میں پیدا کیا۔ صلوات۔

بھئی ہے تو یہی۔ اچھا اب تو عجیب کمال ہو گیا کہ پیدائش ہو رہی ہے ہر گھر میں لیکن ان بچوں کی اہمیت نہیں ہوتی جو عام گھروں میں پیدا ہو جائیں۔ بادشاہ کا بچہ کیا بادشاہت کرنے کے لئے دنیا میں آیا ہے؟ بھئی جاہل ہے، کمزور ہے۔ ناتواں ہے اور عالم کا بچہ؟

آیت اللہ حضرت حجت ہاشمی کیا ان کا بچہ جب پیدا ہوا تو عالم تھا ان کی طرح؟ آقا چند تا پسر دارد حاجی آغا بہاؤالدینی چند تا پسر دارد ان شاءاللہ خدا آپ کو شہزادہ علی اکبر اور شہزادہ قاسم کے طفیل میں اولاد نرینہ عطا کرے گا۔ حاجی آغا چند تا پسر داری معلوم نیست چار ماشاء اللہ۔ اچھا بھئی اب دیکھو آیت اللہ سید حجت ہاشمی مدظلہ العالی تشریف فرما ہیں چار بیٹے ہیں ماشاء اللہ اچھا بھئی خود تو بہت بڑے آیت اللہ ہیں

سننا بھئی سننا۔ خود تو بہت بڑے آیت اللہ ہیں اچھا بھائی ان کا بچہ دو سال کا ہے۔ بھئی آیت اللہ کا بیٹا ہے۔ اصطلاح ہے ایران میں آیت اللہ کا شہزادہ جاہل ہے مگر احترام ہو رہا ہے۔ کیوں اس لئے بڑے گھر میں پیدا ہو گیا۔

بھئی ہے تو ایسا ہی بڑے گھر میں پیدا ہو گیا۔ جاہل ہے، مگر احترام ہو رہا ہے۔ کیوں احترام ہو رہا ہے اس لئے کہ بڑے گھر میں پیدا ہو گیا۔ اچھا بادشاہ یا وزیر اعظم کا بیٹا۔ ناتواں ہے، کمزور ہے، جاہل ہے، احمق ہے۔ کچھ کہہ دو لیکن اس کے نام پر گھر کا نام رکھ دیا جائے گا۔ کیوں؟ اس لئے کہ بڑے گھر میں پیدا ہوا۔ تو بڑے گھر کے بچے کا احترام ضروری ہے۔ بعد میں جیسا نکلے۔

جو بڑے گھر میں پیدا ہو جائے اس کا احترام ضروری ہے۔ اور تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھ رہا ہوں۔ دنیا کا سب سے بڑا گھر کون سا ہے؟ دو رائے نہیں ہیں۔ کعبہ ہے۔ تو اب اس میں پیدا ہونے والے بچے کے لئے خطرہ کیا ہے۔ ٹھیک ہے نا۔ لیکن کردار کا اعتدال دیکھو۔ طاقت ایسی کہ دیوار توڑ دی اور اطاعت ایسی کہ پیدا ہوتے ہی سجدے میں گیا۔

بات پہنچ گئی۔ یہ ہے خلقت **"اقرا باسم ربک الذی خلق۔ خلق الانسان من علق۔"** ہم نے جمے ہوئے خون سے انسان کو پیدا کیا۔ کیا کمال کی بات ہے۔

"اقرا وربک الاکرم"۔ پڑھو حبیب پڑھو تمہارا رب بہت کریم ہے۔

"الذی علم بالقلم" جس نے قلم سے لکھنا سکھلایا۔ یعنی پہلی وحی میں پڑھنے کا بھی تذکرہ۔ پہلی وحی میں لکھنے کا بھی تذکرہ۔ پہلی وحی میں پڑھنے کا بھی تذکرہ ہے پہلی وحی میں قلم کا بھی تذکرہ ہے۔اور عجیب ہیں مسلمان کہتے ہیں کہ رسولؐ نہ پڑھنا جانتا تھا نہ لکھنا جانتا تھا۔

"اقراء وربک الاکرم"۔ پڑھو تمہارا رب بہت کریم ہے۔

"الذی علم بالقلم" جس نے قلم سے لکھنا سکھلایا۔ بھئی کیا عجیب مرحلہ فکر ہے۔ اور اب میرے پاس گھنٹے زیادہ نہیں رہ گئے ہیں۔

تو اب میں مجبور ہوں کہ بہت تیزی کے ساتھ ان مرحلوں سے گزرتا چلا جاؤں۔ علم! زبان سے بھی دیا جاتا ہے۔ علم! تحریر سے بھی دیا جاتا ہے۔ یعنی زبان بھی قلم دیتی ہے۔ کل میں زبان کا تذکرہ کر رہا تھا۔ زبان بھی علم دیتی ہے اور علم بھی علم دیتا ہے۔ لیکن زبان کا دیا ہوا علم ہوا میں تحلیل ہو جاتا ہے۔ قلم کا دیا ہوا علم ہمیشہ کاغذ کے اوپر باقی رہتا ہے۔

اسی لئے کیا کمال کی بات ہے۔ سورہ علق نے کہا۔ **"الذی علم بالقلم"** ہم نے تمہیں قلم سے لکھنا سکھلایا، اور سورہ رحمٰن نے کہا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلرَّحْمٰنُ۝عَلَّمَ الْقُرْآنَ۝خَلَقَ الْاِنْسَانَ۝عَلَّمَہُ الْبَیَانَ ہم نے تمہیں بولنا بھی سکھلا دیا۔ ہم نے تمہیں لکھنا بھی سکھلا دیا۔ دیکھو قلم کا رول اور قلم کا کردار۔ تاریخ انسانیت میں سمجھ لو پھر میں آگے جاؤں گا۔ اس لئے کہ بہت زیادہ وقت نہیں لوں گا لیکن میں چاہ رہا ہوں کہ قلم کا کردار تمہاری سمجھ میں آجائے۔ تاکہ اگلی دو تقریروں میں موضوع تلخیص پا جائے۔

"اقرا وربک الاکرم۔ الذی علم بالقلم"۔ جانتے ہو تمہارے پاس پوری انسانیت کی، پچھلی آدم سے لے کر اب تک جو بھی تاریخ ہے۔ جو بھی تہذیب ہے۔ وہ پہنچی کیسے؟ قلم کے ذریعے۔ اور تم جو مستقبل کے منصوبے بنا رہے ہو انہیں محفوظ کیسے رکھ رہے ہو قلم کے ذریعے۔ یہ ہے قلم کی اہمیت۔

بھئی رکے رہنا اس لئے کہ اس مرحلے پر اگر بات ذرا سی چوک گئی۔ تو پھر رہ جائے گی۔ قلم کی اہمیت سمجھ میں آگئی کہ ماضی میں اگر تاریخیں نہیں لکھی گئی ہوتیں، ماضی کے اگر پرانے کھنڈروں سے وہ نوشتے برآمد نہ ہوتے تو آج تمہارے پاس ماضی کی تاریخ نہ ہوتی۔

اور تم جو ٹیکنالوجی کے ماہر بنتے چلے جا رہے ہو اور آج یہ دعویٰ کر رہے ہو کہ ہم نے انسانی معاشرے کو انتہا پر پہنچا دیا۔ میرے دوست جانتے ہیں وہ لوگ جو یورپ امریکا جاتے آتے رہتے ہیں۔ اب ایک ایشو (Issue) ہے 'اینڈ آف دی سوسائٹی' (End of the Society)۔ معاشرہ جہاں تک پہنچ سکتا تھا پہنچ گیا۔ اب اس سے آگے ترقی نہیں کرے گا۔

تو بھئی کیسے ترقی کی؟ قلم کے ذریعے اتنا اہم ہے قلم۔ کہ سارا ماضی قلم کے ذریعے محفوظ۔ مستقبل کی نسلوں کو جو پیغام دو گے وہ بھی قلم کے ذریعے۔ اور اتنا اہم ہے کہ میرے رسولؐ نے وہ بے نیاز رسولؐ۔ میرا رسولؐ جانتے ہو کتنا بے نیاز تھا۔

بھئی عجیب بات ہے کہ دولت آفر کی، ٹھکرا دی۔ عہدہ دیا مشرکوں نے ٹھکرا دیا۔ کہا "دنیا کی حسین ترین عورت سے شادی کرلو۔" ٹھکرا دیا۔ ٹھکرا دیا میرے نبیؐ

نے۔ بھئی کمال ہے۔ کہا کہ "بادشاہ بن جاؤ عرب کے۔" ٹھوکر مار دی۔ نہیں چاہئے۔

نبیؐ نے جواب میں کیا فرمایا؟ وہ سناؤں گا ابھی لیکن کمال کا جملہ فرمایا ہے میرے نبیؐ نے۔ کہا بھئی "بادشاہ بن جاؤ"۔ لیکن یہ "یہ **لا اله الا اللّٰه** کہنا چھوڑ دو"۔ "بادشاہ بن جاؤ"۔ ٹھیک۔ لیکن میرے نبیؐ نے ٹھوکر مار دی۔

اچھا کہا بھئی بادشاہ نہیں بنتے۔ "دنیا کی جتنی دولت کہو تو لا کے تمہارے پاس ڈھیر لگا دیں"۔ فرمایا کہ نہیں۔ کہا اچھا "دنیا کی خوبصورت ترین عورت سے تمہاری شادی کرادیں۔" جب یہ پیغام ابو طالب کے ذریعے مُشرکین مکہ نے میرے نبی کو بھجوایا تو میرے نبی نے ایک جملہ فرمایا۔ **"ان وضعت الشمس فی یمنی والقمر فی یسار"** یہ باتیں کیا کہہ رہے ہیں۔ اگر یہ میرے داہنے ہاتھ میں سورج لا کر رکھ دیں۔ اور بائیں ہاتھ میں چاند لا کر رکھ دیں۔

بھئی دیکھنا کیا کمال کا جملہ ہے اگر یہ لوگ عورت کی بات کر رہے ہیں یہ دولت کی بات کر رہے ہیں یہ بادشاہت کی بات کر رہے ہیں اگر میرے ایک ہاتھ پر سورج رکھ دیں۔ اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ دیں جب بھی میں اللہ کی توحید کے اعلان سے باز نہیں آؤں گا۔ نبیؐ اتنا بڑا خدا پرست کہ فرماتا ہے کہ ہاتھ پر سورج رکھ دو۔ لا الہ الا اللہ کہنے سے باز نہیں آؤں گا۔ ہاتھ پر چاند رکھ دو۔ لا الہ الا اللہ سے باز نہیں آؤں گا۔ سورج سیدھے ہاتھ پر لا کر رکھ دو تو میں اعلان توحید سے باز نہیں آؤں گا۔

اب اللہ نے اپنے حبیب کے ناز کو برقرار رکھا۔ فرمایا حبیب تو نے کہا ہے کہ میرے ہاتھ پر سورج رکھ دے، میرے ہاتھ پر چاند رکھ دے۔ اعلان توحید سے باز نہیں آؤں گا۔ تو سہی کہ تیرے ایک ہاتھ سے سورج پلٹا دوں اور دوسرے سے چاند تڑوا دوں۔ صلوات۔

بات پہنچ رہی ہے میرے محترم سننے والوں تک۔ اچھا یہ تو تھی دنیا کی آفر۔ اب سنو گے ہماری روایت۔ ہماری روایت سے مراد مسلمانوں کے ذخیرہ احادیث میں جو روایت ہیں نا ان کو میں کہہ رہا ہوں ہماری۔ میں فرق نہیں کرتا مسلکوں میں۔ اور میں

فرق نہیں کیا کرتا محدثوں میں۔

اس لئے کہ ہمارے ائمہ نے تعصب رکھنا نہیں سکھلایا۔ ہم کو جہاں سے علوم قرآن مل جائیں۔ جہاں سے علوم محمدؐ مل جائیں انہیں اپنے سر آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک ہر محدث بڑا قابل احترام ہے۔ اس لئے کہ اس نے پیغمبر کے واقعات کو اور پیغمبر کے جملوں کو اور پیغمبر کے ارشادات کو ہم تک منتقل کیا۔

تو حدیث ہے متفقہ کہ جبرئیلؑ آئے۔ یا رسول اللہ! اللہ نے فرمایا ہے کہ سارے سماوات والارض کی کنجیاں۔ کیا عجیب و غریب آفر ہے یارسول اللہ۔ اللہ نے آپ کو سلام کیا ہے۔ اور بعد از تحفہ درود و سلام یہ کہتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ آج سارے آسمانوں کی اور ساری زمین کی کنجیاں آپ کے حوالے کر دی جائیں۔

تو ایک مرتبہ سر اٹھایا اور کہا جبرئیل اچھا، اگر میں پورے آسمان زمین کو اپنے کنٹرول میں لے لوں۔ تو انجام؟ کہا۔ انجام تو یہاں صرف موت ہی ہے۔ کہا پھر لے جاؤ اپنی کنجیوں کو۔ یہ ہے رسولؐ۔ بھئی مانگنا تو بہت بڑی بات ہے۔ جو دیا جارہا تھا اسے لینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ رسولؐ مانگا نہیں کرتا۔ مانگنا تو بہت بڑی بات ہے جو دیا جارہا ہے اسے لینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ ایسا رسولؐ اگر کچھ مانگ لے تو کتنا اہم ہے۔ توجو زندگی میں کچھ نہ مانگے وہ مرتے وقت قلم مانگ رہا ہے۔ قلم۔

بھئی سن رہے ہو نا۔ جو زندگی میں کچھ نہ مانگے۔ دیکھو وہ جو آج تک رسمیں ہیں کہ پھانسی کے مجرم سے بھی آخری وقت میں پوچھا جاتا ہے تیری آخری خواہش کیا ہے۔ مجرم ہو اس کی بھی آخری خواہش کا احترام کیا جاتا ہے۔ یہ تو نبیؐ کی آخری خواہش ہے۔ سمجھ رہے ہو بات کو۔ تو قلم اتنی اہم شے۔ اسی لئے قرآن میں ایک مکمل سورہ سورہ قلم کے نام سے موجود ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ نون کی قسم، قلم کی قسم جو لوگ مستقبل میں لکھیں گے۔ اس

کی قسم حبیب تیرے پاس تیرے رب کی نعمت آگئی۔ تو مجنون نہیں ہے۔ قلم کی قسم تو مجنون نہیں ہے۔ قلم کی قسم۔ تو مجنون نہیں ہے۔

بھئی عجیب جملہ ہے قلم کی قسم تو مجنون نہیں ہے۔ بھئی مطلب کیا ہوا۔ بھئی تو تو صاحب نعمت ہے۔ اگر تو قلم مانگ لے تو یہ جنون کے اثر میں نہیں ہے۔ مطلب کیا ہوا؟ تو تو صاحب نعمت ہے۔ اگر تو قلم مانگ لے تو یہ جنون کے اثر میں نہیں ہے نعمت کے اثر میں ہے۔ سمجھ رہے ہو بات کو۔

کہا بھئی قلم لاؤ۔ **اکتب لکم کتاباo لن تضلوا بعدی۔** بھئی سنا میرے سامنے بہت پڑھا لکھا مجمع ہے۔ اب قلم کیوں نہیں دیا گیا؟ کیا ہوا؟ یہ میرا موضوع نہیں ہے۔ اور میں اختلافی مسائل کو بیان نہیں کیا کرتا۔ میرا یہ اصول نہیں ہے۔ میں تو اتحاد کے لئے آتا ہوں نا۔ میرا کام افتراق کرنا تو نہیں ہے۔ افتراق تو دوسرے لوگ کیا کرتے ہیں۔

بھئی یہ تو مجلس حسینؑ ہے۔ یہ فرش عزا تو ہر ایک کے لئے بچھا ہوا ہے۔ اس میں مسلمان کی قید نہیں ہے۔ جس دین پر ہو آجائے۔ یہ تو دربار کھلا ہوا ہے حسین ابن علیؑ کا۔ تو بھئی میں تو کوئی اختلافی بات کرنا ہی نہیں چاہتا۔ لیکن ایک بات سمجھانا چاہتا ہوں اور کچھ نہیں معلوم۔ کہ اگر قلم دے دیا جاتا تو رسولؐ کیا لکھتے نہیں معلوم نا۔ تو ہے کوئی مائی کا لعل اولیاء اللہ میں سے بڑے بڑے ولی گزر گئے ہیں اور ابھی ہوں گے۔ گلیوں میں کہیں مولانا بیٹھے ہوئے ہیں۔ کہیں مزارات پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

اب بھی ولی ہوں گے نا۔ اچھا تو ان سے جا کے پوچھو کہ بھئی اگر دے دیا جاتا تو کیا لکھتے۔ سب چپ۔ سب چپ ہیں کہ کیا لکھتے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ کیا لکھتے۔ قسم کھا کر کہہ رہا ہوں۔ منبر کی قسم کھا کر کہہ رہا ہوں میں جانتا ہوں کہ کیا لکھتے۔ اور ابھی میں تمہارے سامنے دلیل پیش کروں گا۔ تو تم اسے تسلیم کرو گے۔

کہنے لگے **ایتونی بدوات و قرطاس،** لاؤ کاغذ لاؤ۔ قلم لاؤ۔ **اکتب لکم الکتاب** میں تمہارے لئے۔ ایک نوشتہ لکھوں گا۔ **لن تضلوا بعدی۔** اس

نوشتہ کے بعد ہرگز ہرگز قیامت تک تم گمراہ نہیں ہو گے۔ اب میں کیا ان بزرگوں کے سامنے بتلاؤں۔ کہ لا بھی نفی ہے۔ لم بھی نفی ہے۔ **امّا ان لن کی هست نفی تالی** کہہ دو۔ حاجی آغا منتقل کردم اگرلن نفی تابید نیست۔ دیکھو "لا" نفی ہے۔ ہے نا۔ لیکن لن بڑی نفی ہے۔ قیامت تک کی نفی ہے۔

بھئی توجہ رہے۔ کچھ کہنا چاہ رہا ہوں۔ "لا" یہ اس وقت کی نفی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بعد میں کچھ ہو جائے۔ سمجھ رہے ہو نا بات کو۔ لیکن جب حکم میں "لن" آجائے تو ہمیشہ کے لئے حکم ہو گیا۔ بھئی اسی لئے قرآن نے کہا۔ جب موسیٰؑ نے قوم کا مطالبہ رکھا۔ کہ پروردگار اپنے کو دکھلا دے۔ تو جواب آیا۔ "لن ترانی"۔ "لا ترانی" نہیں۔ "لن ترانی"۔ یعنی قیامت تک نہیں دیکھ سکتے۔ نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ بھئی سننا، "لن ترانی"۔ نفی رویئت ابدی۔ اچھا جب نفی رویئت ابدی ہو گئی نا۔

بھئی سننا، اب میں جارہا ہوں رسولؐ کے جملے کی طرف۔ جس کی میں مثال دے رہا تھا **"لن تضلوا بعدی"** سمجھ گئے۔ کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ بعدی۔ میرے بعد۔ کمال ہو گیا۔ وہ بڑے بڑے لوگ وہ رسالت کی آنکھیں دیکھے ہوئے لوگ۔ میرا نبیؐ کیا کہہ رہا ہے کہ کچھ لکھ دوں۔ تم گمراہ نہیں ہو گے۔ یعنی خطرہ ہے کہ میرے بعد ہو جائے۔ بھئی پہنچ گئے۔ پہنچ گئے نا۔ دیکھو میں نے بہت بڑا دعویٰ کر دیا نا۔ کہ دنیا کا ولی اللہ نہیں بتلا سکتا۔ کہ رسولؐ کیا لکھنا چاہتے تھے۔ تو اگر میں ثابت نہ کروں۔ تو میری بات کو مت ماننا۔

سمجھ رہے ہو؟ تو رسولؐ نے کیا کہا۔ کاغذ لاؤ ایسی چیز لکھ دوں **"لن تضلوا بعدی"**۔ یہ تینوں لفظ ذہن میں رہیں۔ **"لن تضلوا بعدی"** اگر وہ کاغذ لکھ دوں گا تو تم میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ اب یہ **"لن تضلوا بعدی"** جہاں آجائے۔ وہی مراد رسولؐ ہے۔ رسولؐ کہنے لگے۔

انی تارکم فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ وعترتی اهل بیتی ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی۔ پہنچ گئی بات اب دونوں جملے رسولؐ کی

زبان سے نکلے ہیں نا۔ تم میں دو ہی چیزیں چھوڑ کے جارہا ہوں۔ اللہ کی کتاب، اپنی اولاد اور اپنی عترت **"ما ان تمسکتم بھما"** جب تک ان کے ساتھ متمسک رہو گے۔ ان دونوں کے دامن کو تھامے رہو گے۔ **"لن تضلوا بعدی۔"**

تقریر اب اس مرحلے سے آگے بڑھ رہی ہے۔ قلم رسولؐ نے مانگا۔ بھئی دو ہی تو چیزیں رسول نے مانگیں اور وہ دونوں میں بیان کر چکا۔ زندگی میں رسولؐ نے قلم مانگا۔ آخری وقت میں اجر رسالت مانگا۔ مدینہ آنے کے بعد۔ تم تو بہت پڑھے لکھے ہو نا۔ دو ہی مانگے ہیں دو ہی مطالبے ہیں میرے رسولؐ کے۔ ایک یہ کہ میری رسالت کی اجرت دے دو۔ دوسرا مطالبہ یہ کہ مجھے قلم دے دو۔ اور دونوں کے لئے ہے **"لن تضلوا بعدی"۔**

دیکھو۔ بہت دقیق مرحلہ فکر تھا۔ اور میں نے بڑا آسان کیا۔ تو یہ اہمیت ہے قلم کی۔ اور اب تاریخ اسلام ذرا آگے بڑھی۔ سنتے جانا۔ خدا کی قسم بڑے عجیب مرحلے پہ لانا چاہ رہا ہوں میں۔ اور اب میرے پاس دامن وقت میں گنجائش نہیں ہے۔ میرے پاس چودہ دقیقے رہ گئے ہیں اور ان ہی چودہ دقیقوں میں بات کو مکمل کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن سننا کہ میں کہنا کیا چاہ رہا ہوں۔

قلم کا بڑا کردار بہت بڑا کردار لیکن سننے کے لئے پوری توجہات کو میرے سامنے رکھنا۔ میرے نبیؐ نے ہر سال آٹھ جنگیں لڑی ہیں۔ مذاق نہیں ہے۔ خدا کی قسم یہ مذاق نہیں ہے۔ ہر سال آٹھ جنگیں۔ یہاں تو ایک ہلکی سی جنگی جھڑپ کے تجربے پر معیشت بیٹھ جاتی ہے۔ اچھا جنگیں کب شروع ہوئیں؟ مکہ میں کوئی جنگ نہیں تھی۔ جب ہجرت فرمائی مدینہ تشریف لے گئے۔ اب جنگوں کا آغاز ہوا۔ بدر، احد، خندق، خیبر چلی ہیں نا جنگیں۔ تو ہر سال کتنی جنگیں؟ آٹھ جنگیں۔

یعنی کمال ہو گیا۔ قران پہنچانا ہے نبیؐ کو۔ شریعت پہنچانا ہے نبیؐ کو۔ جو وفود آرہے ہیں ان سے بھی بات کرنی ہے میرے نبیؐ کو۔ ازدواج مطہرات کو بھی وقت دینا ہے میرے نبیؐ کو۔ جو دوست ہیں ان کے مسائل کو بھی حل کرنا ہے میرے نبی

کو۔ دیکھ رہے ہو میرا نبیؐ کتنا مشغول ہے۔ حد یہ ہے کہ گھر میں جو بکریاں پلی ہوئی ہیں ان کے دودھ کو دُوھنا ہے میرے نبیؐ کو۔

کمال ہو گیا خدا کی قسم وہ جو جھگڑے ہو رہے ہیں قوموں کے ان جھگڑوں میں فیصلہ کرنا ہے میرے نبیؐ کو۔ وہ جو آپس کے خاندانی جھگڑے ہیں ان کو نمٹانا ہے میرے نبی کو۔ اور ایسے میں ہر سال آٹھ جنگوں کا انتظام کرنا ہے۔ اگر میرے نبیؐ کی سیرت کو دیکھو تو حقیقت کیا ہے رجعت شمس کی۔ اور حقیقت کیا ہے شق القمر کی۔

سمجھو نا میرے نبیؐ کو۔ اتنا مشغول نبیؐ اور اسے کتنی جنگیں لڑنی ہیں ہر سال۔ آٹھ جنگیں۔ ٹھیک بھئی توجہ رکھنا۔ تو دس سال کے عرصے میں کتنی ہو گئیں۔ ۸۰ مورخین نے تعداد لکھی ۸۲ جنگیں لڑیں۔ غزوات اور سرایہ ملا کر۔ تو اب آرام سے سننا میرے پاس بالکل وقت نہیں ہے۔ اور میں بہت تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہوں۔

۲ ہجری میں بدر، ۳ ہجری میں احد، ۵ ہجری میں خندق، ۶ ہجری میں صلح حدیبیہ، ۷ ہجری میں خیبر، ۸ ہجری میں فتح مکہ، ۸ ہجری میں حنین، ۹ ہجری میں سورہ برأت بھیجی۔ ۱۰ ہجری میں میرے نبی کا آخری حج اور غدیر خم کا واقعہ۔ دیکھ لیا آپ نے اس پوری ترتیب کو کس تلخیص کے ساتھ بیان کیا۔

بھئی عجیب بات یہ ہے کہ جب میرا نبیؐ چلا ہے حج کرنے کے لئے اس سال مُشرکوں نے حج نہیں کرنے دیا۔ حدیبیہ کے میدان میں آکر میرے نبیؐ کو روک لیا۔ اور روکنے کے بعد کہنے لگے کہ ہم تمہیں حج نہیں کرنے دیں گے۔ اچھا میرے نبیؐ کے ساتھ کتنے آدمی ہیں۔ چودہ سو۔ تو بس میں بات کو تمام کر رہا ہوں۔ میرے پاس وقت نہیں رہا۔ ۱۴۰۰ آدمی ہیں میرا نبیؐ رک گیا اور مُشرکوں سے صلح ہوئی۔ بھئی توجہ رہے۔

کتنے آدمی نبیؐ لے کر گئے تھے؟! ابھی میں نے بتلایا ہے ۱۴۰۰ ٹھیک ہے نا بھئی بہت توجہ رہے۔ ۱۴۰۰ آدمی لے کر گئے ہیں بھئی تھے ہی اتنے۔ کل تھے ہی اتنے۔

اچھاتو مُشرکوں نے کہا کہ نہیں تمہیں ہم حج نہیں کرنے دیں گے۔ کہا اچھا پھر مصالحت ہو جائے۔ تو مصالحت کے لئے ادھر سے مشرکین کا نمائندہ بیٹھا۔ ادھر سامنے پیغمبر بیٹھے۔ اور علیؑ کو بازو میں بٹھا لیا۔ اور کہنے لگے کہ معاہدے کی شرط کیا ہے۔ مشرک بول رہا ہے۔ شرط منوار ہا ہے۔

بھئی بہت توجہ رہے۔ سنو محمدؐ اگر تمہارا کوئی آدمی ہمارے پاس بھاگ کے آجائے گا تو ہم واپس نہیں کریں گے۔ لیکن اگر ہمارا کوئی آدمی بھاگ کر چلا جائے تو تم واپس کرو گے۔ رسولؐ نے کہا تسلیم۔ بھئی یہی تو وہ ایجنڈا تھا۔

بہت سے جوشیلے مسلمان شک میں مبتلا ہو گئے۔ کہ رسولؐ نے دب کر صلح کرلی۔ رسولؐ نے کہا تسلیم۔ اس لئے کہ تمہارا جو آدمی ہمارے پاس آئے گا وہ ہمارے پیغام کو لے کر تم تک جائے گا۔ اور ہمارا آدمی جسے گرفتار کرو گے وہ اسیر بن کر نہیں رہے گا مبلغ بن کے رہے گا۔

تو اب ۔ معاہدہ لکھا جارہا ہے۔ بھئی سننا۔ رسولؐ نے کہا یہ لکھو معاہدہ۔ اب رسولؐ ڈکٹیٹ (Dictate) کرارہے ہیں۔ بھئی یہیں تو بات کو روکنا ہے۔ **"الذی علم بالقلم"** علیؑ لکھو!۔ یا رسول اللہ کیا لکھوں؟۔ لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لکھ دیا۔ مُشرکوں کا نمائندہ کہنے لگا۔ کہ میاں یہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کیا ہے۔ کہا پھر؟ **"باسمک اللّٰھم"** لکھو پروردگار تیرے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اچھا یہ بھی حق ہے وہ بھی حق اس میں کوئی خرابی تو نہیں ہے۔

رسولؐ نے کہا علیؑ سے آگے لکھو **"ھذا صلح به محمدؐ رسول اللّٰہ"**۔ یہ صلح نامہ ہے جو محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے لکھا جارہا ہے۔ پھر اڑ گیا شرک کا نمائندہ۔ کہ بھئی یہ رسولؐ اللہ کہاں سے آگیا۔ مشرک کہہ رہا ہے کہ اگر ہم رسول کو مانتے تو آپ سے جھگڑا کیوں کرتے۔ مشرک ہے مگر اتنا سمجھتا ہے۔ کہ رسول سے جھگڑا نہیں کیا جاتا۔

وقت ختم ہو گیا۔ کہا کہ بھئی جھگڑا لفظ "رسول اللہ" پہ ہے۔ بھئی بہت توجہ

رہے بڑا پڑھا لکھا مجمع میرے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ اور علماء کرام تشریف فرما ہیں **"هذا ما صلح به محمد رسول اللّٰه"** اس نے کہا رسولؐ اللہ کاٹو۔ رسولؐ نے کہا یا علیؑ کاٹ دو۔ اٹھے اور کاغذ اور قلم رسولؐ کی گود میں رکھ دیا۔ کہ "یا رسول اللہ"۔ "رسول اللہ" کا لفظ آپ خود کاٹیں۔

اچھا اب مجھے بتاؤ میرے دوستو! جہاں جہاں بھی سن رہے ہو۔ رسولؐ نے کاٹا تھا نا۔ رسولؐ اللہ کا لفظ کاٹ دیا تھا وہاں کیا لکھا تھا۔ محمد ابن عبداللہ یہی تھا نا۔ بھئی عبداللہ کے بیٹے نہیں ہیں رسولؐ؟ ہے نا! تو یہ بھی حق تھا۔ وہ بھی حق تھا۔ بھئی ٹھیک ہے نا! ایک حق کو کاٹ کے علیؑ دوسرا حق لکھ دو۔ کہا کہ میں رسول اللہ کا لفظ میں نہیں کاٹوں گا۔ اس لئے کہ میں "ذوالعشیرہ" میں رسولؐ کی حفاظت کا وعدہ کرکے آیا ہوں۔ رسالت کاٹنے کا وعدہ کرکے نہیں آیا۔ پہنچ گئی بات۔

بھئی توجہ رہے۔ بھئی بہت توجہ رہے۔ اس لئے کہ اب تو دامن وقت میں بالکل گنجائش نہیں رہی۔ بدر میں علیؑ کے ہاتھ میں علم ہے۔ ٹھیک ہے نا۔ خندق میں علیؑ کے ہاتھ میں علم ہے۔ خیبر میں علیؑ کے ہاتھ میں علم ہے۔ حدیبیہ میں علیؑ کے ہاتھ میں قلم ہے۔ صلوات۔ (اچھا بھئی وہ بہت دور سے ایک صلوٰۃ کی آواز آئی)۔ اور لوگوں نے اتنی بددلی سے اس کا جواب دیا۔ بھئی میں تو درود کی فضیلت بیان کر رہا تھا کہ یہ درود ہی ہے جو تمہیں بچائے ہوئے ہے۔ نعرہ حیدری تمہارے جذبے کی آواز ہے درود تمہارے محمدؐ کا حکم ہے۔ درود تمہارے اللہ کی خواہش ہے۔

لیکن میں کیا کروں ۷ ہجری میں خیبر ہے جس کے ہاتھ میں خیبر کا علم تھا، ۶ ہجری میں اسی کے ہاتھ میں قلم ہے۔ اب تم سوچ رہے ہوگے نا کہ میں کہنا کیا چاہ رہا ہوں۔ تو میں تو کہنا یہی چاہ رہا ہوں کہ بھئی اسلام کا فاتح ایک ہی ہے۔ چاہے قلم سے فتح کرے چاہے علم سے فتح کرے۔ بات کو مکمل کرنے جا رہا ہوں۔ بات مکمل ہو رہی ہے۔ لیکن توجہات مبذول رہیں۔ تلوار سے ذوالفقار سے ساری جنگیں علیؑ نے فتح کیں اور حدیبیہ کا صلح کا میدان جنگ وہ بھی علیؑ نے فتح کیا لیکن قلم سے ٹھیک

ہے نا۔

عجیب بات ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ○ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَ اسْتَغْفِرْہُ ط اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا○ (سورۃ النصر آیت ۱ تا ۴) فتح مکہ۔ فتح مکہ کو قرآن نے کہا فتح اور اسی قرآن نے حُدیبیہ کے صُلح کو کیا کہا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا○ لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَیَھْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا (سورہ فتح آیات ا۔ آیات ۲) بھئی توجہ رہے۔ فتح مکہ جو تلوار کے زور سے ہوئی تھی اسے قرآن نے کہا "فتح۔" اور حُدیبیہ کی صُلح جو قلم کے زور پر ہوئی تھی اسے کہا "فتح مُبین"۔ تو اب اسلامی معاشرہ سمجھ میں آگیا۔ اور قرآنی معاشرہ سمجھ میں آگیا۔ جہاں طاقت کا اعلان ہو "فتح" ہے۔ اور جہاں مصالحت کا اعلان ہو "فتح مبین" ہے۔

بس اب میری تقریر تمام ہو گئی۔ اب یہ بتاؤ کہ تلوار سے اسلام میں کتنی جنگیں لڑی گئیں اور ان کا فاتح کون تھا؟ علیؑ۔ اچھا قلم سے جو جنگ لڑی گئی اس کا فاتح کون؟ علیؑ۔ اس قلم کا فاتح بھی علیؑ۔ قلم سے ایک ہی جنگ تو لڑی گئی ہے نا صُلح حُدیبیہ میں۔ قلم کی جنگ کا فاتح علیؑ۔ اور ذوالفقار کی جنگ کا فاتح بھی علیؑ۔

یہی سبب ہے کہ بارہ اماموں کا پورا سلسلہ اٹھا کے دیکھ لو کسی امام کے دو بیٹے۔ امام نہیں ہوئے۔ پورا سلسلہ اٹھا کے دیکھ لو۔ کسی امام کے دو بیٹے امام نہیں ہوئے۔ سوائے علیؑ کے۔ کہ اس کے دو بیٹے امام تاکہ ایک قلم کا وارث ہو دوسرا ذوالفقار کا وارث ہو۔ بھئی اب تو مصائب کا وقت بھی نہیں رہا۔

لیکن دو جملے اگر سنتے جاؤ کل بہر حال میں نے کوشش کی تھی کہ کچھ تفصیلات عرض کروں لیکن آج میری مجبوری ہے۔ وہ بیٹا جو علیؑ کے قلم کا وارث تھا اس نے صلح نامہ لکھا یا نہیں لکھا اپنے ہاتھ سے۔ تو حسنؑ کی دو ہی تحریریں تو تاریخ میں ہیں۔

ایک وہ صلح نامہ دوسرے وہ تعویذ جو قاسم کے بازو پر باندھا تھا۔

ساتویں کا دن گزر گیا۔ اس دن کو پہچانتے ہو نا۔ یہ وہی دن ہے جس دن آلِ محمدؐ پر کربلا میں پانی بند کیا گیا۔ اور یہ تاریخ مخصوص ہے۔ رسول کے بڑے نواسے کے اس شہزادے کے لئے میں تفصیلی مصائب نہیں پڑھوں گا۔

شب عاشور میں جب حسینؑ اپنے ایک ایک ساتھی سے کہہ رہے تھے۔ کہ کربلا کے میدان میں عاشور کے دن کون کون شہید ہوگا۔ تو کہہ رہے تھے مسلمؑ تمہارا نام بھی ہے۔ حبیبؑ تمہارا نام بھی ہے۔ عابس ابن شبیب شاکریؑ تمہارا نام بھی ہے۔

ایک ایک کا نام لیا۔ عباسؑ تمہارا نام بھی ہے۔ اکبرؑ تمہارا نام بھی ہے۔ وہ چھوٹا بچہ تیرہ سال کا قاسمؑ وہ بھی بیٹھا ہوا تھا گھٹنوں کے بل کھڑا ہوا کہنے لگا چچا جان میرا نام نہیں ہے۔ چچا جان کیا میرا نام نہیں ہے۔ ایک مرتبہ حسینؑ نے بھتیجے کو غور سے دیکھا کہا بیٹے تو اپنی بات کر رہا ہے ارے محضر میں تو علی اصغرؑ کا نام بھی ہے۔ اجرکم علی اللہ۔ اجرکم علی اللہ۔

اب تو تفصیل میں جانے کا بالکل وقت نہیں رہا۔ اچھا تو اب بھتیجے کو یقین ہو گیا نا کہ مجھے بھی جنگ کی اجازت ملے گی۔ عون محمدؑ گئے چچا مجھے اجازت ہے۔ نہیں ملی۔ عباسؑ کے بھائی گئے چچا مجھے اجازت ہے۔ قاسم آگے بڑھا نہیں ملی اجازت۔ مسلم کا بیٹا گیا چچا مجھے اجازت ہے۔ اجازت نہیں ملی بس تم رو چکے بس۔

بار بار گیا۔ بار بار گیا۔ ٹھیک ہے نا اچھا حد یہ ہے کہ عباسؑ کا نو سال کا بیٹا گیا میدان میں قاسم کو اجازت نہیں ملی چچا مجھے اجازت ہے۔ حسینؑ خاموش ہیں۔ اب چھوٹا بچہ سرخ چہرہ آنکھوں میں آنسو۔ ماں کے خیمے میں آیا۔ اُم فروہ نے جو بچے کی حالت دیکھی تو کہا بیٹا قاسمؑ کسی نے کچھ کہہ دیا۔ کہا کہ نہیں اماں نہیں۔ پھر کہا رو کیوں رہے ہو کہا اماں چچا مجھے جنگ کی اجازت نہیں دے رہے۔

بس آخری جملہ سنو۔ اب میرے پاس وقت نہیں رہ گیا۔ چچا مجھے جنگ کی اجازت نہیں دے رہے بس یہ سننا تھا کہ کہا قاسمؑ میں تجھے جنگ کی اجازت دلواؤں

گی۔ یہ کہہ کر حسنؑ کی بیوہ نے چادر اوڑھی قاسمؑ کا ہاتھ تھاما خیمے سے باہر آئیں۔ حسینؑ اپنے خیمے کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ عباسؑ کھڑے تھے ایک مرتبہ حسینؑ نے گھبرا کر کہا عباسؑ تمہاری زندگی میں کوئی سیدانی باہر آگئی۔ ذرا دیکھنا تو کون ہے۔ ایک مرتبہ دوڑتے ہوئے عباسؑ گئے۔ گھبرائے ہوئے واپس آئے۔ مولا کیا عرض کروں۔ حسنؑ کی بیوہ آرہی ہیں۔

بس میرے دوستو! میرے عزیزو! حسینؑ کرسی سے کھڑے ہوگئے۔ آئیں، کہا حسینؑ یہ تمہارے بھائی کی نشانی ہے۔ اور یہ ایک بیوہ کا ہدیہ بھی ہے۔ اسے قبول کرو۔ حسینؑ خاموش رہے۔ اب بچے کو تعویذ یاد آیا۔

یہ واقعہ شب میں بیان کروں گا۔ اور ایک منزل آئی جب حسینؑ کو مجبور ہونا پڑا اجازت دینے کے لئے۔ لیکن میں کیسے بتاؤں آخری جملہ تقریر کا۔

عباس گئے حسینؑ نہیں روئے اکبرؑ گئے حسینؑ نہیں روئے۔

عون و محمد گئے حسینؑ نہیں روئے لیکن جب جب قاسمؑ کو بھیج رہے تھے تو سینے سے لگا کر اتنا روئے کہ چچا بھی غش کھا گیا بھتیجا بھی غش کھا گیا۔

آٹھویں مجلس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾
اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ
مَا لَمْ يَعْلَمْ ؕ﴿۵﴾ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۙ﴿۶﴾ اَنْ رَّاٰهُ
اسْتَغْنٰى ؕ﴿۷﴾ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ؕ﴿۸﴾

عزیزان محترم ”عالمی معاشرہ اور قرآن حکیم“ کے عنوان سے ہم نے جس سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا تھا۔ وہ سلسلہ گفتگو آہستہ آہستہ اپنے اختتامی مرحلوں سے قریب ہو گیا۔ آج اس سلسلہ گفتگو کی آٹھویں تقریر ہے۔ میرے محترم سننے والوں تک یقیناً ان آیات کا پیغام پہنچ گیا۔

اقرا باسم ربک الذی خلق ۔ پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے خلق کیا۔ **خلق الانسان من علق**۔ اُس اللہ نے انسان کو جمے ہوئے خون سے خلق کیا۔

اقراء وربک الاکرم۔ حبیب پڑھو تمہارا رب بہت کریم ہے۔

الذی علم بالقلم۔ جس نے قلم سے لکھنا سکھلایا۔

علم الانسان مالم یعلم۔ اور انسان کو وہ سب کچھ سکھلا دیا جو انسان نہیں جانتا تھا۔

کلا ان الانسان لیطغیٰ۔ عجیب بات ہے کہ خلقت کے باوجود اور علم کے باوجود انسان سرکشی کر رہا ہے۔

ان راہ استغنیٰ اس بات پر سرکشی کر رہا ہے۔ کہ وہ بے نیاز بنتا جا رہا ہے۔

وہ مستغنی بنتا جارہا ہے۔ وہ غنی بنتا جارہا ہے۔ **ان الی ربک الرجعی** انسان کو بتلادو کہ پلٹ کر ہماری ہی بارگاہ میں آنا ہے۔ بتلادو انسان کو کہ پلٹ کر ہماری ہی بارگاہ میں آنا ہے۔

عصر حاضر کے ایک انتہائی بڑے مفکر فلسفی اور دانشور نے اپنی کتاب میں لکھا۔ بڑا مشہور فلسفی ہے بلڈورا اور معاشی فلسفی تھا ابھی کچھ روز قبل اس کا انتقال ہوا ہے۔ کچھ دنوں سے مراد کچھ سال۔ اُس نے لکھا کہ یہ پچھلے تین سو سال ہیں یعنی ۱۹۹۹ء سے لے کر پچھلے تین سو سال اس میں جیسے جیسے انسان اپنے علم اور اپنی طاقت پر قابو حاصل کرتا گیا اور جیسے جیسے انسان نے فطرت کو تسخیر کرنا شروع کیا ویسے ویسے انسان خدا سے بے نیاز ہو گیا۔ مذہب سے بے نیاز ہو گیا۔ وحی الٰہی سے بے نیاز ہو گیا۔

یعنی اب ہمارے پاس طاقت ہے اب ہمارے پاس علم ہے اب ہم اپنے علم کے زور پر میزائل بناتے ہیں اپنے علم کے زور پر سیارچے بناتے ہیں۔ اپنے علم کے زور پر خلائی گاڑیاں بناتے ہیں تو اب ہمیں کسی اللہ کی کیا ضرورت ہے۔ اب ہمیں کسی وحی الٰہی کی کیا ضرورت ہے۔

بھئی کتنے بے بس ہو کہ تم بھیڑ کی کلوننگ تو کر سکتے ہو۔ خود بکرا نہیں بنا سکتے۔ یہ بار بار اپنے نوجوان دوستوں کی خدمت میں جو پیغام پہنچا رہا ہوں وہ پیغام اس لئے ہے کہ ان کے ذہنوں میں محفوظ ہو جائے۔ کہ یہ آیات جو میں نے ہر روز سرنامہ کلام میں تلاوت کیں۔ یہ پہلی وحی ہے۔ یعنی اللہ کا پہلا پیغام ہے۔ قرآن جو اللہ کا آخری پیغام ہے نا۔ اس آخری پیغام کا پہلا پیغام وہ شروع ہوا تخلیق سے۔ اب آرام سے سننا وقت نہیں ہے۔ خدا کی قسم وقت نہیں ہے۔ اب آج کا ایک گھنٹا کل کا ایک گھنٹا اور بات کو مکمل ہو جانا ہے تو اب ذرا آرام سے سن لو کہ میں کہنا کیا چاہ رہا ہوں۔ پروردگار نے خلقت سے گفتگو شروع کی۔

اقرا باسم ربک الذی خلق۔ پڑھو اللہ کے نام سے اپنے رب کے نام سے جس نے خلق کیا۔ یہ نہیں بتلایا کہ کیا خلق کیا؟ اگر قرآن ان چیزوں کی فہرست

بتانے بیٹھ جاتا جنہیں اللہ نے خلق کیا ہے تو زمین و آسمان ختم ہو جاتے فہرست ختم نہ ہوتی۔ سننا آرام سے سننا۔ اس لئے کہ یہ خلاصہ ہے پچھلی ساری تقریروں کا۔ سورہ اعلیٰ سورہ کا نشان ۸۷ ستاسی تیسویں پارے میں ہے۔ سورہ اعلیٰ میں آغاز کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى○ الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى○ وَالَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى○ اللہ وہ ہے جس نے خلق کیا۔ کیا خلق کیا نہیں بتلایا۔ تو آیت خلق کی ایک قسم وہ ہے۔ جس میں کہتا ہے ہم نے خلق کیا۔ اور دوسری قسم وہ ہے جس میں نام لے لے کر کہتا ہے۔ ہم نے آسمانوں کو خلق کیا۔ ہم نے زمین کو خلق کیا۔ ہم نے سورج کو خلق کیا۔ ہم نے چاند کو خلق کیا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ۔ ہم نے انسان کو خلق کیا۔ اور پھر اسی سورہ کی دوسری آیت میں **خلق الا نسان من علق۔** ہم نے انسان کو جمے ہوئے خون سے خلق کیا۔ تو کہیں کہتا ہے صرف خلق کیا۔ اور کہیں نام لیتا ہے کہ کس کو خلق کیا۔ ستاسی نشان ہے سورہ اعلیٰ کا جس میں کہا کہ ہم نے خلق کیا اور اس کے فوراً بعد کا سورہ۔ سورہ غاشیہ جس کا نشان ۸۸ ہے۔ کیا کمال کی آیت ہے۔

افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت ۔ بھئی یہ دیکھتے کیوں نہیں کہ ہم نے یہ اونٹ کیسا خلق کر دیا۔ عرب کا مانوس جانور تھا۔ عرب کا جانا بوجھا جانور تھا۔ اس لئے پروردگار نے اونٹ کا تذکرہ کیا۔

افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت۔ یہ لوگ دیکھتے کیوں نہیں کہ ہم نے اونٹ اور اونٹنی کو۔ ابل دونوں کے لئے آتا ہے۔ اور جب میں نے کہہ دیا نا کہ دونوں کے لئے آتا ہے تو میرے پاس گواہ بھی ہیں میرے دوست مولانا شیخ علی مدبر صاحب پاکستان کے ایک نامور عالم دین تشریف فرما ہیں۔ اور وہ گواہی دیں گے کہ یہ ابل نر اور مادہ دونوں کے لئے آتا ہے۔ دیکھو ہم نے اونٹ کو کیسا پیدا کیا؟ دیکھو ہم نے اونٹنی کو کیسا پیدا کیا۔ اور دیکھو کیفیت کہ جب اونٹنی چلے تو اونٹ کا بچہ پیچھے پیچھے چلے۔ اس میں مامتا رکھی۔ بچے میں اطاعت رکھی۔

بھئی سمجھتے چلو خدا کی قسم سمجھتے چلو۔ بھئی اونٹنی چلی۔ بھئی بہت توجہ رہے۔ اب اگر بچے کو پکڑ لو اور اونٹنی جانے لگے۔ تو کوئی بھی صورت ہو بچہ مچل کر۔ اچھل کر چیخ کر۔ کود کر تمہاری گود سے نکل جائے گا۔ اپنی ماں کے پاس چلا جائے گا۔

عجیب مزاج ہے بھئی توجہ رہے۔ بچہ کا مزاج کیا ہے۔ اگر تم بچے کو پکڑ لو اونٹنی جارہے تو چھڑا کے اپنے آپ کو تمہارے ہاتھوں سے اونٹنی کا بچہ بھاگتا ہوا اپنی ماں کے پاس چلا جائے گا۔ اور اگر بچہ ادھر ادھر ہو جائے تو اونٹنی آواز دے لے گی۔

تو دوہرا رشتہ ہے۔ اونٹنی میں اور اونٹنی کے بچے میں اگر بچے کو پکڑو۔ تو بچہ مچل کر ماں کے پاس چلا جائے۔ اور اگر بچہ کہیں ہو جائے تو ماں اسے آواز دے لے گی۔ بھئی یہی تو بات ہے کہ علیؑ نے نہج البلاغہ میں کہا۔ **کنت اتبعوہ کیف اتباع الفصیل اثر ام** میں اپنے رسولؐ کے پیچھے ایسا چلتا تھا جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے چلتا ہے۔ صلوٰات۔

بھئی اب تم سے بہتر اس جملے کو کون سمجھے گا۔ **کنت اتبعوہ کیف اتباعِ الفصیل اثر ام**۔ میں اپنے رسولؐ کے پیچھے پیچھے ایسے چلتا تھا جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے چلتا ہے۔ تو جو زندگی بھر اونٹنی کے بچے کی طرح محمدؐ کے پیچھے پیچھے جارہا ہو وہ احد میں محمدؐ کو چھوڑ کر کیسے بھاگ جائے؟

بھئی سننا سننا اور یہ جملے اس قابل ہیں علیؑ کے کہ انہیں اپنے ذہنوں میں محفوظ کرو۔ **کنت اتبعوہ کیف اتباع الفصیل الاثرام** ۔میں نہج البلاغہ سے کوٹ کر رہا ہوں۔ نہج البلاغہ علیؑ کے خطابات کا مجموعہ ہے۔ میں ایسے رسولؐ کے پیچھے چلتا تھا جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے چلتا ہے۔

وکان یرفع لی فی کل یومٍ علماً من اخلاقہ۔ اور رسولؐ اپنی زندگی کے ہر روز اپنے اخلاق میں سے کچھ مجھے بتا دیا کرتے تھے۔ بھئی دوسرے کسی نے دعویٰ نہیں کیا کہ اخلاق رسولؐ میرے پاس ہیں۔ کسی کا دعویٰ نہیں ملتا کہ رسولؐ کا اخلاق میرے پاس ہے۔

وکان یرفع لی فی کل یوم علماً من اخلاقه ویامرونی بالاقتداء به رسول مجھے ہر روز اپنا اخلاق وہ اخلاقیات کی کتابوں میں لکھا ہوا اخلاق نہیں اپنا اخلاق **من اخلاقه** اپنا اخلاق یعنی علیؑ کے پاس جو بھی ہے وہ فلسفیوں کا اخلاق نہیں ہے۔ محمدؐ کا اخلاق ہے۔ اب کیا اس پڑھے لکھے اور بیدار مجمع کو اخلاق محمدؐ کے بارے میں کچھ بتلاؤں؟ کوئی ضرورت نہیں ہے سب جانتے ہیں کہ میرے نبیؐ کا اخلاق کیا ہے۔ کل آیت پڑھ کر گیا ہوں۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیمO نٓ والقلم ومایسطرونO ما انت بنعمة ربک بمجنونO وان لک لاجراً غیر ممنونO و انک لعلی خلق عظیمO محمدؐ کا اخلاق علیؑ۔ سمجھ رہے ہو نا۔ وہ صاحبِ خلق عظیم ہے۔ اخلاق عظیمہ کا مالک ہے۔

وکان یرفع لی فی کل یوم علماً من اخلاقه۔ سننا بھئی سننا۔ اس لئے کہ میں یہاں سے آگے بڑھنا چاہ رہا ہوں اور کسی مرحلے تک لے جاؤں گا۔ ایک ہی خطبے سے تسلسل سے چند جملے سنا رہا ہوں۔

وکان یجاور فی کل سنة بحرا۔ اور میرے نبیؐ کا طریقہ تھا کہ وہ ہر سال غارِ حرا میں کچھ دنوں کے لئے گوشہ نشین ہو جایا کرتے تھے۔ اب کون یہ رپورٹنگ کرے گا دیکھو کوئی مصلحت ہے جو یہ جملے میں ہدیہ کر رہا ہوں۔ کون رپورٹنگ کرے گا۔

بھئی سیرت النبی لکھنے والے تو بہت ہیں لیکن محمدؐ کو دیکھنے والا ایک ہے۔ بھئی ذہن میں ہیں یہ آیتیں جو میں پڑھ رہا ہوں سرنامہ کلام میں یہ پہلی وحی ہے نا۔ یاد رہیں گی نا یہ آیتیں۔

اقرا باسم ربک الذی خلقO خلق الانسان من علقO اقرا وربک الاکرمO الذی علم بالقلمO علم الانسان مالم یعلم۔

پانچ آیتیں اُتری ہیں پہلی وحی میں۔ اور کہاں اُتری ہیں غار حرا میں۔ اور علیؑ رپورٹنگ

کر رہے ہیں۔ **کان یجاور فی کل سنة بحرا۔** بھئی سنناخدا کی قسم سننا۔

رسولؐ ہر سال کچھ دنوں کے لئے غارِ حرا میں جا کر گوشہ نشین ہو جاتے تھے۔ **فاراہ لا ارہ غیری۔** تو جو میں نے دیکھا وہ کسی اور نے کہیں دیکھا۔ یعنی جب پہلی وحی نازل ہوئی تو کوئی نہیں تھا۔ بھئی سنتے جاؤ۔ ابھی وحی نازل کہاں ہوئی۔

علیؑ کی رپورٹنگ سنتے جاؤ۔ علیؑ رپورٹ کر رہے ہیں اس واقعہ کو۔ پہلی وحی کے نزول کے واقعہ کو۔ علیؑ نے نہج البلاغہ میں رپورٹ کیا۔ **کان یجاور فی کل سنة بحرا فاراہ ولا یراہ غیری۔** بس بس اُس وقت غار حرا میں محمدؐ کے ساتھ اکیلا میں تھا۔ میرے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔ اب جملہ سننا۔ **اریٰ نورا لوحی و اشم لی النبوۃ** اور میں اکیلا بیٹھا ہوا غارِ حرا میں وحی کا نور دیکھا کرتا۔ نبوت کی خوشبو سونگھا کرتا تھا۔

ابھی وحی نازل نہیں ہوئی۔ اور کیا کہہ رہے ہیں علیؑ کہ میں نزول وحی سے پہلے ابھی دلیل دوں گا کہ میں نے کہاں سے کہہ دیا۔ کہ ابھی وحی نازل نہیں ہوئی۔ میں نزول وحی سے پہلے **اریٰ نورا النبوۃ و نور الوحی واشم النبوۃ۔** میں وحی کا نور بھی دیکھتا تھا۔ اور نبوت کی خوشبو بھی سونگھا کرتا تھا۔ یہ وہی نور ہے نا جو سیدہؑ نے چادر میں دیکھا۔ اور یہ وہی خوشبو ہے نا جو نواسوں نے چادر میں سونگھی۔ سمجھ رہے ہو نا بات کو۔ دیکھو کہاں سے کہاں بات جا کے جڑ رہی ہے۔

اریٰ نور الوحی و اشم لی النبوۃ۔ میں وحی کا نور دیکھتا تھا۔ ابھی وحی آئی نہیں ہے۔ لیکن علیؑ چہرہ محمدؐ میں وحی کا نور دیکھ رہے ہیں۔ اور جسم محمدؐ سے نبوت کی خوشبو سونگھ رہے ہیں۔ تو علیؑ کا عقیدہ سمجھ میں آگیا۔ علیؑ کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی وحی کے بعد نبی نہیں بنا کرتا۔ نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے۔ پہنچ رہی ہے بات؟

بھئی سننا، خدا کی قسم سننا اب دلیل دوں گا۔ کہ ابھی وحی نازل نہیں ہوئی۔ میں اپنے نبی کے چہرے میں وحی کا نور دیکھتا تھا۔ اور اپنے نبی کے جسم مطہر سے نبوت کی خوشبو سونگھا کرتا تھا۔ **فلما نزل الوحی الیه** پھر جب پہلی وحی نازل ہوئی۔ اب

بات آرہی ہے پہلی وحی کی۔ **فلما نزل الوحی الیہ سمعت رنۃ** تو میں نے ایک چیخ سنی۔ بھئی پہلی وحی آگئی پہلی وحی کے نزول کے وقت کوئی ہے نا۔ ابھی بھی بات نہیں پہنچی۔ اچھا دیکھو تو اب پہنچاؤں گا۔ بات کو سننا۔

فلما نزل الوحی الیہ سمعت رنۃ جب پہلی وحی آئی رسول پر جبرئیلؑ لے کے آئے۔ علیؑ کہتے ہیں میں نے ایک چیخ سنی غار حرا میں۔ **وقلت یا رسول اللّٰہ ماھذہ الرنۃ۔** تو میں نے پوچھا یا رسولؐ اللہ یہ چیخ کیسی ہے۔ تو رسول نے کہا **ھذا الشیطان قد یئس من عبادۃ** ۔ ارے بھئی یہ شیطان چیخ رہا تھا۔ کہ اب آخری ہدایت آگئی تو ابھی تو وحی آئی تھی نا۔ جب جبرائیلؑ وحی سنا رہے تھے تو علیؑ نے نہیں پوچھا کہ یہ آواز کس کی ہے۔ تو جبرائیل کو پہچانتے تھے۔ ابلیس کو پہچانے یا نہ پہچانے۔

فلما نزل الوحی الیہ سمعت میں نے ایک آواز سنی میں نے ایک چیخ سنی چیخ۔ **وقلت یا رسول اللّٰہ ماھذہ الرنۃ۔** تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ یہ چیخ کیسی تھی؟ اب دیکھو پہلی وحی کی کنٹری آرہی ہے اور علیؑ کی زبان سے آرہی ہے۔

میرے نبی نے جواب دیا

ھذا شیطان ھذا شیطان۔ قد یئس من عبادۃ۔ یہ شیطان تھا۔ اپنی گمراہی سے مایوس ہو گیا۔ اس لئے کہ آخری ہدایت آگئی۔ اور اس کے بعد علیؑ کہتے ہیں کہ رسولؐ نے میری طرف دیکھا۔ اور کہنے لگے۔

یا علیؑ انت تسمع ما اسمع و تری ماارٰی۔ علیؑ تیرا کمال یہی ہے۔ کہ جو میں سنتا ہوں وہ تو سنتا ہے۔ جو میں دیکھتا ہوں وہ تو دیکھتا ہے۔ صلوٰت۔

بھئی سننا خدا کی قسم سننا۔ بھئی ابھی میں نے آخری جملہ روکا ہوا ہے۔ اور اس کے بعد کسی مرحلے تک لے کے جاؤں گا۔

یاعلیؑ تسمع مااسمع۔ و تری ماارٰی علیؑ تیرا کمال یہی ہے کہ جو میں سنتا ہوں وہ تو سنتا ہے۔ جو میں دیکھتا ہوں وہ تو دیکھتا ہے۔

الا انک لست نبی ولکنک بوزیر۔ علیؑ بس فرق مجھ میں اور تجھ میں یہ ہے کہ میں نبی ہوں تو وزیر ہے۔ ذوالعشیرہ سے تین سال پہلے کہہ دیا تو وزیر ہے۔ ذوالعشیرہ میں تو فقط اعلان تھا۔ وزارت تو مل گئی غارِ حرا میں۔

بھئی رکے رہو تو دوسرا انسان سمجھ میں آگیا۔ غارِ حرا میں کون ہے۔ لیکن نہیں۔ پڑھے لکھوں کا مجمع ہے نا۔ بہت پڑھے لکھے ہو۔ اب سنو پہلی وحی۔ پہلی وحی میں پانچ آیتیں اور ان پانچ آیتوں میں پانچ الفاظ جو اللہ نے دو دو مرتبہ استعمال کیے۔

دیکھو بڑا نازک مرحلہ فکر ہے۔ پڑھ کے سناؤ بھئی سنناگن کے بتلاؤں گا۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ اقرا باسم ربک الذی خلق۔ خلق الانسان من علق۔ اقرا وربک الاکرم۔ دو اقرا ہیں۔ بھئی دیکھو بڑا دقیق مرحلہ ہے قرآن مجید کا لیکن اتنا آسان کروں گا کہ بچہ بھی سمجھ لے گا۔

اور اگر تم ان آیتوں کی قدر نہیں کرو گے تو کیا وہ کرے گا جو قرآن کو سمجھتا ہی نہیں ہے؟ بھئی یہی تو میرا پیغام ہے۔ کہ یاد کرلینا اور ہے۔ سمجھنا اور ہے۔ اچھا سننا بھئی سننا۔ **بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔اقرا باسم ربک الذی خلق۔ خلق الانسان من علق۔** دو اقراء ہوگئے۔ دو ہوگئے نا۔ اچھا دوسرا لفظ لینا۔

اقرا باسم ربک الذی خلق۔ خلق الانسان من علق۔ اقرا وربک الاکرم۔ دو مرتبہ رب آگیا۔ دو مرتبہ قرآت۔

پھر سنو۔اقرا **باسم ربک الذی خلق۔ خلق الانسان من علق۔** دو تخلیقیں ہو گئیں۔

بھئی پہنچ رہی ہے بات۔ بھئی یاد تو سب نے کیا ہوا ہے قرآن کو۔ ذرا اس اینگل (Angle) سے دیکھو دو اقراء۔ دو تربیتیں۔ دو خلقتیں تین لفظ ہوگئے۔ اب پھر سننا۔

اقرا باسم ربک الذی خلق۔ خلق الانسان من علق۔ اقرا وربک الاکرم۔ الذی علم بالقلم۔ علم الانسان مالم یعلم ۔دو مرتبہ

علم آیایا نہیں۔ دو مرتبہ علم آگیا بھئی توجہ رہے۔ دو قرائتیں۔ دو تربیتیں دو بھئی بہت توجہ رہے۔ دو قرائتیں، دو تربیتیں، دو خلقتیں اور دو تعلیمیں۔ یہ دو انسان یہ پہلی وحی میں دوسرا کون تھا؟ صلوٰت۔

ہو گئی نا بات۔

پہنچ گئی بات پھر سمجھو کرو۔ ایسے سمجھا کرو۔ ایک پر وحی نازل ہو رہی تھی دوسرا گواہ بن رہا تھا وحی الٰہی کا۔ میں نے بڑی زحمت دی اپنے سننے والوں کو۔

اقرا وربک الاکرم۔ الذی علم بالقلم۔ علم الانسان مالم یعلم۔

ہم نے انسان کو سب کچھ سکھلا دیا جو انسان نہیں جانتا تھا۔ سرکشی کیے جا رہا ہے انسان۔ تو تعلیمیں دو ہیں۔ بھئی توجہ رہے۔ دو قسم کے علم ہیں۔ ایک وہ علم جو اسکولوں سے ملے۔ کالجوں سے ملے، یونیورسٹی سے ملے۔ اور اسی علم کو پڑھ کر انسان اکڑ رہا ہے۔

بھئی کمال کی بات ہے۔ اسکولوں میں پڑھ کر، کالجوں میں پڑھ کر یونیورسٹیوں اور جامعات میں پڑھ کر انسان اکڑ رہا ہے۔ یہ اپنا حاصل کیا ہوا علم ہے۔ اور وہ علم خدا کا دیا ہوا علم۔ اور دوسرا علم اللہ کا دیا ہوا ہے جو وہ اپنے خاص بندوں کو دیتا ہے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ۔ ہم نے آدمؑ کو علم دے دیا **لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا** (سورہ بقرہ) ہم نے فرشتوں کو علم دے دیا۔

عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ ہم نے خضرؑ کو علم دے دیا۔

وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ۔ ہم نے یوسفؑ کو علم دے دیا۔ بھئی کمال کی بات ہے نا۔ **وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ عِلْمًا** (سورہ نمل آیت ۱۵) ہم نے داؤدؑ کو علم دے دیا۔ ہم نے سلیمانؑ کو علم دے دیا۔

بھئی عجیب بات ہے۔ جہاں میں لے کے آگیا۔ ابراہیمؑ کو علم ملے، یہ دیکھو شان بے نیازی پروردگار کی۔ بڑا اکڑ رہے ہو نا اپنے علم پر۔ ابراہیمؑ پیدا ہوئے تارخ کے گھر میں۔ اللہ نے علم وہاں دے دیا۔ بھئی سنتے جانا۔ یوسفؑ پیدا ہوئے یعقوبؑ کے گھر میں

اللہ نے وہاں علم دے دیا۔ بھئی دیکھ رہے ہو کمال۔ موسیٰؑ پیدا ہوئے عمرانؑ کے گھر میں اللہ نے وہاں علم دے دیا۔

بھئی عجیب کمال کا مرحلہ ہے۔ سلیمانؑ پیدا ہوئے داوٗدؑ کے گھر میں اللہ نے وہاں علم دے دیا۔ تو جو اپنے اپنے گھروں میں پیدا ہوئے اللہ تو انہیں علم دے دے اور جسے اپنے گھر میں پیدا کرے۔ اسے تمہارے جیسا جاہل چھوڑ دے گا۔

بھئی میری بات پہنچ گئی۔ برا نہ ماننا میرے لفظ کا۔ کہ جسے اپنے گھر میں پیدا کرے۔ اسے تمہارے جیسا جاہل چھوڑ دے گا۔ بھئی سمجھ رہے ہونا۔ یہ ہے، علیؑ کا مقام علم۔ یہ ہے علیؑ کا مقام علم۔ اچھا سنو۔ میں بہت متقی شخص ہوں۔ جھٹلاؤ، دعویٰ کر رہا ہوں منبر سے، اچھا یہ مثال ہے۔ سچ مت سمجھ لینا۔ یہ مثال ہے۔

ورنہ کہاں میں کہاں تقویٰ۔ اچھا تو جھٹلاؤ دعویٰ کر رہا ہوں جھٹلاؤ۔ بھئی تقویٰ تو آنکھ سے نظر نہیں آتا۔ کیسے جھٹلاؤ گے۔ اچھا بھئی میں سال میں بارہ مہینے میں سے گیارہ مہینے روزے رکھتا ہوں۔ جھٹلاؤ تم میرے ساتھ سال میں بارہ مہینے رہتے ہو نہیں جھٹلا سکتے۔ اچھا میں نے زندگی میں نماز شب قضا نہیں کی۔

نعوذ باللہ من ذلک مثال دے رہا ہوں میں نے زندگی میں نماز شب قضا نہیں کی۔ جھٹلاؤ۔ جھٹلا سکتے ہو۔ نہیں جھٹلا سکتے کیوں اس لئے کہ تم نے تقویٰ دیکھا نہیں دل میں ہوتا ہے ٹھیک ہے نا۔ اچھا روزہ دیکھا نہیں اس لئے کہ ہر وقت ساتھ نہیں ہوتے ہو۔ اچھا نماز شب کیسے دیکھو گے۔ اس لئے کہ نماز شب رات کی نماز ہے اور رات میں اپنے بیڈ روم میں ہوتا ہوں۔

تمہیں کیا معلوم لیکن اگر میں منبر سے کہہ دوں کہ میں دنیا کا سب سے بڑا عالم ہوں تو تم مشکل سوال کر کے مجھے جھٹلا سکتے ہو۔ اگر میں منبر سے آواز دوں کہ میں دنیا کا سب سے بڑا عالم ہوں تو بڑا آسان ہے مجھے جھٹلا دینا۔ اٹھ کے کھڑے ہو جاؤ کوئی سوال کر لو۔ میں لاجواب ہو جاؤں گا۔

اب سمجھ میں آیا۔ کہ منبر سے کہہ رہا تھا سلونی۔ منبر سے کہہ رہا ہے سلونی۔

سلونی جو چاہو پوچھو۔ تو کوئی شریف زادہ اٹھ کے جھٹلا دیتا۔ شرفاء، عرب موجود تھے۔ کوئی شریف زادہ جھٹلا دیتا۔ منبر سے کہہ رہا ہوں کہ جاؤ دیکھو۔ سلونی کے دعویٰ کس شان کے ساتھ علیؑ نے کیئے ہیں صرف ایک دعویٰ سنتے جاؤ مجھ سے۔

ایک موقعہ کا دعویٰ۔ کہنے لگے۔

سلونی سلونی قبل ان تفقدونی پوچھو۔ اچھا دیکھو دعویٰ بیڈ روم میں نہیں ہے۔ ڈرائنگ روم میں نہیں ہے دعویٰ چھت پر نہیں ہے۔ منبر سے دعویٰ ہو رہا ہے۔ سنو گے منبر سے دعویٰ ہو رہا ہے۔ منبر سے ٹھیک ہے نا۔ اچھا منبر کے سامنے کتنے لوگ ہوتے ہیں۔ اندازہ تو تمہیں بھی ہے چہ جائیکہ کہ جب خطیب منبر سلونی بول رہا ہو تو کیا حشر ہوگا مجمع کا۔ اس وقت میرا علیؑ کہتا ہے۔ **سلونی سلونی قبل ان تفقدونی۔**

یہ دیکھو مقام علم ہے۔ جہاں میں اپنے سننے والوں کو لے کے آ گیا۔ پوچھو جو پوچھنا چاہ رہے ہو پوچھو۔ بھئی توجہ رہے۔ قبل اس کے کہ تم مجھے گم کر دو۔ جو پوچھنا چاہ رہے ہو پوچھو۔ میں قیامت تک کے سارے حالات بتلاؤں گا۔

بھئی تم سے بہتر علیؑ کے اس دعویٰ کی تصدیق کون کرے گا؟ کہنے لگے پوچھو مجھ سے قیامت تک کے حالات میں بتلاؤں گا پوچھو۔ قرآن کی کوئی آیت پوچھو۔ وقت نہیں ہے لیکن علیؑ کا دعویٰ تو سنتے جاؤ۔ پوچھو، پوچھو جو پوچھنا چاہتے ہو۔ جو پوچھنا چاہتے ہو وہ آج مجھ سے پوچھ لو۔ قیامت تک کے حالات پوچھو۔ بتاؤں گا۔

قرآن کی کسی آیت کو کسی رخ سے پوچھو بتاؤں گا۔ اور اب تیسرا چیلنج بتاؤں علیؑ کا؟ کہنے لگے آج کون سا قافلہ کہاں سے چلا ہے۔ اسے جانا کہاں ہے۔ اس میں لوگ کتنے ہیں۔ سب بتلاؤں گا ارے ان مسافروں کے باپوں کے نام بھی بتلاؤں گا۔

عجیب بات ہے۔ علیؑ کا یہ تیسرا دعویٰ تو دیکھنا۔ علیؑ کوفے کے منبر پر ہیں نا کہنے لگے کہ جو قافلہ روانہ ہوا ہے۔ اسے بھی بتلاؤں گا۔ جو راستے میں ہے اسے بھی بتلاؤں گا۔ جو منزل تک پہنچ رہا ہے اسے بھی بتلاؤں گا۔ قافلے میں کتنے لوگ ہیں تعداد بھی

بتلاؤں گا۔ ان کے نام کیا ہیں وہ بھی بتلاؤں گا۔ ان کے باپ داداؤں کے نام کیا ہیں وہ بھی بتلاؤں گا۔ بھئی یہ بیچ میں قافلہ کہاں سے آگیا۔

ابھی تو قیامت تک کے حالات کی بات ہو رہی تھی۔ ابھی تو قرآن کی بات ہو رہی تھی۔ یہ بیچ میں قافلے کہاں سے آگئے۔ بس رکے رہنا میں نے بڑی زحمت دی ہے۔ بھئی یہ درمیان میں قافلے کہاں سے آگئے۔ کہ علیؑ چیلنج کر رہے ہیں کہ قافلے کے نام بتلاؤں گا۔ ان کے باپ داداؤں کے نام بتلاؤں گا۔ کہاں سے چلے ہیں یہ بتلاؤں گا۔ کہاں جائیں گے یہ بتلاؤں گا۔ اس وقت کہاں ہیں یہ بتلاؤں گا۔

بھئی کچھ یاد آیا۔ معراج سے جب رسول پلٹے۔ اور دوسرے دن معراج کا واقعہ بیان کیا تو مکے کے مشرک کہنے لگے رسول سچ نہیں کہہ رہا ہے۔ تو رسول کہہ رہا ہے کہ میں نے فلاں قافلے کو فلاں جگہ دیکھا۔ فلاں قافلہ کو فلاں جگہ دیکھا۔ فلاں قافلے کو فلاں جگہ دیکھا۔ جب وہ قافلے آجائیں تو تصدیق کر لینا۔ تو جو معیار محمدؐ کی صداقت کا ہے وہی معیار علیؑ کی صداقت کا ہے۔

بات پہنچ گئی۔ بات پہنچ گئی۔ میرے محترم سننے والوں تک اسے کہتے ہیں علم۔ لیکن وہ علم جو اطاعت کے ساتھ ہو۔ یہ تمہارا میزائلوں کا علم۔ تمہارا ایٹمی اسلحوں کا علم۔ یہ علم سرکشی کے ساتھ ہے۔ اور وہ علم اطاعت کے ساتھ ہے۔ بھئی بہت توجہ رہے۔ اب زحمت نہیں دوں گا۔ بات کو ختم کرنے جا رہا ہوں۔

تمہارا علم سرکشی کے ساتھ ہے۔ معصوم کا علم اطاعت کے ساتھ ہے اور جانتا ہے کہ قافلہ رات کی تاریکی میں کیوں نہ جا رہا ہو۔ اس کی تعداد بھی جانتا ہے۔ ان کے ناموں کو بھی جانتا ہے۔ ان کے دل میں کیا ہے یہ بھی جانتا ہے۔ بھئی یہی تو بات تھی نا۔ مشہور واقعہ جس کے پاس علم ہو اللہ کا دیا ہوا خدا کی قسم اس کا اخلاق کتنا بلند ہوتا ہے۔

بس گفتگو آخری مرحلے میں آگئی ہے۔ میرے سننے والوں کو یاد ہوگا۔ واقعہ اس منبر سے ۲۵ سال کے اندر دو مرتبہ بیان کر چکا ہو۔ اور اب تیسری مرتبہ بیان کر رہا

ہوں۔ لیکن آج استدلال سننا۔

رسولؐ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں ہیں۔ علم اور علم کے ساتھ اخلاق۔ بھئی یہ ہی بتلانا ہے۔ اور بات کو مکمل کر دینا ہے ایک مرتبہ رسولؐ نے مجمع جمع کیا۔ اور جمع کرنے کے بعد کہا کہ جبرئیلؑ میرے پاس اللہ کا پیغام لے کر آئے ہیں کہ حبیب واپس آجا۔ تو اب میں عنقریب تم لوگوں سے جدا ہو جاؤں گا۔ تم میں سے کسی کا کوئی حق میرے اوپر ہو۔ تو مجھ سے مانگ لے۔ میں ادا کرنے کو تیار ہوں ایک شخص بھرے مجمع سے کھڑا ہو گیا۔ دو مرتبہ بیان کر چکا ہوں لیکن آج استدلال دینا چاہ رہا ہوں۔

بھرے مجمع سے ایک شخص کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا یا رسولؐ اللہ میرا ایک حق ہے آپ کے اوپر کہا بھئی تیرا کیا حق ہے؟ کہا یا رسول اللہ آپ فلاں جنگ میں جا رہے تھے اور آپ نے اپنے ناقے کو تازیانہ مارا اتفاق سے وہ تازیانہ ناقے کو نہیں لگا مجھے لگا۔ یا رسولؐ اللہ میں اس کا بدلہ چاہتا ہوں۔ دیکھو صحابی ہے۔ اور میں صحابہ کرام کی عزت کا قائل ہوں۔ ٹھیک ہے سلیقہ میں کمی ہو لیکن جذبہ اچھا ہے۔

پہنچ گئے نا کیونکہ میں واقعہ تو بیان کر چکا ہوں۔ آج تو نتیجہ دینا چاہ رہا ہوں۔ یا رسولؐ اللہ میں قصاص لینا چاہتا ہوں۔ رسولؐ نے کہا اچھا تازیانہ مار دے مجھے۔ کہا نہیں یا رسولؐ اللہ آپ کے ہاتھ میں جو تازیانہ تھا۔ (رسولؐ کے پاس کئی تازیانے تھے اور ایک تازیانے کا نام تھا ممشوق)۔ کہا یا رسولؐ اللہ ممشوق تازیانے سے مجھے ضرب لگی تھی۔ حکم دیا میرے گھر سے ممشوق لایا جائے۔ ممشوق آیا۔

بہت توجہ رکھنا۔ بہت توجہ رکھنا۔ اب میں سیرت سے ایک جملہ عرض کروں۔ رسول کی سیرت میں یہ لکھا ہوا ہے کہ رسول نے اپنی زندگی میں کبھی اپنے سواری کے جانور کو تازیانہ نہیں مارا ہے۔ جو الزام لگا رہا جھوٹا ہے۔ سمجھ رہے ہو نا۔ میرے نبی نے کبھی اپنی سواری کے جانور کو تازیانہ نہیں مارا تھا۔

تو رسول کہہ دیتے نا کہ تو جھوٹ بول رہا ہے۔ میں نے تو زندگی میں کبھی تازیانہ نہیں مارا لیکن رسول نے تمہارے جھوٹے کو بھی جھٹلایا۔ تو بتلانا یہ تھا کہ میں

تمہارے جھوٹے کو نہیں جھٹلاتا تو تم میرے سچے کو مت جھٹلا دینا تو اس نے اپنے لب اپنے ہونٹ رکھ دیئے مہر نبوت پر۔ کہا یا رسول اللہ مجھے معاف کریں میں نے تو بہانہ بنایا تھا۔ مہر نبوت کو چومنے کے لئے۔ تو صحابی وہ ہے جس کے ہونٹ مہر نبوت تک آجائیں اور امام وہ ہے جس کے پاؤں مہر نبوت پر آجائیں۔ صلوٰت

جہاں علم ہو وہیں اخلاق ہو۔ اور جہاں اخلاق ہو۔ وہیں ہدایت ہو۔ بھئی یہی تو بتلانا تھا۔ آج کی گفتگو کا خلاصہ یہی ہے۔ کہ جہاں کمال علم ہو وہاں کمال اخلاق ہو گا۔ اور جہاں کمال اخلاق ہو گا وہاں کمال ہدایت ہو گی۔ امیر شام کی فوجوں نے صفین کے میدان میں۔ سب کو معلوم ہے جنگ صفین، علیؑ نے لڑی ٹھیک ہے نا۔ شام والوں سے لڑی تو علیؑ کی فوج کے آنے سے پہلے شام والوں نے نہر فرات پر قبضہ کر لیا۔ کہ اگر ہم نے پانی پر کنٹرول کر لیا تو علیؑ اور ان کی فوج پیاسی مر جائے گی۔ اور ہم فاتح ہو جائیں گے۔

جب علیؑ کا لشکر آیا تو بڑے بڑے بہادر تھے علیؑ کے لشکر میں۔ ایک مرتبہ علیؑ نے کہا۔ تلواریں کھینچیں جوانوں نے اور جو حملہ کیا تو امیر شام کی فوجیں بھاگ گئیں۔ اور علیؑ کے فوجیوں نے گھاٹ پر قبضہ کر لیا۔ پہلے اِدھر پریشانی تھی علیؑ کے فوجیوں کو اب اُدھر پریشانی شروع ہوئی شام کے فوجیوں کو۔

شام کے فوجی گھبرائے ہوئے امیر کے پاس گئے کہا امیر جو ہم نے منصوبہ بنایا تھا وہ تو ناکامیاب ہو گیا۔ اور علیؑ کے لشکریوں نے فرات پر قبضہ کر لیا۔ اب تو ہم پیاسے مر جائیں گے۔ کہا کہ نہیں۔ بس یہی تو فرق ہے علیؑ کریم ہے۔ وہ پانی بند نہیں کرے گا۔ علیؑ کریم ہے وہ پانی بند نہیں کرے گا۔ میں نے یہ جملہ کہا۔ میرا ایک دوست بے اختیار رویا۔ بے اختیار رویا۔ یاد آگیا عباسؑ۔ اجر کم علی اللہ۔

شیخ صدوقؒ نے اپنی امالی میں یہ لکھا ہے۔ بڑی معتبر کتاب کا حوالہ دے رہا ہوں۔ امالی شیخ صدوق اس میں یہ موجود ہے۔ کہ جب حشر کا میدان ہو گا رسولؐ مسند شفاعت پر تشریف فرما ہوں گے بھرا ہوا مجمع ہو گا میدان حشر کا انبیا مرسلین فرشتے

امتیں سارے لوگ کھڑے ہوں گے۔ کہ ایک مرتبہ آواز آئے گی

یا اهل المحشر غضوا ابصارکم محشر والوں آنکھیں بند کرو۔ محمدؐ کی بیٹی فاطمہؑ کی سواری آرہی ہے۔ بلند ہو گئی نا یہ تمہاری آوازیں۔

یا اهل المحشر یا اهل المحشر غضوا ابصارکم۔ حتی تجوز فاطمة بنت محمد محشر والوں آنکھیں بند کرو۔ آنکھیں بند کرو۔ محمدؐ کی بیٹی فاطمہؑ کی سواری آرہی ہے۔ شیخ صدوق لکھتے ہیں کہ جب شہزادی کی سواری پورے میدان کو عبور کر کے رسولؐ کی مسند شفاعت تک پہنچے گی تو رسولؐ احترام میں کھڑے ہو جائیں گے۔ اپنی بیٹی کے احترام میں کھڑے ہو جائیں گے۔ اور کہیں گے بیٹی آج امّت کی شفاعت کرنی ہے۔ تو ہے تیرے پاس شفاعت کا کچھ سامان۔ تو ایک مرتبہ بی بی اپنا آنچل پھیلائیں گی اور کہیں گی **بابا کفانا لشفاعت یران مقطوعاتا عتان لا من العباس۔** بابا آج کی شفاعت کے لئے اپنے بیٹے عباس کے دو کٹے ہوئے بازو لائی ہوں۔ اجر کم علی اللہ۔ اجر کم علی اللہ۔

آ گئی نا عباسؑ تک بات۔ کیا عجیب نام ہے۔ کیا عجیب شخصیت ہے۔ کیا عجیب و غریب شہزادہ ہے۔ پانی نہیں پہنچا سکا خیمے تک مگر سقّہ ہے۔ میں نے بیان کیا انہی ایام عزا میں یہ جو گزر رہے ہیں میں نے بیان کیا کہ جب حُر کا رسالہ حسینؑ کے سامنے آیا ہے اور حسینؑ نے اپنے گھوڑے کو موڑنا چاہا۔ تو حُر بڑا بہادر تھا نا۔ اس نے آگے بڑھ کر حسینؑ کے گھوڑے کی لگام تھام لی۔ حسینؑ کو جلال آ گیا۔ کہنے لگے حُر تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے۔ تیری یہ مجال کہ تو میرے گھوڑے کی لگام تھام لے۔ حر کانپنے لگا۔ حر نے لگام چھوڑ دی۔ کہا فرزند رسول آپ نے تو میری ماں کا نام لیا لیکن میں کیا کروں کہ آپؐ کی والدہ کا نام وضو کے بغیر لے نہیں سکتا۔

عباسؑ دور کھڑے ہوئے تھے۔ جیسے ہی حر نے کہا نا کہ آپ کی والدہ کا نام بغیر وضو لے نہیں سکتا یہ جملہ عباسؑ کے کانوں تک پہنچ گیا۔ گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے آئے اور تلوار کھینچی کہا حُر کس کی ماں کا نام لے رہا تھا۔ اگر اب دوبارہ تیری زبان پر یہ

لفظ آیا تو تیری زبان کاٹ دوں گا۔ حسینؑ نے کہا رک جاؤ عباسؑ، بھیا رک جاؤ۔ تلوار نیام میں رکھ لی۔

کیا کمال کی بہادری ہے۔ کیا کمال کی اطاعت ہے۔ سن رہے ہو نا۔ یہ واقعہ شاید دو محرم کا ہے اور اب محرم کی چوتھی تاریخ آئی۔ ظہر سے پہلے کا واقعہ ہے کہ حُر نے، امام حسینؑ سے ملنا چاہا۔ آیا کہا میں حسینؑ سے ملنا چاہتا ہوں۔ عباسؑ نے کہا میں ملنے تو دوں گا مگر اسلحہ یہاں رکھ دے۔ پہچان رہے ہو عباسؑ کو۔ جا میرے مولیٰ سے مل لے۔ مگر تلوار اور نیزہ یہیں رکھ دے۔

بس حُر کی تیوریوں پر بل آ گئے۔ کہا عباسؑ تم نے مجھے کیا سمجھا ہے۔ میں چار ہزار فوجیوں کا کمانڈر ہوں۔ تو ایک مرتبہ تلوار نکالی اور کہا اُس دن مولا سامنے تھے اس لئے بچ گیا۔ اکبرؑ نے کہا چچا خاموش ہو جائیں تلوار رکھ لی۔

بس بس میرے دوستو! میرے عزیزو! اب اس سے زیادہ زحمت نہیں دوں گا یہ واقعہ میں نے کب کا بیان کیا۔ چوتھی محرم کا۔ وقت ظہر سے پہلے ٹھیک بس دوستوں وقت تمام ہو گیا۔ دو دقیقے اور لوں گا بس تم نے گریہ کیا مجلس تمام ہو گئی۔ چوتھی ہی محرم کو ظہر کے بعد حسینؑ نماز سے فارغ ہو کر اپنے خیمے میں استراحت کر رہے تھے۔ حسینؑ کی آنکھ لگ گئی۔ شہزادی زینبؑ اپنے خیمے میں جاگ رہی تھیں ایک مرتبہ شہزادی نے شور کی آواز سنی۔ کہا فضہ ادھر آ۔ فضہ آئی کہا باہر جا کے یہ دیکھ یہ ہنگامہ کیسا ہے۔ گئی فضہ۔ آئی کہا بی بی کیا بتاؤں فوج یزید یہ چاہ رہی ہے کہ خیمے یہاں سے ہٹائے جائیں۔ کہا پھر؟ کہا عباسؑ کو جلال آ گیا ہے۔ بس آخری جملہ ہے میری تقریر کا۔ فضہ کہنے لگی عباسؑ کو جلال آ گیا ہے۔ بھئی اب سنو یہ کردار ہے عباسؑ کا۔ عباسؑ کا کردار ہے جو تمہیں بتلا رہا ہوں۔ کہا اچھا عباسؑ کو جلال آ گیا ہے؟

تم رو چکے نا۔ بھئی واقعہ سن لو میں تو نہ رخصت بیان کر رہا ہوں۔ نہ شہادت بیان کر رہا ہوں۔ میں تو صرف سمجھا رہا ہوں کہ عباسؑ ہے کیا۔ عباسؑ ہے کیا بس اتنا بتلا رہا ہوں۔ بی بی عباسؑ کو جلال آ گیا اچھا فضہ جا اور کہہ عباسؑ سے تمہیں تمہاری

بہن زینبؑ بلا رہی ہیں۔ فضہ آئی کہا ہو گا نا کہ عباسؑ تمہیں تمہاری بہن بلا رہی ہیں۔ نہیں سنو واپس آئی فضہ بس میرے دوستو سنو فضہ واپس آئی کہا بی بی میں کیا بتلاؤں کیا ہوا۔ بی بی میں کیا بتلاؤں عباسؑ کی آنکھیں نکلی ہوئی ہیں کنپٹیوں سے پسینہ گر رہا ہے اور تلوار نکال کر زمین پر خط کھینچ دیا ہے۔ اور کہا جس نے اپنی ماں کا دودھ پیا ہے وہ اس خط کو عبور کر کے دکھلا دے۔ وہ بھی تو علیؑ کی بڑی بیٹی ہیں نا ایک مرتبہ کہنے لگیں کہ جا فضہ عباسؑ سے کہہ اگر واپس نہ آیا تو علیؑ کی بیٹی سر برہنہ نکل آئے گی۔

بس عزیزو! بس آخری جملہ! جب عباسؑ رخصت کے لئے زینبؑ کے پاس آئے تو زینبؑ نے کہا جاؤ عباسؑ جاؤ۔ لیکن اتنا سنتے جاؤ میرے بابا نے کہا تھا کہ زینبؑ ایک دن تم اسیر ہو جاؤ گی تو میں سوچا کرتی تھی کہ جس کا عباسؑ جیسا بھائی ہو اسے کون گرفتار کر سکتا ہے۔ لیکن عباسؑ! آج یقین آگیا چادر بھی چھن جائے گی۔ ہاتھ بھی باندھے جائیں گے۔

نویں مجلس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝
اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۝۲
اِقۡرَاۡ وَ رَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ ۝۳ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ
مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ۝۵ کَلَّاۤ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَیَطۡغٰۤی ۝۶ اَنۡ رَّاٰہُ
اسۡتَغۡنٰی ۝۷ اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجۡعٰی ۝۸

عزیزان محترم! عالمی معاشرہ اور قرآن حکیم کے عنوان سے ہم نے جس سلسلۂ گفتگو کا آغاز کیا تھا وہ سلسلۂ گفتگو اختتام پذیر ہوا۔ قرآن مجید نے انسان کی عادت پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ انسان طغیان کرنے کا عادی ہے۔ "طغیان" کے معنی اپنے کناروں سے نکل جانا۔ طغیان کے معنی اپنی حدوں کو توڑ دینا۔

جب دریاؤں میں پانی بڑھ جاتا ہے اور دریا اپنے کناروں کو توڑ کر کھیتوں میں اور کھلیانوں میں داخل ہو جاتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ طغیانی آگئی۔ کہا جاتا ہے نا کہ بھئی دریا میں طغیانی آگئی۔ تو انسانیت کے کناروں کو توڑنے کا نام ہے طغیان۔ اور اس طغیان کا نتیجہ اچھا نہیں ہے۔ سورہ فجر میں آواز دی۔

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الۡعِمَادِ ۝ الَّتِیۡ لَمۡ یُخۡلَقۡ مِثۡلُہَا فِی الۡبِلَادِ ۝ وَ ثَمُوۡدَ الَّذِیۡنَ جَابُوا الصَّخۡرَ بِالۡوَادِ ۝ وَ فِرۡعَوۡنَ ذِی الۡاَوۡتَادِ ۝ الَّذِیۡنَ طَغَوۡا فِی الۡبِلَادِ ۝ فَاَکۡثَرُوۡا فِیۡہَا الۡفَسَادَ ۝ فَصَبَّ عَلَیۡہِمۡ رَبُّکَ سَوۡطَ عَذَابٍ ۝ اِنَّ رَبَّکَ لَبِالۡمِرۡصَادِ (سورہ فجر آیات ۶ تا ۱۴)۔

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ قوم عاد کا انجام اللہ نے کیا کیا۔ وہ اونچی اونچی عمارتیں

بنانے والے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے قوم ثمود کا انجام کیا کیا۔ وہ جو چٹانیں تراش کر مکان بنایا کرتے تھے۔ وہ اونچی عمارتوں والے تھے یہ ٹیکنالوجی والے ہیں۔ وہ اونچی عمارتوں والے اسکائی اسکیپر والے لوگ تھے۔ فلک شگاف بلڈنگوں والے لوگ تھے۔

وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ اور تم نے نہیں دیکھا کہ بڑے لشکر والے فرعون کو۔ ہم نے کیسے تباہ و برباد کر دیا۔ یعنی اتنا بڑا لشکر کہ جہاں ضرورت ہو بھیج دے۔

الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ تو ان تینوں نے انسانی بستیوں میں سر کشی کی۔

فَاَکْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ اور فساد پھیلا دیا انسانی بستیوں میں۔ تو تمہارے رب نے ان پر عذاب کے کوڑے برسا دیئے۔ تو اب گورا ہو یا کالا مشرق کا انسان ہو یا مغرب کا اس براعظم کا ہو یا اس براعظم کا اس بات کو یاد رکھے کہ جس خدا نے کل کے ظالم کو نہیں چھوڑا وہ آج کے ظالم کو بھی چھوڑے گا نہیں۔ وہ سورہ فجر۔ اور اب سورہ الشمس میں آواز دی۔ گذشتہ سال میں نے سرنامہ کلام میں اس سورہ مبارکہ کی ابتدائی دس آیتیں تلاوت کی تھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا○ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا○ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا○ وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰهَا○ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا○ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا○ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا○ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا○ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا○ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا○ (سورہ والشمس آیات ا تا ۱۰)۔ یہاں تک میں نے آیتیں پڑھی تھیں اور اب آواز دی۔

کَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَآ بڑی سر کشی کی قوم ثمود نے۔

اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا قوم ثمود کا ایک شقی ترین شخص اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْیٰهَا۔ ان کا رسول پکارتا رہا قوم ثمود کا رسول پکارتا رہا۔ یہ اللہ کی اونٹنی ہے یہ اللہ کا ناقہ ہے۔ اس کی بھی حفاظت کرو اس کے پانی کی بھی حفاظت کرو۔

لیکن **فَکَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا** ان سب نے مل کر اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں اور

ان سب نے مل کر رسول کی تکذیب کر دی۔

فدمدم علیھم ربھم بذنبھم فسوھا ۔ اللہ نے تکذیب رسالت کے سبب سے۔ اللہ نے رسالت کو نہ ماننے کے سبب سے نہیں بلکہ قول رسالت کو نہ ماننے کے سبب سے انہیں ملیامیٹ کر دیا اور انہیں تباہ و برباد کر دیا۔

ولا یخاف عقبھا اور اللہ کو ان کے مٹانے کی کوئی پروا نہیں ہے۔ اصلی مستغنی تو وہی ہے نا۔ اصلی بے نیاز تو وہی ہے۔ تم تو جعلی مستغنی ہو۔ جعلی بے نیاز ہو۔ اصلی مستغنی اُسی کی ذات ہے۔ لیکن اب یہاں جملہ کہوں گا۔ اور جملہ کہہ کے میں آگے بڑھوں گا۔ بھئی کس نے کاٹا ناقہ صالح کی ٹانگوں کو۔

مولانا بو علی شاہ صاحب زیدی تشریف فرما ہیں۔ مولانا فیروز الدین رحمانی تشریف فرما ہیں پیر قادری تشریف فرما ہیں۔ پڑھے لکھے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں بھئی کس نے کاٹا۔ صالحؑ کی اونٹنی کی ٹانگوں کو کس نے کاٹا؟ قرآن نے کیا کہا؟ قرآن نے کہا **"فعقروھا"** سب نے مل کر ٹانگیں کاٹ دیں۔ تو کاٹی تو تھیں ایک آدمی نے۔ قرآن الزام لگا رہا ہے پوری قوم پر۔ تو چونکہ پوری قوم ٹانگوں کے کاٹنے پر راضی تھی۔ اس لئے الزام قتل میں برابر کی شریک ہے۔ اب جو بھی قتل حسینؑ پر راضی ہو آج کا ہو یا کل کا۔ صلوات

میں اپنے محترم سننے والوں سے معذرت خواہ ہوں۔ کہ میں اپنی پوری ذاکری کی عمر میں۔ پہلی مرتبہ منبر سے پانی پی رہا ہوں۔ اس لئے میں معذرت چاہ رہا ہوں لیکن بات کو آگے لیجانا ہے۔ تو اب سرکشی سمجھ گئے۔ عجیب ہے یہ انسان کہ درختوں کے ساتھ جی سکتا ہے۔ جانوروں کے ساتھ جی سکتا ہے، سمندروں کے ساتھ زندگی گزار سکتا ہے۔ انسان پہاڑوں کے ساتھ زندگی گزار سکتا ہے مگر اپنے جیسے انسان کے ساتھ نہیں گزار سکتا۔

سمجھ رہے ہو بات کو؟ اگر اللہ، پانی کو اور ہوا کو انسان کی دسترس میں دے دیتا تو یہ انسان دوسرے انسان کو ایک گھونٹ کے لئے ترسا دیتا۔ ایک ایک سانس بھر ہوا کے

لئے ترسا دیتا۔ اب میں کیا عرض کروں اپنے سننے والوں کی خدمت میں میری پالیسی ہے ملت اسلامیہ کی پالیسی ہے بھی۔ جملہ سننا اور اس جملہ کو اپنے ذہنوں کے اندر محفوظ کر لینا۔ اس لئے کہ بہت تیزی کے ساتھ میں آگے بڑھ رہا ہوں۔

میں نے ابھی بین الاقوامی سیاست کی گفتگو تھی۔ اب ملک و ملت کے حوالے سے۔ ہم ملک و ملت کی تقویت چاہتے ہیں۔ اپنے ملک کو مضبوط دیکھنا چاہتے ہیں اپنی ملت اسلامیہ کو مضبوط دیکھنا چاہتے ہیں ہم یہ چاہتے ہیں کہ آئندہ نسلوں میں۔ مضبوط مسلمان پیدا ہوں۔ لیکن ملک کے مستحکم ہونے کے لئے ضروری ہے کہ پورا جسم مستحکم ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ پورا جسم ٹھیک ہو ہاتھ میں فالج ہو۔ پورا جسم ٹھیک ہو ٹانگ ٹوٹی ہوئی ہو۔ بھئی سارے اعضاء صحیح ہوں۔ جب انسان صحیح ہوگا جتنے مسلک ہیں وہ جسم ملّت کے اعضاء ہیں اس لئے ہر مسلک کو جینے کا حق دے دو۔

ہم ملک و ملت کے لئے ہر تعاون کے لئے تیار ہیں۔ بشرطیکہ ہمارے اصول دین محفوظ رہیں ہمارے شعائر مذہبی محفوظ رہیں۔ ہماری عزاداری محفوظ رہے۔ اور ہم تو ہیں ہی مظلوم کے ماننے والے۔ ہم نے کبھی ظالم کو پسند نہیں کیا۔ ہم مظلوم پسند ہیں۔ لیکن مظلوم کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ بزدل ہے۔ مظلوم بزدل نہیں ہوتا۔ تو جب مظلوم بزدل نہیں ہے تو ظالم اپنے آپ کو بہادر نہ سمجھے۔

میرے علیؑ نے تخت خلافت پر آنے کے بعد جو پہلا خطبہ دیا ہے۔ اس پہلے خطبے میں میرے علیؑ نے آواز دی۔ پہلا جملہ ہے پہلے خطبے کا **الحمد اللّٰہ علی احسانہ قدر رجعی علی الحق الی المکان۔** حمد ہے اس اللہ کی۔ احسان ہے اس اللہ کا کہ آج حق پھر اپنی جگہ پر واپس آ گیا۔

یہ کہنے کے بعد علیؑ نے کہا کہ سنو ایک حق تمہارا ہے میرے اوپر اور ایک حق میرا ہے تمہارے اوپر۔ تمہارا حق یہ ہے کہ میں تمہیں انصاف فراہم کروں اور میرا حق یہ ہے کہ تم میری اطاعت کرو۔ تو اگر کسی حکومت میں کسی سلطنت میں انصاف فراہم نہ ہو۔ تو وہ سلطنت نہیں ہے شیطنت ہے۔

کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کے حوالے سے میں نے یہ جملہ کہا کہ کسی سلطنت میں اگر مظلوموں کو ان کا حق فراہم نہ کیا جائے تو وہ سلطنت نہیں ہے شیطنت ہے۔ تاریخ میں حکومت کے عروج وزوال نے بڑے بڑے مناظر دیکھے ہیں۔ بھئی سننا بہت تیزی کے ساتھ میں آگے بڑھ رہا ہوں۔ اٹھا کے دیکھ لو کیسی کیسی تہذیبوں کا عروج ہوا۔ کیسی کیسی تہذیبیں ڈوب گئیں۔ کیسے کیسے تاجدار آئے کیسے کیسے تاجدار خاک میں مل گئے۔

تاریخ خمیس تیسری جلد صفحے کا نشان ۳۰۰ حوالہ یاد رکھو گے نا۔ اچھا میرے مسلک کے کسی عالم نے یہ کتاب نہیں لکھی۔ تاریخ خمیس تیسری جلد صفحے کا نشان ۳۰۰ حیاۃ الحیوان علامہ دیری کی تصنیف۔ دوسری جلد صفحے کا نشان ۲۵۵۔ میں سنی سنائی بتانے کا عادی نہیں ہوں۔ پڑھ کے بات کرتا ہوں۔ سنی سنائی اپنے دوستوں تک نہیں پہنچاتا۔ پڑھ کے بات کرتا ہوں۔ یزید کا بیٹا اس کا نام معاویہ ہے۔ تاریخ اپنے آپ کو دھراتی ہے۔ نام تو آتے جاتے رہے ہیں۔

لیکن کمال کا جملہ سننا۔ بھئی اس جملے کے لئے یہ ساری زحمت تھی۔ دیکھو یزید کا انتقال ہوا۔ اور یزید کا بیٹا معاویہ اپنے گھرمیں گوشہ نشین ہے لوگ آتے ہیں جوق در جوق آتے ہیں۔ کہ آیئے اپنے باپ کے تخت پر بیٹھیے اپنے باپ کی حکومت قبول کیجئے۔ اپنے باپ کی خلافت قبول کیجئے۔ حکم دیجئے فرمان جاری کیجئے۔ آپ یزید کے بعد بادشاہ ہیں۔ جب بہت زیادہ اصرار بڑھا تو اس نے کہا۔ چلو سب جمع ہو جاؤ۔ مسجد میں آکے خطبہ دوں گا اور اس کے بعد طے ہوگا کہ مجھے بادشاہ بننا چاہیئے یا نہیں۔ مجھے بیعت کروانی چاہیئے یا نہیں۔ آیا یزید کا بیٹا مسجد دمشق میں اور آنے کے بعد اس نے خطبہ دیا۔ اُس خطبے کے حوالے میں نے دو دیئے۔ دو حوالے جا کے خطبہ دیکھ لینا۔ پورا خطبہ نہیں سناؤں گا۔ پانچ جملے سنو کہنے لگا۔

"ایها الناس" اے مسلمانوں نہیں۔ اے لوگوں **"ایها الناس"**۔ **"ایها المسلمون"** نہیں **"ایها الناس"** اے لوگو! تم اس لئے آئے ہو۔ مجمع

جمع کر کے آئے ہو۔ کہ مجھے میرے باپ کی گدی پر بٹھادو۔ اور میری بیعت کرلو۔ تو پہلے جو میں کہہ رہا ہوں وہ سن لو۔

میرے باپ دادا نے وحی الٰہی کو روکنے کی کوشش کی۔ (جادو وہ جو سر پہ چڑھ کر بولے)۔ میرے باپ دادا نے نزول قرآن کو روکنے کی کوشش کی۔ میرے باپ دادا نے رسول اللہ کو ستایا۔ میرے باپ دادا نے رسول اللہ کو اتنا ستایا اتنا ستایا کہ رسولؐ کو ہجرت کرنی پڑی۔ میرے باپ دادا نے علیؑ سے ٹکر لی۔ جبکہ میرے باپ دادا جان رہے تھے کہ علیؑ کعبہ میں پیدا ہوا ہے۔ صلوات

جملہ سنو گے؟ میرے باپ نے نبیؐ کے نواسے کے خون میں اپنا ہاتھ رنگ لیا۔ تو میں اس قابل نہیں ہوں۔ جملہ سنو جملہ۔ میں اس قابل نہیں ہوں کہ تم مجھے خلیفۃ المسلمین بناؤ۔ اگر واقعاً بنانا چاہتے ہو۔ تو مدینے جاؤ اور سید سجادؑ کے ہاتھ پر بیعت کرلو۔ یہ ہے سید سجادؑ کے خطبے کا اثر۔ جو شام میں اُسی مسجد میں آپؑ نے دیا تھا۔ تو جاؤ۔ مدینہ جاؤ سید سجادؑ کے ہاتھ پر بیعت کرلو۔

اب مجھے جملہ کہنے کی اجازت ہے کہ مجرم خود اعترافِ جرم کررہا ہے۔ وکلا تشریف فرما ہیں تو جب مجرم اقرارِ جرم کرلے تو پھر وکیل صفائی کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ سمجھ رہے ہو نا بھئی بڑے عجیب مرحلے پر لے آیا۔ تو ساری تقریروں کا خلاصہ یہ ہے کہ تمہاری عادت طغیان، قرآن کا حکم اطاعت۔

۱۹ مقامات پر قرآن مجید نے۔ **اطیعوا** کے ساتھ کہا ہے۔ **اطیعواللّٰہ** اطاعت کرو اللہ کی۔ بہت زحمت نہیں دوں گا۔

یا ایھا الذین آمنوا اطیعواللّٰہ والرسول۔ اطاعت کرو اللہ کی۔ اطاعت کرو رسول کی۔ **یا ایھا الذین۔ آمنوا اطیعواللّٰہ و اطیعوا الرسول واولی الامر من کم۔** اطاعت کرو اللہ کی، رسول کی، صاحبان امر کی! بھئی عجیب بات یہ ہے اب یہاں روکوں گا۔ اور اب اس سے زیادہ زحمت نہیں دوں گا۔ کہ اللہ نے انسانیت کو بھیجا محمدؐ کی طرف۔

اور اب محمدؐ نے آواز دی۔

الاومن مات علیٰ حب آلِ محمد مات شهیداً۔ بھئی رکے رہو۔
ہزاروں مرتبہ یہ حدیث سنی ہوگی۔ تو اب مولانا فیروز الدین رحمانی کو گواہ کر رہا ہوں۔
محی الدین ابی عربی رحمت اللہ علیہ نے تفسیر اکبر میں اور جار اللہ زمخشریؒ نے تفسیر کشاف میں لمبی حدیث لکھی ہے۔ اس کا یہ چھوٹا سا جملہ ہے۔ پوری حدیث نہیں سناؤں گا۔ لیکن میرے نبی نے کہا

الاومن مات علیٰ حب آل محمد مات شهیدا۔ آگاہ ہو جاؤ۔ کہ جو آلِ محمدؐ کی محبت رکھ کے دنیا سے جائے۔ وہ شہید مرا۔ یاد رہے ان دونوں بزرگوں کا تعلق میرے مسلک سے نہیں ہے۔

اچھا بھئی سننا خدا کی قسم سننا۔ اس لئے کہ مجھے تو اس وقت بولنے میں بھی زحمت ہو رہی ہے۔ "**الا ومن مات**"۔ اچھا وہ جملے یاد ہیں۔ جو آلِ محمدؐ کی محبت میں دنیا سے جائے وہ شہید گیا، تائب گیا، مغفور گیا، کامل الایمان گیا۔ اور جو آلِ محمدؐ کی دشمنی میں دنیا سے جائے۔ "**مات کافر**" وہ کافر گیا۔ سن رہے ہو نا اچھا تو قرآن کی ایک آیت سنتے جاؤ۔ سورہ زمر انتالیسواں سورہ قرآن کا۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ (سورہ زمر آیت ۵۳) رسول میرے بندوں سے کہہ دو مسلمان بندوں سے کہہ دو۔ کہ تمہیں اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ سارے گناہ معاف کر سکتا ہے۔

توجہ رہے۔ بہت توجہ رہے۔ اسی لئے اللہ کی رحمت سے مایوسی مسلمان کے لئے گناہ ہے۔ طے ہو گئی بات مسلمان کے لئے مایوسی گناہ ہے۔

لا تقنطوا من رحمة اللّٰه۔ اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہونا۔ کون، مسلمان کو حکم ہے اور اب پھر واپس چلو اس حدیث کی طرف۔

الا ومن مات علیٰ بغض آلِ محمد جا فی یوم القیامة

مکتوب بین یدیہ یئس من رحمۃ اللّٰہ جو آلِ محمدؐ کی دشمنی میں مر جائے۔ جب وہ قیامت میں آئے گا تو اس کی پیشانی پر لکھا ہوا ہوگا۔ کہ یہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔ پہنچ گئی بات۔ صلوات

بات نہیں پہنچی خدا کی قسم اگر پہنچ گئی ہوتی۔ تو مجھے جملہ دھرانے کی ضرورت نہیں تھی۔ آیت نے کہا کہ مسلمانوں مایوس نہ ہونا اور جو دشمنی رکھے۔ اُس کی پیشانی پر قیامت میں لکھ دے گا۔ کہ یہ مایوس ہے۔ تو جو دشمن ہوگا وہ مسلمان نہیں ہوگا۔ جو مسلمان ہوگا وہ دشمن نہیں ہوگا۔ صلوات

سمجھ رہے ہو نا۔ میں نے اپنے سننے والوں کو زحمت دی۔ تو اللہ نے ذات محمدؐ کی حفاظت کی۔ محمدؐ نے اپنی اولاد کی حفاظت کی۔ کیا ذات محمدؐ کی حفاظت قرآن کے علاوہ اللہ نے نہیں کی؟ کیا مکڑی سے جالا نہیں بنوایا؟ کیا کبوتر سے آشیانہ نہیں بنوایا؟ کیا کبوتری سے انڈے نہیں دلوائے؟ ٹھیک ہے نا۔

بھئی انکار ہے اس بات سے؟ کہ مکڑی سے کہا جالا بن دے اس غار پر جس غار کے اندر میرا نبی ہے۔ کبوتر سے کہا وہ درخت جو وہاں موجود ہے اُس پر آشیانہ بنا۔ اور کبوتری سے کہا انڈے دے۔

اچھا مجھے بتاؤ کہ مکڑی نے جو غار کے دھانے پر جالا بنا کیا اپنی فطری خواہش سے بُن دیا۔ کبوتر نے جو آشیانہ بنایا کیا اپنی فطری خواہش سے بنا؟ یا کبوتری نے جو انڈے دیئے کیا یہ اس کی جبلی خواہش تھی۔

نہیں بھئی یہ حفاظت محمدؐ پر مامور تھے۔ مکڑی بھی حفاظت محمدؐ پر مامور۔ کبوتر بھی حفاظت محمدؐ پر مامور۔ یہ اللہ کی طرف سے مامور تھے۔ تو چار دن کے لئے محمدؐ کی حفاظت اگر کرنی ہو تو اللہ اپنے بھیجے کہ وہ حفاظت کر دیں۔ تو کیا مکے میں بارہ برس جو اللہ نے ابو طالب سے حفاظت کروائی ہے۔ صلوات۔

چار دن غار ثور میں جو رسول رہے۔ تو اللہ رسول کی حفاظت کا بندوبست کرے۔ تو مکی زندگی میں بارہ برس جو ابو طالب حفاظت کرتے رہے۔ بھئی توجہات

مبذول ہیں نا۔ اب مجھے جملہ کہنے کی اجازت دے دو۔ کہ جب محمدؐ کا محافظ، تم نہیں بناؤ گے اللہ کی طرف سے آئے گا۔ طے ہو گئی نا بات تو جب تم محمدؐ کا محافظ نہ بنا سکو تو محمدؐ کے منبر کا خطیب کیسے بنالو گے۔ صلوات۔

اگر محافظ خدا کی طرف سے آیا ہے۔ تو رسول کے منبر کا خطیب بھی۔ خدا ہی کی طرف سے آئے گا۔ تو اب دیوارِ کعبہ پہ نگاہ جمائے رکھنا۔ ایک بی بی چلی کعبہ کی طرف اور دروازے کو چھوڑ کر دیوار کے آگے کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی۔

اللھم انی مومنہ بک۔ علیؑ کا حمل ہے پیٹ میں۔ اور بنت اسد کہہ رہی ہیں پروردگار میں تو تجھ پر ایمان رکھتی ہوں۔ یہ اعلان نبّوت سے دس سال پہلے کا جملہ ہے۔

بھئی بہت توجہ رہے۔ نبوت سے دس سال پہلے کا جملہ ہے۔ مالک میں تجھ پر ایمان رکھتی ہوں۔ دعا مانگی۔ دیوار پھٹی۔ اب مجھے جملہ کہنے کی اجازت دے دو۔ مولانا رحمانی بیٹھے ہوئے ہیں، پیر قاضی بیٹھے ہوئے ہیں۔ مولانا بو علی شاہ زیدی بیٹھے ہوئے ہیں۔ جاؤ جتنے مسلکوں کی فقہیں ملیں ان ساری فقہوں کو دیکھ لینا۔ بچہ، بچہ بلوغ تک اپنے باپ کے مذہب کے حکم میں ہوتا ہے۔

بھئی بات پہنچی یا نہیں پہنچی۔ یعنی اگر باپ یہودی ہے۔ بچہ یہودی، بلوغ تک اگر باپ مسلمان ہے بچہ مسلمان۔ اگر باپ عیسائی ہے بچہ عیسائی۔ اگر باپ ہندو ہے تو بچہ ہندو، کب تک بلوغ تک تو اب میں پوچھوں اے شرک سے نفرت کرنے والے خدا یہ ابو طالب کے بیٹے کے لئے اپنے گھر کی دیوار کیوں توڑ رہا ہے؟ میں نے زحمت دی۔ صلوات۔

میں نے، اپنے سننے والوں کو زحمت دی اب اس سے زیادہ زحمت سماعت نہیں دوں گا۔ ابو طالب کے بیٹے کے لئے دیوار کیوں توڑ دی کہا بھئی بات یہ ہے کہ میرے قرآن کا مزاج یہ ہے کہ اگر پہاڑ پر آجائے تو پہاڑ ٹوٹ جائے۔ اور میرے علیؑ کا مزاج یہ ہے کہ اگر کعبہ میں آئے تو دیوار ٹوٹ جائے۔ بس دونوں برابر ہیں۔

قرآن ہو یا علیؑ دونوں برابر ہیں اب میں کیسے اپنے سننے والوں کی خدمت میں

عرض کروں۔ بھئی عجیب مرحلہ ہے ایک رسولؐ کے دل پر آیا۔ ایک رسولؐ کی گود میں آیا۔ بھئی ہوا تو یہی ہے۔ کہ قرآن رسولؐ کے دل پر آیا۔ اور علیؑ رسولؐ کی گود میں آیا۔ قرآن نے رسولؐ کی زبان چومی۔ تو علیؑ نے بھی رسولؐ کی زبان چوسی۔

ہے تو یہی اب اس سے زیادہ زحمتِ سماعت نہیں ہے۔ قرآن نے میرے نبیؐ کی زبان چومی۔ تو علیؑ نے بھی میرے نبی کی زبان چوسی۔ قرآن قلب مطہّر پر آیا۔ نہیں۔ مگر نہیں بلکہ قرآن قلب مطہّر پر اترا۔ تو علیؑ دوشِ مطہر پر چڑھا۔ پہنچ رہی ہے نا بات۔ بس اب اس سے زیادہ زحمت سماعت نہیں دوں گا۔ قرآن کی تلاوت عبادت، تو علیؑ کی زیارت عبادت۔

بھئی میں کیسے اپنے سننے والوں کی خدمت میں عرض کروں۔ قرآن برابر ہے علیؑ کے۔ علیؑ برابر ہے قرآن کے۔ لیکن ایک فرق مجھ سے سنتے جاؤ۔ قرآن برابر ہے علیؑ کے، اور علیؑ برابر ہے قرآن کے لیکن اللہ نے ایک فرق رکھ دیا۔ اگر بیٹھے ہوئے قرآن، قرآن قرآن کہتے رہو تو یہ عبادت نہیں ہے۔ لیکن اگر بیٹھے ہوئے علیؑ علیؑ کہتے رہو۔ تو یہ عبادت ہے۔ صلوات۔

آج کی حد تک اس سے زیادہ گزارش نہیں کروں گا۔ میں بات کو اس مرحلے پر روک رہا ہوں، تو جہات مبذول رہیں۔ بات رک گئی۔ قرآن، صامت ہے۔ علیؑ، ناطق ہے۔ بچہ گود میں آیا پڑھ رہا تھا قرآن۔ خدا کی قسم میں نے اس روایت پہ کبھی شبہ نہیں کیا کہ تین دن کا علیؑ میرے رسولؐ کے ہاتھوں میں آکر قرآن پڑھے اس لئے کہ وہ رسولؐ جس کے ہاتھوں پر کنکریاں بولنے لگیں اگر بچہ بولے تو تعجب کیا ہے؟

بس میرے دوستو میرے عزیزو اب اس سے زیادہ زحمت سماعت نہیں دوں گا۔ تم میری آواز کی خستگی دیکھ رہے ہو۔ بس ایک جملے سے جاؤں گا مصائب کی طرف۔ آج محرم کی نویں تاریخ ہے۔ تم ایک مظلوم پسند قوم ہو۔ یہ تابوت، یہ علم، یہ ذوالجناح یہ علیؑ اصغر کا جھولا۔ اس بات کے گواہ ہیں کہ ہم ایک مظلوم کا ماتم کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ ایسا مظلوم جو ہم سے جدا ہو گیا۔

اور اگر مجھے شکریہ ادا کرنے کی عادت ہوتی تو میں شکریہ ادا کرتا۔ کہ تم نے

بڑی زحمت فرمائی تم نے مسلسل نو گھنٹے اس گرمی میں مجھے سماعت کیا۔ لیکن میں تو عادی نہیں ہوں شکریہ ادا کرنے کا۔ اس لئے کہ میں ذکر آلِ محمدؐ کر رہا ہوں تم اُس ذکر کی سماعت کر رہے ہو ٹھیک ہے نا۔ اور اگر میں اگر میں عادی ہوتا نا شکریہ ادا کرنے کا جب بھی آج کے دن میں شکریہ ادا نہ کرتا۔

بھئی میں کون ہوں شکریہ ادا کرنے والا؟ شکریہ تو وہ بی بی ادا کرے گی جس نے چکی پیس پیس کر حسینؑ کو پالا تھا۔ خدا تمہارے گھروں کو محفوظ رکھے۔ اُس گھر کے صدقے میں جو عاشور کے دن اُجڑ گیا۔ خدا تمہاری بیبیوں کی گودیوں کو آباد رکھے اس بچے کے صدقے میں۔ خدا تمہاری بچیوں کو شاد و آباد رکھے اس بچی کے تصدق میں جو راہ کوفہ و شام میں طمانچے کھاتی ہوئی گئی ہے۔

جاؤ اور بڑے اطمینان سے ماتم کرتے ہوئے جاؤ۔ جاؤ اور بڑے سکون کے ساتھ ماتم کرتے ہوئے جاؤ۔ جاؤ اور بڑے اطمینان سے اپنے تبرکات کو لئے ہوئے جاؤ اس لئے کہ میں تمہارے جلوس کے پیچھے کسی بی بی کی آواز محسوس کر رہا ہوں۔ کہ بار الٰہا میرے بچے کے عزاداروں کو محفوظ رکھ۔ اجرکم علی اللہ۔ اجرکم علی اللہ۔

ایک منزل آئی میرا مولا اکیلا ہوا۔ اور اکیلا ہونے کے بعد بھئی جملے سننا۔ جب میرا مولیٰ اکیلا ہوا تو ایک مرتبہ باہر آیا اور باہر آنے کے بعد اس نے آواز دی۔

این! این! حبیب ابن مظاھر۔ این! این! مسلم ابن عوسجہ۔ این! این! زھیر ابن قین کہاں ہیں حبیب؟ کہاں ہیں مسلم؟ کہاں ہیں زہیر؟۔ ارے کہاں ہے میرا عباس؟ کہاں ہے اکبر۔ **اجرکم علی اللّٰہ۔**

تاریخیں لکھتی ہیں کہ جب حسینؑ لاشوں کو آواز دے رہے تھے تو لاشوں میں کروٹوں کے آثار تھے۔ پھر خود ہی حسینؑ نے جواب دیا کہ انہیں موت نے ہم سے جدا کر دیا ورنہ ممکن نہیں تھا کہ یہ ہماری آواز پر نہ آجاتے۔

یہ کہہ کر حسینؑ میدان میں آئے۔ اور تین نعرے بلند کئے۔ **ھل من ناصر ینصرنا۔ ھل من مغیث یغیثنا۔ ھل من ذاب یذب عن حرم**

رسول اللّٰہ ہے کوئی ہماری مدد کرنے والا۔ ہے کوئی ہمارے استغاثہ پہ لبیک کہنے والا۔ ہے کوئی حرم محمدؐ کی حفاظت کرنے والا۔ رو چکے نا رو چکے۔ جملے حسینؑ کے پھر سننا۔

ھل من ناصر ینصرنا۔ ہے کوئی ہماری مدد کرنے والا۔

ھل من مغیث یغیثنا ہے کوئی ہمارے استغاثہ پر لبیک کہنے والا۔

ھل من ذاب یذب عن حرم رسول اللّٰہ ہے کوئی حرم رسولؐ کی حفاظت کرنے والا۔

فوج یزیدؔ کا راوی کہتا ہے کہ جیسے ہی حسینؑ نے استغاثہ کی آواز بلند کی حسینؑ کے دو خیموں میں ہل چل ہوئی۔ ایک خیمہ سے بیمار بیٹا ٹوٹا ہوا نیزہ لئے ہوئے باہر آیا۔ چلا مقتل کی طرف۔ چلا میدان کی طرف ایک مرتبہ حسینؑ نے ام کلثوم کو پکارا۔

"**خزینی امُ کلثوم**" سیدِ سجادؑ کو روکو۔ جب آئی ہیں نا ہاتھ تھامنے کے لئے تو بڑی بے کسی سے بڑی آس سے سجادؑ نے رو کر کہا پھوپھی اماں آپ نے نہیں دیکھا میرا بابا پکار رہا تھا۔ میرا بابا، میرا بابا مدد کے لئے پکار رہا تھا۔

حسینؑ دوڑتے ہوئے آئے، سجادؑ کو اپنی گود میں لیا۔ سجاد کو خیمہ میں بٹھایا اور کہا تم۔ اسرار امامت کے وارث ہو۔ سجاد خیمے میں آؤ۔ یہ ایک خیمہ تھا جس سے یہ رد عمل سامنے آیا اور دوسرا خیمہ۔

کسی خیمے میں بیبیوں کے رونے کی آواز بلند ہو گئی۔ حسینؑ دوڑتے ہوئے خیمے کے دروازے پر آئے۔ کہا بیبیوں ہوا کیا؟ تو شہزادی زینبؑ نے کہا بھیا جیسے ہی تمہاری آواز بلند ہوئی **ھل من ناصر ینصرنا** بچے نے اپنے آپ کو جھولے سے گرا دیا۔

اجر کم علی اللّٰہ۔ اجر کم علی اللّٰہ۔

کہا لاؤ بہن، اصغر کو میری گود میں دے دو۔ اربابِ مقاتل لکھتے ہیں کہ شہزادی زینبؑ نے جواب دیا کہ بھیا بچہ کسی کی گود میں نہیں جا رہا ہے۔ حسینؑ خیمے میں آئے بچہ لپک کر حسینؑ کی گود میں آ گیا۔ تم نے گریہ کیا، مجلس تمام ہو گئی۔

حسینؑ میدان میں آئے۔ اور آنے کے بعد آواز دی۔ اے قوم اشقیا، اس کی

ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔اور اسے تین شبانہ روز سے پانی نہیں ملا اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ حسینؑ اس کے بہانے سے خود پی لے گا تو حسینؑ اسے جلتی ریت پر لٹادیتا ہے۔

حسینؑ نے بچے کو لٹایا۔ دور کھڑے ہو گئے جب کوئی جواب نہ آیا تو پھر قریب آئے کہا بیٹے فوج کو تیرے باپ کی بات پر اعتبار نہیں ہے۔ اب تو خود ذرا اپنی پیاس بتلادے۔ بچے کو بلند کیا۔ بچے نے سوکھی زبان باہر نکالی ادھر سے حرملہ کا تیر چلا

اجر کم علی اللّٰہ، اجر کم علی اللّٰہ۔

بس آخری جملے ہیں تقریر کے ادھر سے حرملہ کا تیر چلا۔ بچہ اپنے باپ کے ہاتھوں میں منقلب ہو گیا۔ سننا، سننا شہزادے کا ماتم ہے علی اصغر کا ماتم ہے ایک مرتبہ حسینؑ نے عبا کا سایہ کیا اصغر کے لاشے پر۔ اور پلٹے۔ رباب سے کہہ کے چلے تھے کہ میں تمہارے بیٹے کو پانی پلا کے لاؤں۔ اب لاش پہنچانی ہے رباب تک۔ حسینؑ کیا کرے؟

تو ایک مرتبہ حسینؑ نے ہمت باندھی اور کہا۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون رضاً بقضائہٖ و تسلیماً لامرہ۔

سات مرتبہ حسینؑ آگے بڑھے سات مرتبہؑ پیچھے ہٹے۔ ایک مرتبہ امامت کے دل کو مضبوط کیا۔ خیمے کے دروازے پہ آئے۔ کہا رباب ذرا میری بات سننا۔ ام رباب دروازے پر آئی۔ ایک مرتبہ حسینؑ نے امام رباب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں کہا۔ رباب میں کون ہوں؟

کہا آپ میرے والی ہیں، آپ میرے وارث ہیں، آپ امامِ وقت ہیں، آپ فرزند رسولؐ ہیں۔ تو کہا رباب اگر میں کچھ کہوں تو میری بات کو مانو گی۔ کہا مولیٰ مانوں گی۔ ایک مرتبہ عبا کا دامن ہٹایا کہ رباب پانی تو نہ پلا سکا ارے تیرے بچے کا لاشہ لایا ہوں۔ رباب نے بال کھول دیئے۔ علی اصغر کا خون لیا اپنے بالوں پر ملنا شروع کیا کہا ایسے بچے بھی ذبح ہو جاتے ہیں ہمیں معلوم نہیں تھا۔

مجلس شام غریباں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اَلَمۡ تَرَوۡا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ
وَ اَسۡبَغَ عَلَیۡکُمۡ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّ بَاطِنَۃً ؕ وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ
یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ وَّ لَا ہُدًی وَّ لَا کِتٰبٍ مُّنِیۡرٍ ﴿۲۰﴾
(سورۂ لقمان، آیت : ۲۰)

صلوات

عزیزانِ محترم! سورہ لقمان قرآن مجید کا اکتیسواں سورہ ہے اور میں نے اس متبرک اور معزز و محترم اجتماع کے لئے اس سورہ کی بیسویں آیت کی تلاوت کا شرف حاصل کیا۔ اس آیہ مبارکہ میں پروردگار عالم نے یہ ارشاد فرمایا کہ

"الم تروا ان اللّٰہ سخر لکم مافی السموات وما فی الارض"۔ کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان و زمین کی چیزوں کو تمہارے لئے کس طریقے سے مسخر کردیا ہے۔

"واسبغ علیکم نعمه ظاهرة و باطنة"۔ اور اللہ نے تمہیں اپنی بے شمار نعمتیں عطا کیں اپنی لاتعداد نعمتیں عطا کی ہیں۔

"ظاهرة و باطنة" ایسی نعمتیں جو ظاہری ہیں جو تمہیں نظر آرہی ہیں **"وباطنة"** اور کچھ ایسی نعمتیں بھی ہیں جو باطنی ہیں۔ ان نعمتوں کے باوجود۔

" ومن الناس من یجادل فی اللّٰہ بغیر علم ولا هدی ولا

کتاب منیر۔ انسانوں میں ایسے بھی ہیں کہ نعمتیں لینے کے باوجود اللہ پر بحث کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ نہ ان کے پاس علم ہوتا ہے نہ ہدایت ہوتی ہے۔ نہ کتاب ہوتی ہے۔

"**واسبغ علیکم نعمه ظاهرةً وّ باطنةً**"۔ اللہ نے تم پر اپنی نعمتیں برسائیں۔ اللہ نے تمہیں بھرپور طریقے سے نعمتیں دی ہیں۔ نعمت ایک بڑے وسیع مفہوم کا لفظ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شئے جو انسان کو فائدہ پہنچائے۔ بھئی پہلے نعمت کا مفہوم تو سمجھ لو پھر سمجھ میں آئے گا پروردگار نے نعمتیں کیا دیں۔ نعمت کہتے ہیں ہر اس شے کو جو انسان کو فائدہ پہنچائے۔

ایک پورا پیراگراف ہے سورہ نحل میں جہاں پروردگار نے اپنی نعمتیں گنوائیں۔ گزرتے ہوئے گنوائیں۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعۡضَكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ فِى الرِّزۡقِ‌ۚ فَمَا الَّذِيۡنَ فُضِّلُوۡا بِرَآدِّىۡ رِزۡقِهِمۡ عَلٰى مَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ فَهُمۡ فِيۡهِ سَوَآءٌ‌ ؕ اَفَبِنِعۡمَةِ اللّٰهِ يَجۡحَدُوۡنَ (سورہ نحل آیت ۷۱) اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے۔ بھئی کیا کمال کی آیت ہے۔ **فَمَا الَّذِيۡنَ فُضِّلُوۡا** تو جن کے پاس رزق زیادہ آگیا ہے۔

"**بِرَآدِّىۡ رِزۡقِهِمۡ عَلٰى مَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ**"۔ جن کے پاس رزق زیادہ آگیا ہے وہ غریبوں کی طرف پلٹاتے کیوں نہیں۔ یہ نہیں کہا کہ دیتے کیوں نہیں۔ پلٹاتے کیوں نہیں۔ حق ان کا تھا آیا تمہارے پاس۔ پالیسی دی پروردگار عالم نے اس آیہ مبارکہ میں کہ کسب معاش میں فضیلتیں ہیں۔ استعمال میں برابر ہیں۔

"**فَهُمۡ فِيۡهِ سَوَآءٌ**" استعمال میں سب برابر ہیں۔

"**افبنعمة الله يجحدون**" کیا ہو گیا ہے کہ یہ اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔ وسعت رزق نعمت ہے۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَـكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا وَّجَعَلَ لَـكُمۡ مِّنۡ اَزۡوَاجِكُمۡ بَنِيۡنَ

وَ حَفَدَۃً وَّ رَزَقَکُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰہِ هُمْ یَکْفُرُوْنَ۔ (سورہ نحل آیت ۷۲)

اللہ نے تمہاری ہی طینت سے اور تمہارے ہی مزاج سے تمہیں شریک زندگی عطا کیا۔ اور اس شریک زندگی کے ذریعے تمہاری نسل کو بقا عطا کی۔ اور وہ نسل آگے بڑھی اولاد کی صورت میں۔ پوتوں کی صورت میں۔

"**وَرَزَقَکُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ**"۔ اور اللہ نے تمہیں پاک وپاکیزہ رزق عطا کیا۔

"**اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ**"۔ اتنی نعمتوں کے باوجود ایمان باطل پر رکھتے ہو۔ تو شریک زندگی نعمت بھی کمال کی بات ہے۔ نسل نعمت، اولاد نعمت بقائے نسل نعمت اور پھر آگے بڑھ کے نو آیتوں کے بعد کہا۔

وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَکْنَانًا وَّجَعَلَ لَکُمْ سَرَابِیْلَ تَقِیْکُمُ الْحَرَّ وَ سَرَابِیْلَ تَقِیْکُمْ بَاْسَکُمْ ؕ کَذٰلِکَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تُسْلِمُوْنَ ○ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ○ یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰہِ ثُمَّ یُنْکِرُوْنَهَا وَاَکْثَرُهُمُ الْکٰفِرُوْنَ (سورہ نحل آیات ۸۳۔۸۲۔۸۱)۔

اللہ نے تمہیں پہاڑ دیئے۔ اللہ نے تمہیں پہاڑوں میں غار دیئے۔ اللہ نے تمہیں سایہ دیا اگر مسلسل دھوپ رہتی تو جل جاتے۔ دیکھو، کس مقام سے قرآن نعمتوں کا تعارف کرا رہا ہے۔ اور اس کے بعد پروردگار نے آواز دی۔

"**وجعل لکم سرابیل تقیکم الحر وسرابیل تقیکم باسکم**"۔

اللہ نے تمہیں لباس سکھلائے۔ سردیوں کے بھی گرمیوں کے بھی۔

"**کذٰلک یتمّ نعمته علیکم**"۔ اللہ اپنی نعمتوں کو اسی طریقے سے تم پر مکمل کرتا ہے۔

"**لعلکم تسلمون**"۔ تاکہ تم مسلمان بن جاؤ۔ تو نعمتیں اس لئے دیں کہ مسلمان بن جاؤ۔ ظالم بننے کے لئے نہیں دیں۔ نعمت اس لئے دی، کہ مسلمان بنو نہ کہ

اطاعت کو کم کردو ظلم کے لئے تمہیں نعمتیں نہیں دیں یا زمینوں کی رگوں سے طاقتوں کو نچوڑ کر اپنی دہشت کا اعلان کرو اس لئے نعمتیں نہیں دی۔

بھئی عجیب مرحلہ فکر ہے جہاں سننے والوں کو روکنا چاہ رہا ہوں بھئی یہ جو سلسلہ ہے نا وسعت رزق نعمت، پانی نعمت، لباس نعمت، پہاڑ نعمت، پہاڑوں کے غار نعمت، شریک زندگی نعمت، اچھا لباس نعمت، مکان نعمت، سواری نعمت۔ میں نے آیتیں چھوڑ دی ہیں درمیان سے۔

اچھا تو یہ وہ نعمتیں ہیں ظاہری ہیں جو تمہاری نگاہوں کے سامنے ہیں جو تمہاری نگاہوں کی رینج (Range) میں ہیں یہ وہ نعمتیں ہیں۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ جو نعمتیں گنوائیں ان میں سے کسی کو دوام نہیں ہے۔ کسی کو ٹھہراؤ نہیں اور جو فلسفہ سورہ والعصر میں تھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ وَالۡعَصۡرِ ○ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ○ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ○ گزرتے ہوئے زمانے کی قسم ادھر زمانہ بدلا ادھر چیزیں بدلیں۔ نہ علم ٹھہرتا ہے نہ فلسفہ ٹھہرتا ہے۔ نہ کتابیں ٹھہرتی ہیں۔ اور اگر کوئی فلسفہ رک جاتا تو آج بھی ہم عہد سقراط میں زندہ ہوتے۔

تو تمہاری دنیا وہ جس کی ہر نعمت گزر جائے۔ زوال پذیر ہے، فنا پر آمادہ ہے، ختم ہو جانے والی ہے اور ایک دنیا وہ جس کی ہر نعمت کو دوام ہے۔ ہر نعمت کو ٹھہراؤ ہے۔ ہر نعمت کو ہیشگی ہے۔ تو تمہاری دنیا کا نام ہے دنیا۔ اُس دنیا کا نام ہے آخرت کہ جہاں کی ہر شے دائمی ہے، سنو اس لئے کہ، کسی مرحلے تک لے جانا چاہ رہا ہوں۔ اور اس مرحلے تک لے جانے کے لئے اس تسلسل کی ضرورت ہے۔

تو دنیا کی کوئی نعمت ٹھہرتی نہیں، ٹھیک۔ لیکن ایک دنیا اس دنیا سے پرے ہے۔ دنیا کے تقریباً سارے مذاہب اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ ایک دنیا اس دنیا سے ماورا ہے۔ اس دنیا کے بعد ایک دنیا ہے اس دنیا کی ہر نعمت ٹھہرتی ہے۔ اور ہم نے

سمجھانے کے لئے اس دنیا کا نام جنت رکھا۔ تو قرآن نے یہی لفظ دیا ٹھیک۔ وہ دنیا جس میں ہر نعمت ٹھہر جائے گی اس کا نام ہے جنت۔ تو یہ ساری نعمتیں جو دنیا کی ہیں فنا ہونے والی۔ جنت کی ہر نعمت ٹھہرنے والی۔

جنت خود نعمت اور جو جنت لے جائے۔ اگر دائمی نعمتوں کی تمنا ہے۔ تو جنت میں جاؤ تو جو نعمت تک لے جائے وہ خود بھی نعمت، جنت نعمت اور جنت نہیں ملے گی جب تک دین پر نہ آؤ۔ اس لئے دین نعمت اور دین نام ہے اتباع محمدؐ کا اس لئے محمدؐ نعمت۔

بھئی یہی تو سبب ہے کہ قرآن مجید نے دو مقامات پر میرے نبی کو نعمت کہا اور سنو۔ اب جو دو آیتیں میں اپنے سننے والوں کی خدمت میں ہدیہ کر رہا ہوں انہیں میں نے اسی منبر سے ۱۴۱۱ھ میں ہدیہ کیا تھا۔ اور آج استدلال میں تبدیلی کر رہا ہوں میرا نبی نعمت ہے سورہ نحل سولہواں سورہ قرآن کا اور دو مسلسل آیات۔ ۱۱۲ اور ۱۱۳۔

بھئی دیکھنا نعمت۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ○ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَ هُمْ ظٰلِمُوْنَ○ اللہ تمہارے سامنے اس بستی کی مثال بیان کرتا ہے۔ بھئی دو لفظ ہیں نا بستی میں امن بھی تھا بستی میں اطمینان بھی تھا۔ بتاؤ ان دونوں لفظوں میں فرق کیا ہے۔ قرآن بے مصرف کوئی لفظ استعمال نہیں کرتا۔ بتاؤ امن اور اطمینان میں فرق کیا ہے۔ امن سڑکوں کا۔ اطمینان گھر کا۔

ضرب اللّٰه مثلاً قرية كانت امنة مطمئِنة ياتيها رزقها رغدا من كل مكان ۔ اور سنو اس امن اور اطمینان والی بستی میں رزق کھنچ کر ساری دنیا سے پہنچ رہا تھا۔ سن لیا۔ امن بھی ہے اطمینان بھی ہے، رزق وافر بھی ہے۔

"**فكفرت بانعم اللّٰه**"۔ اس بستی کے رہنے والوں نے اللہ کی نعمتوں کو

کفران کر دیا۔ توجہ رہے۔

"فاذا قها اللّٰہ لباس الجوع و الخوف بما کانوا یصنعون"۔

جب انہوں نے کفران نعمت کیا نا اللہ کی نعمت ٹھکرا دی۔ تو اللہ نے کیا کیا؟ اللہ نے ان پر دو عذاب بھیج دیئے۔ ایک بھوک کا عذاب دوسرا خوف کا عذاب۔

"بما کانوا یصنعون"۔ اور یہ عذاب ابتداً نہیں تھے۔ ان کے کرتوت کا نتیجہ تھے۔ اللہ نے ان پر رزق کا عذاب بھیجا، خوف کا عذاب بھیجا آج دنیا کے دو ہی بڑے مسئلے ہیں تیسرا کوئی نہیں ہے۔ آج کی دنیا میں زر نقد میں قوت خرید کا کم ہونا کیا یہ بھوک نہیں ہے۔ پوری دنیا کی، معیشت پر گفتگو کر رہا ہوں۔ آج زر نقد کی قوت خرید نہیں رہی۔ بھوک کے آثار ہیں یا نہیں ہم اشیاء نہیں خرید سکتے۔ بھوک کے آثار ہیں یا نہیں۔

افریقہ کو چھوڑو مشرقی ایشیا کے بعض شہروں کو۔ آج کھاتے پیتے ملکوں میں قحط کے آثار ہیں یا نہیں اور روٹی کے مسئلے پر بڑی طاقتیں ٹوٹی یا نہیں ٹوٹیں۔ یعنی کمال ہو گیا خدا کی قسم وہ جو کہہ رہے تھے کہ ہم نے روٹی کا مسئلہ حل کر دیا۔ وہی روٹی کے مسئلے پر ٹوٹ گئے۔ ٹھیک ہے نا۔ اچھا تو، پہلا بڑا مسئلہ قحط کا مسئلہ، بھوک کا مسئلہ، روٹی کا مسئلہ، اور دوسرا بڑا مسئلہ خوف کا مسئلہ۔

بھئی بہت توجہ رہے خدا کی قسم خوف کا مسئلہ۔ آج ایک قوم کو دوسری قوم سے خوف ہے۔ ایک ملک کو دوسرے ملک سے خوف ہے۔ تو دوسرا بڑا مسئلہ خوف کا مسئلہ ہے ہمیشہ سے۔ قرآن نے فیصلہ دے دیا کہ ہمیشہ سے انسانیت کے دو ہی بڑے مسئلے ایک جوع کا مسئلہ۔ "ج و ع۔" جوع کے معنی بھوک دوسرا خوف کا مسئلہ۔ "خ و ف۔" خوف کے معنی ڈر۔

تو پوری انسانیت کے دو ہی بڑے مسئلے ہیں۔ یا جوع ہے یا خوف ہے۔ پروردگار عذاب آ گیا۔ اس بستی پر۔ اور خوف اور بھوک کا عذاب آیا۔ تو مالک عذاب آیا کیوں؟ کہا بعد کی آیت پڑھو۔

ولقد جاء هم رسول منهم فکذبوہ۔ بھئی وہ تو نعمت جس کا انکار کیا وہ رسولؐ تھا۔ عجیب بات ہے پوری دنیا کے مسلمان خوف میں مبتلا ہیں۔ مہنگائی کے عفریت کے پنجے پوری دنیا کے مسلمانوں کے سروں پر منڈلا رہے ہیں۔ تو کہیں ایسا تو نہیں کہ زبان سے کلمہ پڑھ رہا ہو۔ لیکن عمل میں اتباع محمدؐ نہ ہو۔ اب جانتے ہو۔ جوع سے اور خوف سے بچنے کا طریقہ کیا ہے۔ بھئی طریقہ بھی قرآن نے لکھا دیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○ لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ○ اٖلٰفِہِمۡ رِحۡلَۃَ الشِّتَآءِ وَالصَّیۡفِ ۚ فَلۡیَعۡبُدُوۡا رَبَّ ہٰذَا الۡبَیۡتِ○ الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَہُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ○ وَّ اٰمَنَہُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ﴿﴾(سورہ قریش) بھئی اللہ کی عبادت کرو۔ یہ اللہ وہ ہے جس نے قریش کے خوف کو امن سے بدل دیا جس نے قریش کی بھوک کو سیری سے تبدیل کر دیا۔ طعام بھی دیا امن بھی دیا۔ بھئی یہیں تو روکوں گا اپنے سننے والوں کو۔ سورہ نحل میں عذاب دکھلایا۔ سورہ قریش میں عذاب کو ٹالنے کا طریقہ بتلایا اور اگر یقین نہ ہو تو ذرا سورہ قریش کے اوپر کا سورہ دیکھو۔ وہ سورہ تمہیں پوری سچویشن بتلا دے گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِیۡلِ○ اَلَمۡ یَجۡعَلۡ کَیۡدَہُمۡ فِیۡ تَضۡلِیۡلٍ○ وَّ اَرۡسَلَ عَلَیۡہِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ○ تَرۡمِیۡہِمۡ بِحِجَارَۃٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍ○ فَجَعَلَہُمۡ کَعَصۡفٍ مَّاۡکُوۡلٍ (سورہ فیل آیات ۱ تا ۵) سرنامہ کلام کی آیت بھول گئے۔ **اَلَمۡ تَرَوۡا** اور اب سورہ فیل۔ تم نے کیا نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کا کیا انجام کیا۔ ہاتھی علامت ہے طاقت کی۔

"الم ترکیف فعل ربک با صحاب الفیل"۔ تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے ہاتھی والوں کا انجام کیا کیا۔

"الم یجعل کیدھم فی تضلیل"۔ کیا اللہ نے ان کے مکر کو توڑ کے نہیں رکھ دیا۔

وَاَرۡسَلَ عَلَیۡهِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ۔ اللہ نے بھیجا اُن ہاتھی والوں پر "**طَیۡرًا**" پرندوں کو۔ ابابیل جھنڈ کے جھنڈ آئے۔

"**تَرۡمِیۡهِمۡ بِحِجَارَةٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍ**"۔ مٹی کی چھوٹی چھوٹی کنکریاں ان کے پنجوں میں تھیں۔ ایک تو پرندہ ہی کتنا بڑا۔ بھئی اس پرندہ کی کمیت کیا ہے۔ بہت چھوٹا پرندہ ہے۔ اور ان پرندوں کے پنجوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں۔

تَرۡمِیۡهِمۡ بِحِجَارَةٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍ۔ فَجَعَلَهُمۡ كَعَصۡفٍ مَّاۡكُوۡلٍ۔
پروردگار نے انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی مانند بنا دیا۔ بھئی توجہ رہے ہاتھی والوں کا انجام سامنے ہے۔ ہاتھی کے مقابلے پر پرندے آئے۔ اور پرندے بھیجے اللہ نے۔ کوئی پرندہ سوچ لیتا کہ بھئی اتنے بڑے ہاتھی کے مقابلے میں کیا کروں گا۔

اگر سوچ لیتے پرندے تو کنکریاں گرائے بغیر پلٹ جاتے لیکن کیونکہ اللہ کے بھیجے ہوئے تھے۔ اس لئے کام کئے بغیر میدان سے پلٹ کے نہیں جائیں گے۔ اللہ کا بھیجا ہوا اذن الٰہی کے بغیر میدان نہیں چھوڑتا۔ اور اللہ کے بھیجے ہوئے کے کسی عمل میں خطا کا امکان نہیں ہوتا۔ یہ چھوٹے پرندے اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں بھئی کمال ہو گیا۔

ابرہہ یمن کا بڑا حاکم۔ ابرہہ اتنی بڑی طاقت کہ اللہ کا گھر گرانے آیا ہے۔ ایک کنکری سے مر گیا۔ بھئی کمال ہو گیا کنکری سے مر گیا۔ نمرود اپنے زمانے کا بڑا بادشاہ ناک میں مچھر گھس گیا مچھر نے مار دیا۔ فرعون بہت ہی بڑا بادشاہ نیل کی ایک موج نے اسے غرق کر دیا کمال ہو گیا نا کمال ہو گیا۔ فرعون مرے نیل کی ایک ہلکی سی موج سے ٹھیک۔ نمرود مرے مچھر سے۔ ابرہہ مرے پرندے کی کنکری سے۔

تو تاریخ انسانیت کا سب سے بڑا سبق یہ ہے کہ اللہ جب کسی بڑے کو ذلیل کرواتا ہے تو ہمیشہ چھوٹوں کے ہاتھ سے ذلیل کرواتا ہے۔ اور وہ انسان جو بڑی بڑی کرسیوں پر آیا اس کے دماغ میں آیا کہ ہم بڑے اس نے دوسرے ملکوں پہ حملہ کروا دیا بھئی یہی تو ہوتا رہا ہے نا۔ اس لئے نماز میں کہا ہاتھ اٹھا کے کہو "اللہ اکبر" بڑا کوئی

نہیں ہے بڑا وہ ہے۔

دیکھو نماز میں دو بنیادی عمل بتلا دیئے کہ اگر تم انسانیت کی حد میں رہنا چاہتے ہو تو نماز پڑھو "اللہ اکبر" بس بڑا اللہ ہے کوئی بڑا نہیں ہے۔ اور سنو اپنی پیشانی کو اس کی بارگاہ میں زمین پر رکھ دو۔ کیا شریف ترین عمل ہے۔ سننا خدا کی قسم سننا کچھ کہنا چاہ رہا ہوں۔ اپنی پیشانی اپنے سر کو زمین پر رکھ دو۔ اور اعتراف کرو کہ اسی زمین سے آئے ہیں۔

سننا خدا کی قسم سننا۔ دیکھو تم میں اور جانور میں جو بنیادی فرق ہے وہ بتاؤں۔ دیکھتا جانور بھی ہے دیکھتے تم بھی ہو آنکھوں سے دیکھتے ہو۔ سنتا جانور بھی ہے سنتے تم بھی ہو کانوں سے سنتے ہو۔ سورہ بلد میں آواز دی۔

اَلَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ عَيۡنَيۡنِ ۙ○ وَلِسَانًا وَّ شَفَتَيۡنِ ۙ○ وَ هَدَيۡنٰهُ النَّجۡدَيۡنِ○ کیا ہم نے انسان کو دو آنکھیں نہیں دی کیا ہم نے انسان کو ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے۔ دیکھو بھئی توجہ رہے۔ سماعت سر میں، بصارت سر میں، گویائی اور بولنے کی قوت سر میں، شعور سر میں، عقل سر میں جو مرکز انسانیت ہو۔ اس پورے کے پورے کو اُس کی بارگاہ میں رکھ دو۔ صلوات۔

بھئی شریف ترین حصہ ہے اور بلند ترین حصہ ہے سر جسم انسانی کا اسی لئے میرے نبیؐ نے کندھے پر ہاتھ رکھ کے کہا کہ **"یا علی انت منی بمنزلة راس من الجسد۔"** علیؑ مجھ میں اور تجھ میں وہی نسبت ہے جو جسد کو سر سے ہوتی ہے۔ یعنی میں اپنے لفظوں میں عرض کروں۔ علیؑ تو میرا سر ہے۔ یعنی میرا دیکھنا تیرا دیکھنا، میرا سننا تیرا سننا، میرا بولنا تیرا بولنا، میرا سکوت، تیرا سکوت۔ تو اب قیامت تک سنّت محمدؐ کی تشریح علیؑ سے ملے گی۔ اب پھر واپس چلو۔

سورہ آلِ عمران میں کہا محمدؐ نعمت۔ سورہ نحل میں کہا میرا محمدؐ رسولؐ نعمت۔ بھئی سنو گے۔ سورہ فاطر ذرا سنتے جاؤ۔ ۳۵ واں سورہ قرآن مجید کا اور اس سورہ کی تیسری آیت کیا کمال کی آیت ہے۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُاللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ۔

انسانوں نعمت کو سمجھو کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور بھی اللہ ہے۔ توحید نعمت تو سورہ فاطر ۳۵ واں سورہ تیسری آیت کیا فرمایا قرآن نے توحید اللہ کا ایک ہونا نعمت اور اب سورہ نون والقلم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِO نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَO مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍO نون کی قسم قلم کی قسم اور جو مستقبل میں تحریر لکھی جائے گی اس کی قسم۔

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍO حبیب تیرے پاس تو تیرے رب کی نعمت ہے۔ تو مجنون نہیں ہے۔ جہاں نعمت ہو گی وہاں جنون نہیں ہو گا۔ جہاں جنون ہو گا وہاں نعمت نہیں ہو گی۔ کسی مشرک سردار نے میرے نبی کو مجنون کہا ہو گا۔ تو قرآن نے آواز دے دی کہ حبیب مجنون تو نہیں ہے تجھے کہنے والا مجنون ہے۔ صلوات

اب ایک آیت ہدیہ کر رہا ہوں اور بہت قریب ہو کے ہدیہ کر رہا ہوں۔ توحید نعمت سورہ فاطر، نبوت نعمت سورہ نون والقلم، اور اب مجھے نہیں معلوم کہ ولایت کیا ہے۔ لیکن اتنا جانتا ہوں کہ مولائیت کے اعلان کے بعد پروردگار نے آواز دی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ۔ (سورہ المائدہ آیت ۳) یہ نعمت ہدایت کا تذکرہ ہے۔

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" مالک تو ہدایت کر دے۔ سیدھے راستے کی طرف

"اِهْدِنَا"۔ مسلسل مسلمان پڑھ رہا ہے۔ مالک تو ہماری ہدایت کر دے۔ تو جب ہدایت وہ کرے گا تو ہادی بنانے کا حق تمہیں نہیں دے گا۔ اسی لئے قرآن نے بار بار کہا ہے۔

ارسلنا!ارسلنا! ہم نے بھیجے ہیں رسولؐ تم نے نہیں بنائے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلاً اَنِ اعْبُدُو اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَی اللّٰهُ (سورہ نحل آیت ۳۶)

رسولؑ ہر علاقے میں ہم نے بھیجے تم نے نہیں بنائے۔ سمجھ رہے ہو نا۔ تو اب گفتگو تلخیص پا رہی ہے اس مرحلے پر۔ نبوت نعمت لیکن کسی نبی کو نعمت نہیں کہا سوائے میرے نبی کے۔ دوسرے انبیاء کا اس آخری نبی سے کیا مقابلہ ہے۔ بھئی کیا بھول گئے آیہ ختم نبوت کو۔

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط وَکَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْماً (سورہ احزاب آیت ۴۰) سورہ احزاب ۳۳ واں سورہ قرآن کا۔ محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں ہے۔ بس وہ اللہ کا رسولؐ ہے۔ انبیا کا خاتم ہے۔ ساری نبوتیں میرے محمدؐ پر ختم ہو رہی ہیں۔ سارے نبیوں میں میرے نبی میں فرق ہے۔ میرا نبی نعمت ہے میرا نبی نعمت ہے۔

دو مقامات سے میں نے آیتیں پڑھیں سارے انبیاء کی نبوتیں نعمت ہیں۔ لیکن کسی نبی کے لئے لفظ نعمت استعمال نہیں ہوا۔ تو نبی وہ جس پر نعمتیں اتریں۔ اور محمدؐ وہ جو نعمت خود ہو، ٹھیک ہے۔ نبی وہ جن پر نعمتیں آئیں میرا نبی جو خود نعمت ہے۔ سمجھ گئے نا۔ یہی تو فرق ہے ہم کہتے ہیں آدم علیہ السلام نوح علیہ السلام، ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلواۃ والسلام لیکن وہ تو خالق ہے نا ان کا وہ کیا کہتا ہے اے آدمؑ، اے نوحؑ، اے ابراہیمؑ، اے موسیٰؑ، اے عیسیٰؑ، اے یحیٰؑ۔ تو روک سکتا ہے کوئی اللہ کو نام لینے سے؟

کون روکے گا سب کا نام لیا اے آدم، اے نوح، اے ابراہیم، اے موسیٰ، اے عیسیٰ، اے یحیٰ۔ نام لے رہا ہے نا لیکن پورے قرآن میں یا محمدؐ دکھلا دو۔ اے محمدؐ نہیں ملے گا۔ اے محمد نہیں ملے گا۔ میرے نبی کو نام لے کر نہیں پکارا۔

"یسٰین"۔ اے سیّد و سردار

"طٰہٰ" اے طیب و طاہر، **"یا ایھا المزمل"**، **"یا ایھا المدثر"**، اے چادر کے اوڑھنے والے۔ اے کمبل کے اوڑھنے والے، بھئی کمال ہو گیا، میرے محمدؐ

نے چادر اوڑھ لی۔ اب خدا کی نگاہ فقط ذات پر نہیں ہے چادر پر بھی ہے۔

تقریر اس مرحلے پر آ گئی ہے جہاں فیصلہ ہو جانا ہے۔ بھئی سننا! اے چادر کے اوڑھنے والے۔ میرے نبی نے چادر اوڑھی۔ خدا کی نگاہ فقط نبی کی ذات پر نہیں ہے اس پر بھی نگاہ ہے کہ نبی نے اوڑھا کیا ہے۔ کمال ہو گیا نا۔ اچھا میرے نبی نے کچھ دیر کے لئے کمبل اوڑھ لیا۔ اور کمبل انسان زندگی بھر نہیں اوڑھتا۔ جاڑوں میں اوڑھتا ہے۔ اور جاڑوں میں بھی اس وقت جب اسے سردی لگے۔ تو کمبل کا رشتہ میرے محمدؐ سے کتنی دیر کا بڑا عارضی بہت عارضی۔ اب رسولؐ نے کسی وقت چادر اوڑھ لی۔ کتنی دیر چادر کا رشتہ ہے میرے نبی سے بس تھوڑی دیر کا۔ کمال ہو گیا۔ اگر کوئی محبوب ہو۔ تو اس نے اوڑھا کیا اس پر بھی نگاہ ہوتی ہے۔

ٹھیک ہے نا تو اب میرے جملے کو یاد رکھنا۔ کہ اگر کمبل اور چادر نے تھوڑی دیر کے لئے میرے نبی کو گود میں لے لیا۔ تو وہ خدا کے محبوب ہو گئے۔ تو وہ جو بارہ سال محمدؐ کو گود میں لئے بیٹھا رہا۔

وہ آیۂ ختم نبوت جہاں ابویت کی نفی تھی محمدؐ تمہارا باپ نہیں ہے۔ اور اب سورہ آلِ عمران کی آیت صرف ایک ٹکڑا پڑھوں گا۔ جس میں محمدؐ کی پوری شخصیت کی نفی کر دی۔ "**وما محمد الا رسول**"۔ میں نے پوری آیت نہیں پڑھی۔

"**وما محمد**" محمد کچھ نہیں ہے "**الا رسول**" بس رسولؐ ہے۔ عرض کروں مطلب! ذات کی نفی کی، صفت کا اظہار کیا۔ نہیں ذرا اور لفظ بدل دوں دیکھو۔

اس آیت مبارکہ ابتدائی جملے میں۔

"**وما محمد الارسول**" اس میں شخص کی نفی ہے شخصیت کا انکار ہے۔ ایک ہوتا ہے شخص، ایک ہوتی ہے اس کی شخصیت۔ یہاں شخص کی نفی کر دی وما محمد۔ محمدؐ کچھ نہیں ہے۔ اچھا عبداللہ کا بیٹا نہیں ہے؟ حضرت آمنہ کا بیٹا نہیں ہے؟

کیا ابو طالب کا بھتیجا نہیں ہے؟ کیا عبدالمطلب کا پوتا نہیں ہے؟

کیا ازواج مطہرات کا شوہر نہیں ہے؟ کیا فاطمہؑ کا باپ نہیں ہے؟

کیا علیؑ کا بھائی نہیں ہے؟ کیا حسنینؑ کا نانا نہیں ہے؟

لیکن جب آیت نے کہہ دیا وما محمدؐ۔ تو محمدؐ کچھ نہیں ہے تو نہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا ہے نہ کسی کا بھتیجا ہے نہ کسی کا شوہر ہے۔ بھئی بہت توجہ نہ کسی کا نانا ہے نہ کسی کا بھائی ہے بس میرا رسول ہے۔

سنو یہیں لانا چاہ رہا تھا۔ محمدؐ کو تم سمجھتے ہو نا وہ فاطمہؑ کا باپ ہے۔ لیکن اللہ فرما رہا ہے! نہیں ہمارا رسولؐ ہے۔ تم سمجھتے ہو حسنین کا نانا ہے۔ نہیں ہمارا رسولؐ ہے۔ تم سمجھتے ہو ابو طالبؑ کا بھتیجا ہے۔ نہیں ہمارا رسولؐ ہے۔

تم سمجھتے ہو علیؑ کا بھائی ہے۔ نہیں بس ہمارا رسولؐ ہے۔

ایسا محمدؐ جو فقط رسولؐ ہو اگر بیٹی کو دیکھ کر کھڑا ہو جائے تو باپ نہیں کھڑا ہوا رسالت کھڑی ہو گئی۔ اگر چچا سے مدد مانگے تو بھتیجے نے نہیں مانگی رسالت نے مدد مانگی۔ اگر بھائی کو کندھے پر بلند کرے تو بھائی نے بلند نہیں کیا رسالت نے بلند کیا۔ اور اگر نواسوں کے لئے ناقہ بن جائے تو نانا نہیں بنا رسالت ناقہ بن گئی۔

عجیب مرحلہ فکر ہے کتاب و سنت دونوں میں جو بات کہی ہے نا کبھی صحیح آیتیں بھی حاضر کروں گا۔ روایتیں بھی پیش کروں گا عالم اسلام کی لیکن خلاصہ تو سنتے جاؤ نا۔ اللہ کہتا ہے قرآن میں اور میرے نبی نے مختلف حدیثوں میں کہا کہ دیکھو تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے۔

کیا کمال کی بات ہے۔ کہ تم اس وقت مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے باپ سے، اپنے ماں سے اپنے بھائی سے اپنی قبیلہ سے اپنے عشیرے سے اپنی قوم سے میرے محمدؐ کو زیادہ عزیز نہ رکھو۔ ایمان کا معیار ہے۔ تم اس وقت تک مومن نہیں ہو۔ جب تک اپنے باپ سے زیادہ میرے محمدؐ کو دوست نہ رکھو۔

کیا کمال کی بات ہے۔ کہ اپنی ماں سے زیادہ میرے محمدؐ کو دوست نہ رکھو۔ اس وقت تک تم مومن نہیں ہو۔ دیکھو یہ حکم خدا ہے کہ تمہاری ماں تمہارے لئے بڑی محبوب ہو گی۔ لیکن اسے بعد میں چاہو میرے محمدؐ کو پہلے چاہو۔ کیا کمال کی بات ہے۔

بس میرے دوستو! میرے عزیزو! گفتگو اس مرحلے پر تلخیص پا رہی ہے۔ اور اگر یہ بات پہنچ گئی تو میں سمجھوں گا کہ میری آج کی محنت سوارت ہو گئی۔ پھر سننا تمہاری ماں تمہارے لئے محبوب ہے۔ دیکھو اگر مسلمان ہو، اگر مومن ہو تو پہلے میرے محمدؐ کو دوست رکھو۔ بعد میں اپنی ماں کو دوست رکھنا۔ ٹھیک ہے نا۔

کیا کمال کی بات ہے تمہارا باپ ہوگا تمہارے لئے بہت قابل عزت۔ اور قابل محبت لیکن اسے بعد میں چاہو۔ میرے محمدؐ کو پہلے چاہو۔ ٹھیک تمہاری بہن تمہارا بیٹا ہوں گے محبت کے قابل انہیں بعد میں چاہو۔ میرے محمدؐ کو پہلے چاہو۔

کیوں؟ بھئی سنتے جاؤ۔ یہ نفسیات ہے ہر شخص اپنوں سے محبتؐ کرتا ہے۔ اپنوں سے اپنا باپ، اپنی ماں، اپنی بہن، اپنا بیٹا اپنی بیٹی اپنا محلّہ اپنا گھر اپنے دوست۔ میں آپ کی ماں کا احترام کروں گا محبت نہیں کروں گا۔ محبت اپنی ماں سے کروں گا۔ میں آپ کے باپ کی عزت کروں گا۔ محبت نہیں کروں گا محبت اپنے باپ سے کروں گا۔ تو ہر شخص اپنوں سے محبت کرتا ہے۔ ٹھیک ہے نا۔

تو تمہارے اپنے بعد میں اپنے اور محمد اللہ کا اپنا۔ تو پہلے اللہ کے اپنے سے محبت کرو پھر اپنے اپنوں سے محبت کرنا۔ تو محمدؐ ہے اللہ کا اپنا۔ محمدؐ رسول اللہ ہے اللہ کا اپنا محبت واجب۔ اب محمدؐ کے اپنے کون۔ ان کی محبت بھی تو واجب ہو گی نا۔ تو اب پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بھئی ذرا قرآن کھولو۔ آیہ مباہلہ نکالو سورہ آلِ عمران میں۔ محمدؐ نے کہا تم اپنے بیٹوں کو لاؤ ہم اپنے بیٹوں کو لائیں۔

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَ اَبْنَآءَ كُمْ وَ نِسَاءَ نَا وَنِسَاءَ كُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ عیسائیوں کو چیلنج تھا تم اپنے بیٹوں کو لاؤ ہم اپنے بیٹوں کو لائیں گے۔ رسولؐ کہہ رہا ہے ہم اپنے بیٹوں کو لائیں گے۔ تم اپنی عورتوں کو لاؤ ہم اپنی عورتوں کو لے کے آئیں گے۔ تم اپنے نفسوں کو لاؤ۔ ہم اپنے نفسوں کو لے کے آئیں گے۔

بھئی سننا خدا کی قسم ہم اپنے بیٹوں کو لائیں گے۔ تو جائے نا رسولؐ کا بیٹا کہہ دو

کہ رسولؐ کا بیٹا نہیں تھا۔ اس لئے بیٹی کے بیٹوں کو لے گئے یہی تو ہے نا لیکن جاؤ تاریخ میں اگر نہ ملے تو مجھ پر اعتراض کردینا بس تقریر اس منزل پر رک جائے گی۔ نسلی بیٹا گھر میں بیٹھے۔ بیٹی کے بیٹے میدان میں جائیں۔ بھئی مباہلہ ہے رسالت محمدؐ پر مباہلہ ہے۔ صداقت محمدؐ پر نہیں بلکہ صداقت رسولؐ پر اس لئے محمدؐ کا بیٹا گھر میں بیٹھے، رسالت کے بیٹے میدان میں جائیں۔

میرے دوستو! میرے عزیزو! گفتگو کو روک رہا ہوں، اس مرحلے پر۔ جب بھی صداقت محمدؐ پر آنچ آئی بیٹے ہی تو آگے بڑھے نا۔ خاندان والے آگے بڑھے۔ اب میں کیسے اپنے سننے والوں کو اس جملے کو ہدیہ کروں۔ کہ ۲۸ رجب کو نکلتے وقت میرے مولا نے یہی جملہ کہا تھا۔

"ان کان دین محمد لم یستقم الا بقتلی فیا سیوف خذینی" اگر محمدؐ کا دین میرے قتل کے بغیر بچ نہیں سکتا۔ تو تلوارو آؤ میرے گلے کو کاٹو۔ آگئی نا بات۔

بس میرے دوستو! میرے عزیزو! حاکم مدینہ نے بلایا۔ کیا عجیب مرحلہ فکر ہے۔ حاکم مدینہ نے بلایا۔ حسینؑ کے سامنے خط رکھا۔ بیعت کا مطالبہ کیا۔ اور حسینؑ یہ کہہ کر اٹھے کہ۔

"ان البیعت لا تکون سرا"۔ یہ تنہائی کی رات کی بیعت سے فائدہ کیا ہے ذرا صبح ہونے دو پھر دیکھیں گے۔ کہ کس کی بیعت ہوگی۔ کون لائق بیعت ہے۔ یہ کہہ کر باہر آئے عباسؑ کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ بھیا اب مدینہ رہنے کے قابل نہیں رہا۔ سامان سفر کی تیاری کرو۔

ستائیس رجب کا دن گزر گے۔ رات کو جو واقعہ پیش آیا راوی کہتا ہے کہ حسینؑ عباسؑ کو حکم دے کر اپنی دولت سرا میں تشریف لے گئے۔ نصف شب تک حسینؑ عبادت الٰہی میں مصروف رہے۔ اور اب جو باہر نکلے تو قدم جما جما کر چلتے ہوئے قبر مطہر رسولؐ پر آئے۔ سلام کیا۔

"**السلام علیک یا جداہ**"۔ نانا آپ پر میرا اسلام یہ کہہ کر دونوں ہاتھ قبر مطہر پر رکھے۔ اور اپنا سینہ تعویذ قبر سے متصل کردیا۔ رو رہے تھے حسینؑ اور یہ کہتے جاتے تھے۔

"**یا جداہ خذنی الیک**" نانا مجھے اپنے پاس بلالیں نانا اب یہ دنیا رہنے کے قابل نہیں ہے۔ نانا مجھے اپنے پاس بلالیں۔ یہ کہتے کہتے حسینؑ کی آنکھ لگ گئی۔ خواب میں پیغمبر اکرم آئے۔ سینے سے لگایا کہا بیٹے ابھی تو تیرے سر کو نوک نیزہ پر آویزاں ہونا ہے۔ آنکھ کھلی حسینؑ کی بے اختیار کلمہ ترجیع زبان پر بلند کیا۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ اور اس کے دونوں ہاتھ بارگاہ الٰہی میں بلند کیئے۔ پھر دعا مانگی۔

"**اللھم قد حضرنی من الا مرماقد علم**"۔ مالک وہ وقت آگیا جو تیرے علم میں ہے۔ تو پروردگار تجھ سے دعا کر رہا ہوں میرے لئے یہ طے کردے کہ اس پورے اقدام میں جو بھی عمل کروں اس میں تیری بھی رضا شامل ہو تیرے اس رسولؐ کی رضا بھی شامل ہو۔ دعا مانگی اٹھے۔ قبر رسولؐ سے بیدار ہو کر حسینؑ اٹھے اور اب چلے بھائی کی قبر کی طرف۔

راوی کہتا ہے اس رات کے اندھیرے میں جو راوی دیکھ رہا تھا جو کہتا ہے کہ حسینؑ ایسے قدم جما جما کر چل رہے تھے جیسے کوئی کوہ وقار جا رہا ہے بھائی کی قبر پر آئے سلام کیا بھائی سے رخصت ہوئے۔

بھئی اب جملہ سنا جب نانا کی قبر مطہر کی طرف گئے قدم جما جما کر گئے جب بھائی کی قبر پر گئے قدم جما جما کر گئے۔ اور جب ماں کی قبر کی طرف چلے تو ایسے دوڑے جیسے بچہ دوڑتا ہے۔ حسینؑ دوڑتے ہوئے آئے۔ اپنے آپ کو سیدہ کی قبر پر گرادیا۔

کہا "**السلام علیکِ یا اُمّا**" اماں آپ پر میرا اسلام ہو۔

راوی کہتا ہے کہ قبر سے آواز آئی "وعلیک السلام" اے ماں کے پیاسے بیٹے اے ماں کے پردیسی بیٹے اے ماں کے مظلوم بیٹے تجھ پر بھی ماں کا سلام ہو۔

میں نے زحمت دی۔ واپس آئے دن طلوع ہوا۔ عباسؑ سے کہہ چکے تھے نا کہ بھیا اب مدینہ رہنے کے قابل نہیں سامان سفر کی تیاری کرو۔ سامان سفر تیار تھا۔ قافلہ سوار ہوا جب پورا قافلہ سوار ہو چکا تو حسینؑ پشت ذوالجناح پر آ کے بیٹھے جیسے ہی حسینؑ پشت ذوالجناح پر آ کے بیٹھے عباس آئے ابوالفضل العباس پہچانتے ہو نا عباس کو حسینؑ کا چھوٹا بھائی ام البنین کا بیٹا یہ اسی دن کے لئے پیدا ہوا تھا۔ پہچانتے ہو۔

ہاتھ جوڑے۔ مولیٰ تھوڑی دیر کے لئے ذوالجناح سے نیچے آ جائیں۔ کہا عباس ابھی تو ہم بیٹھے ہیں ابھی تو ہم پشت فرس پر وارد ہوئے ہیں۔ کہا کہ مولیٰ بنی ہاشم کی عورتیں آ رہی ہیں اور آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہیں حسینؑ ذوالجناح سے اترے بنی ہاشم کی عورتوں نے ذوالجناح کو گھیر لیا۔ جملہ سنو گے وہ بوڑھی بوڑھی عورتیں بنی ہاشم کی حسینؑ کے خاندان کی کہنے لگیں کہ

حسینؑ ہم یہ کہنے تو نہیں آئے کہ تم سفر نہ کرو۔ رک جاؤ نہیں جاؤ۔ تم امام وقت ہو تم نے فیصلہ کر لیا ہے تو جاؤ۔ اچھا حسینؑ ہم یہ بھی نہیں کہیں گے کہ زینب کو نہ لے جاؤ۔ ام کلثوم کو نہ لے جاؤ۔ بی بیوں کو نہ لے جاؤ۔ ہم یہ نہیں کہیں گے کیونکہ تم نے فیصلہ کر لیا ہے تم امام وقت ہو ٹھیک ہے لیکن ہماری بس ایک تمنا ہے۔

کہا بی بیوں بتلاؤ تمہاری تمنا کیا ہے۔ کہا بس ہماری تمنا یہ ہے کہ ہم اس گلی میں دو رویا قطار لگا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور شہزادی زینب کی سواری ہمارے درمیان سے ہو کر گزر جائے۔ کوفہ اور شام کی سواری یاد آئی اجر کم علی اللہ۔

حسینؑ دوبارہ سوار ہوئے۔ ۲۸ رجب کو قافلہ چلا حسینؑ ۳ شعبان کو سرزمین مکہ پر وارد ہوئے۔ اور حسینؑ ابن علی نے ۸ ذی الحج تک شہر مکہ میں قیام کیا۔ دنیا کی کوئی تاریخ یہ نہیں لکھتی کہ حسینؑ نے اس پورے عرصے میں کہ شعبان، رمضان، شوال، ذیقعد، ذی الحجہ کا ایک ہفتہ اس میں فوج جمع کی ہو، اسلحہ جمع کیا ہو۔ کوئی تاریخ نہیں لکھتی۔ سمجھ رہے ہو نا بات کو۔

پاکستان کا نظریہ دینے والے شاعر نے کہا کہ اگر حسینؑ کا مدعا سلطنت ہوتی،

سلطنت کو حاصل کرنا ہوتا۔ تو وہ اس طریقے سے سامان سفر درست نہ کرتا۔ ایسے نہ جاتا جیسے گیا۔ تو ۸ ذی الحجہ تک میرا مولیٰ خانہ کعبہ کی عبادتوں میں مشغول رہا اور ۸ ذی الحجہ کو جب مجمع اپنے پورے عروج پر تھا ایک مرتبہ نبی کے نواسے نے خطبہ دیا اور یہ آواز دی کہ حاجیوں کے بھیس میں قاتلوں کے وفود آچکے ہیں اور میں یہ پسند نہیں کروں گا کہ میرے خون سے حرم کی حرمت زائل ہو۔ اگر خون ہی بہنا ہے تو حرم کے باہر بہے۔ یہ کہہ کر سفر اختیار کیا۔

اجرکم علی اللہ۔ چلتے ہوئے دوسری محرم کو حسینؑ کے ذوالجناح نے چلنے سے انکار کر دیا تو اب میں بات کو روک رہا ہوں۔ اُس مرحلے پر میرا مولیٰ جب اکیلا ہوا تو ایک مرتبہ۔ **"نظر یمیناً و شمالا"** حسینؑ نے دائیں دیکھا بائیں دیکھا اور آواز دی۔

"ایکم بجوادی" ہے کوئی میرے ذوالجناح کو لانے والا اس جملے کی طاقت سمجھتے ہو۔

حسینؑ جب ذوالجناح پر سوار ہوتے تھے تو حسینؑ کی سواری کی شان یہ ہوتی تھی کہ عباسؑ گھوڑے کی لگام تھامتے تھے۔ قاسمؑ رکابیں تھامتے تھے علی اکبرؑ بوڑھے باپ کا شانہ پکڑ کر ذوالجناح پر سوار کرتے تھے۔ اب حسینؑ اکیلا ہے۔

نہ قاسمؑ ہے نہ عباسؑ ہے نہ علی اکبرؑ ہے۔ آواز دی۔ ہے کوئی میری سواری کو لانے والا، ایک مرتبہ خیمے کا پردہ اٹھا علیؑ کی بیٹی آستینوں کو الٹتی ہوئی باہر آئی کہ بھیا جب تک زینب زندہ ہے تو اکیلا سوار نہیں ہوگا۔ اجرکم علی اللہ۔ اجرکم علی اللہ۔

حسین سوار ہوئے گھوڑے کو ایڑھ لگائی گھوڑا نہیں بڑھا۔ ٹوٹا ہوا دل تھا نا حسینؑ کا۔ ایک مرتبہ ذوالجناح کے گلے میں باہیں ڈالیں اور کہنے لگے ذوالجناح اکبر نے ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ عباس نے ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ قاسم نے ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ عون محمد چلے گئے۔

ذوالجناح اب میرا کوئی ساتھی موجود نہیں۔ کیا آخری وقت میں تو بھی میرا

ساتھ نہیں دینا چاہتا۔ ذوالجناح گردن ڈالے ہوئے کھڑا ہے۔

ایک مرتبہ حسینؑ کے کانوں میں کسی بچی کی سسکیوں کی آواز آئی اب جو مڑ کے دیکھا تو سکینہ پچھلی ٹانگوں سے لپٹی ہوئی ہے اور کہتی جاتی ہے۔ ذوالجناح میرے بابا کو مقتل میں نہ لے جا۔ ذوالجناح میرے بابا کو مقتل میں نہ لے جا بس یہ سننا تھا کہ حسینؑ ذوالجناح سے نیچے آئے۔ بچی کو گود میں لیا۔

بس میرے دوستو! میرے عزیزو! اب اس سے زیادہ زحمت نہیں دوں گا بچی کو گود میں لیا بڑی دیر تک حسینؑ سکینہؑ سے باتیں کرتے رہے جب باتیں کرلیں تو ایک مرتبہ کہنے لگے۔

"**دعيني لعلي اتيک بالماء**" سکینہؑ مجھے چھوڑو شاید میں تمہارے لئے پانی لاؤں۔ بس یہ سننا تھا کہ بچی نے حسینؑ کے دونوں شانے تھام لئے۔ کہا بابا چچا عباسؑ بھی یہ کہہ کر گئے تھے واپس نہیں آئے۔ کہا سکینہ چاہتی ہے کہ تیرے نانا کی امت بخشی جائے؟ کہا کہ ہاں بابا؟ کہا کہ پھر مجھے اجازت دے دے۔ بچی نے ہاتھ ہٹالیا اور کہا جاؤ بابا میں نے اجازت دے دی۔

حسینؑ میدان میں آئے۔ تلوار کھینچی اور فوج یزید پر حملہ کیا اور یہ کہہ کر حملہ کیا کہ تم نے میرے عباسؑ کو بھی نہیں چھوڑا، تم نے میرے اکبرؑ کو بھی نہیں چھوڑا حد یہ ہے کہ تم نے چھ مہینے کے بچے کو بھی زندہ نہیں چھوڑا اب آؤ داد شجاعت دینے کے لئے تیار ہوں۔ فوجیں بھاگیں۔ حسینؑ گھوڑے کو بھگاتے ہوئے فرات کے کنارے پہنچے رکاب پر زور دیتے ہوئے کھڑے ہوئے۔ کہا عباس اٹھ کے بوڑھے بھائی کی جنگ دیکھو۔ ایک مرتبہ فضا میں آواز گونجی۔

"**يا ايتها النفس المطمئنة الرجعي الى ربک راضية مرضية**" حسینؑ یہ جنگ کا ہنگام نہیں ہے حسینؑ اب واپس آجاؤ "**رضاً بقضائه و تسليماً لامره**" کہہ کر تلوار کو نیام میں رکھا اور سر کو جھکا کر ذوالجناح پر بیٹھ گئے۔

پوری مقتل کے تاریخ کے جملے ذمہ داری سے عرض کررہا ہوں وہ فوجیں جو دور دور تک بھاگ گئی تھیں وہ پلٹیں اور چار حصوں میں تقسیم ہو کر آئیں تلوار تو نیام میں رکھ چکے تھے نا۔ کہیں سے تلواریں آئیں۔ کہیں سے نیزے آئے۔ کہیں سے تیر آئے۔ کہیں سے پتھر آئے میرا مولیٰ زخمی ہوتا چلا گیا ایک مرتبہ ذوالجناح کے کان میں کہا ذوالجناح میرا اکبر کہاں ہے وہیں پر مجھے لے جا کے اتار دے۔ دیکھ ذوالجناح میرا اکبرؑ کہاں ہے مجھے وہیں لے جا کے اتار دے۔

ذوالجناح نے حسینؑ کو اکبرؑ کے قریب اتارا۔ لشکر میں نوبتیں بجنے لگیں فتح کے نقارے بجنے لگے۔ عاشور کا دن سمجھ میں آیا عاشور کا دن شروع ہوا اکبر کی اذان سے اور ختم ہوا حسینؑ کے سجدے پر اب جو سجدے میں سر رکھا تو پھر خود نہیں اٹھایا کاٹ کے اٹھایا گیا ایک مرتبہ شہزادی زینب نے بیمار بھتیجے کو جگایا کہ بھتیجے دیکھ باہر شور کیسا ہے۔ سید سجاد نے خیمے کا پردہ اٹھایا نوک نیزہ پر نگاہ پڑی بے اختیار آواز دی السلام علیک یا ابا عبداللہ السلام علیک یا ابن رسول اللہ۔

بس میرے دوستو! میرے عزیزو! میری تقریر آخری مرحلے میں داخل ہوگئی اور اب میں بیان کچھ نہیں کروں گا لیکن جملہ سنتے جاؤ، حسینؑ شہید ہوئے اور اب فوج یزید میں اعلان کیا گیا کہ سوار اپنے گھوڑوں کی نعل بندی کریں لاشوں کو پامال کیا جائے گا۔ میدان میں اکیلا حسینؑ کا لاشہ تھا۔ گھوڑے دوڑ رہے تھے اور جب گھوڑے قریب آتے تو ایک بی بی اپنے بالوں کو حسینؑ کے لاشے پر بکھرا دیتی تھی۔

اجرکم علی اللہ۔ اجرکم علی اللہ۔ پامالی ہوئی جب لاشوں کی پامالی ہوگئی تو ایک مرتبہ فوج یزید نے رخ کیا خیموں کا۔ بھئی سننا بڑے غیرت والے ہو بڑے حمیت والے ہو۔ بڑی تہذیب والے ہو۔ لیکن تاریخ کا یہ جملہ سنتے جاؤ۔ جب پامالی ہوگئی نا حسینؑ کے لاشے کی۔ تو ایک مرتبہ فوج یزید چلی خیموں کی طرف جس کے اندر بی بیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ابھی بی بیاں نکلی نہیں ہیں۔

جب چلی ہے نا فوج خیموں کو لوٹنے کے لئے تو فوج یزید کے خیموں سے قبیلہ

"**کبرابن وائل**" کی ایک عورت نکل آئی اور اس نے اپنے بال کھول دیے اور فوجیوں سے کہنے لگی تم نے مردوں کو قتل کیا میں نہیں بولی تم نے بچے شہید کئے۔ میں نہیں بولی ارے یہ کہاں جارہے ہو۔

یہ کنیزیں نہیں ہیں یہ محمدؐ کی نواسیاں ہیں۔ کربلا کے بن میں شام غریباں آگئی۔ خیمے جل گئے یہ غریبوں کی شام یہ سسکتی ہوئی۔ بی بیوں کی شام یہ بلکتے ہوئے بچوں کی شام یہ ان رخساروں کی شام جو طمانچوں سے زخمی ہوگئے یہ ان کانوں کے لبوں کی شام جو گوشوارے کے نوچے جانے سے زخمی ہوگئے۔ اجرکم علی اللہ۔ اجرکم علی اللہ۔

تم نے گریہ کیا۔ ہوگئی نا شام۔ جب شام غریباں آگئی بڑی عجیب شام ہے ادھر سورج ڈوبا ابھی ہلکا سا اجالا تھا اور فوج یزید کے سپاہی جن کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں وہ تلواریں اچھال رہے تھے۔ جن کے ہاتھوں میں نیزے تھے وہ نیزے اچھال رہے تھے۔ ایک شور تھا خوشی کی ایک کیفیت تھی۔ سن رہے ہو شام غریباں۔

ایک مرتبہ راوی کہتا ہے کہ جلے ہوئے خیموں کے قریب سے ایک بی بی اٹھی اور بڑے جلال کے عالم میں چلی اور یہ کہتے ہوئے شمشیر برداروں کو ہٹایا کہ راستہ دو علیؑ کی بیٹی آرہی ہے۔ نیزہ برداروں کو ہٹایا کہ راستہ دو علیؑ کی بیٹی آرہی ہے لوگوں نے راستہ چھوڑ دیا ایک مرتبہ وہ بی بی حسینؑ کے لاشے پر پہنچی دونوں گھٹنے زمین پر ٹیک دیئے دونوں ہاتھوں سے حسینؑ کے لاش اٹھائی اور کہا

"**اللھم تقبل منا ھذا القربان**" میرے مالک آلِ محمدؐ کی قربانی کو قبول فرما۔ اب بی بی واپس آئی بچوں کو شمار کیا بچے مل گئے۔ سارے بچے موجود ہیں وہ نہیں ہے وہ نہیں ہے جو بابا کے سینے پر سونے کی عادی تھی۔ یہ اس بچی کی شام ہے۔

اب آخری جملے عرض کر رہا ہوں یہ اس بچی کی شام ہے۔ ام کلثوم سے پکار کر کہا بہن سکینہ تمہارے پاس ہے۔ کہا نہیں۔ اب دونوں بی بیاں چلیں حسینؑ کی بیٹی کو تلاش کرتی ہوئی اور ادھر حسینؑ کی بچی بے سر لاشوں پر جاتی ہے پوچھتی ہے میرے

باباکا لاشہ کدھر ہے ارے میرے باباکا لاشہ کدھر ہے۔ ارے میرے باباکا لاشہ کدھر ہے۔ ایک مرتبہ ایک کٹے ہوئے گلے سے آواز آئی

الّی الّی یا بنتی۔ اجرکم علی اللّٰہ۔ اجرکم علی اللّٰہ۔

بس آخری جملہ **الّی الّی یا بنتی** بچی گئی باباکے پاس باباکے قریب سو گئی شہزادی آئی بچی کو اٹھا کے لے گئی اب میں بات نہیں کروں گا کہ پانی کہاں سے آیا لیکن ایک جملہ سنو۔ میرے عزیزو! میرے اس جملہ کو یاد رکھنا میرے اس جملے کو ہمیشہ یاد رکھنا تقریر اپنے آخری مرحلے میں داخل ہو گئی ہے۔

حسینؑ کی پیاس عصر عاشور پہ ختم ہو گئی۔ حسینؑ شہید ہو گئے نا پیاس ختم ہو گئی۔ اکبرؑ ان سے پہلے ان کی پیاس ختم ہو گئی۔ عباسؑ ان کی پیاس ان سے پہلے ہی ختم ہو گئی۔ یہی ہے نا لیکن یہ بچی کب تک پیاسی رہی۔

یہ بچی کب تک پیاسی رہی کچھ نہیں معلوم جب پانی آگیا تو شہزادی نے سکینہ کا شانہ ہلایا کہ اٹھو سکینہ پانی آگیا ہے۔ تو ایک مرتبہ بچی نے کوزہ اپنے ہاتھ میں لیا اور چلی مقتل کی طرف۔ زینب نے پوچھا کہ بیٹی کہاں جارہی ہے۔ کہا پھوپھی اماں پہلے اصغر کو پلاؤں گی پھر خود پیوں گی۔

الا لعنۃ اللّٰہ علی القوم الظالمین